دِل گُداز تحریریں، ○ زندگی کی تصویریں
کراچی
ماہنامہ
سچّی کہانیاں
اشاعت کے 37 سال
MARCH
2020
ونرز
پیپی ازم ملازم حسین شیرازی
موتی اُمِ مناہل
غریب چائے مجید احمد جائی
”رباط“ سچی کہانیاں کا نیا تہلکہ خیز سلسلہ مایہ ناز مصنف کاوش صدیقی کے
مسئلہ یہ ہے آپ کے مسائل کا روحانی حل سچی کہانیاں
Pakistanipoint
Learning Point

ماہنامہ سچی کہانیاں کراچی

E-mail:pearlpublications@hotmail.com

بانی سہام مرزا

مدیرہ اعلیٰ: منزہ سہام

مدیر: حماد زیدی

ثمینہ روزی

MEMBER
APNS
CPNE

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز

مینجر مارکیٹنگ
زین شمسی
0309-2773279

سرکولیشن ڈیپارٹمنٹ
اقبال حسین
0311-2827690
محمد عاصم
0336-3407268

لیگل ایڈوائزر
دانیال شمسی (ایڈووکیٹ)

رابطے کے لیے
021-35893122
021-35893123

خط و کتابت کا پتا 88-C-II فرسٹ فلور خیابان جامی کمرشل
(یونائیٹڈ بیکری کے اوپر) ڈیفنس فیز-7 ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی

قیمت فی شمارہ: 100 روپے جلد: 37 ۔ شمارہ: 03 مارچ 2020ء

ایڈیٹر، پبلشر: منزہ سہام نے سٹی پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

پرل پبلی کیشنز کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ دوشیزہ اور سچی کہانیاں میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈراما، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

06 صرف حکمران؟ — منزہ سہام

07 احوال — مدیرہ اعلیٰ

22 اسلامی کہانی — مہر پرویز ڈوگر

24 خوشی کے لمحے — منزہ سہام مرزا

27 عبرت کا نشان — ملازم حسین شیرازی

31 مائی جیونی — میمونہ عباسی

39 ساون کے دکھ — نسیم سکینہ

42 بختاں — فوزیہ احسان رانا

51 سفارش — ایم حسن نظامی

70 گرداب — نزہت جبیں ضیاء

73 بیٹا جی — حنا بشریٰ

84 سوال — بشریٰ خان

87 خاندانی وقار — رفعت خان

94 پیاسی روح — جیجل میتلو

105 رقاصہ — صبغہ احم

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

فون: 021-35893122-35893123 / پرنٹر: حسام محی الدین عباسی، سٹی پریس، OB-7 تالپور روڈ۔ کراچی

رباط — کاوش صدیقی — 112	کتاب تعارف — مجید احمد جائی — 127	انٹرویو — محسن علی طابب — 130
غلطی کا احساس — اقراء جبار — 135	ملکہ زبیدہ — تہمینہ عمیر — 139	خواب ریت — اروشمہ خان — 143
حسرتوں کا جنازہ — نازیہ بتول — 147	کوہ کن — مونا شہزاد — 153	دین کے دشمن — عالی مان آفاقی — 158
وادی لہور نگ — افتخار چوہدری — 162	شخصیت — خالق بھٹی — 178	ودکا پرستار — منزہ نوری خلیق (مرحومہ) — 181
مسئلہ یہ ہے — ادارہ — 206	ڈائری — قارئین — 213	شعر و سخن — قارئین — 221
پاکستانی شوبز — حماد زیدی — 224		

زرسالانہ بذریعہ رجسٹری پاکستان 1250 روپے' افریقہ 75 ڈالرز' کینیڈا' آسٹریلیا 75 ڈالرز' ایشیا' یورپ 65 ڈالرز

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

صرف حکمران...؟

سنا تھا زندگی میں کچھ بھی ہمیشہ نہیں رہتا' پھر گردشِ ایام نے ثابت بھی کیا جو کل تھا وہ آج نہیں جو آج ہے وہ کل نہ ہوگا۔ تاریخ بھی یہی سبق دیتی نظر آتی ہے مگر پاکستان کی تاریخ کسی خاص قلم سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہاں سب کچھ ہمیشہ کی بنیادوں پر ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے کہ عوام کی پریشانیاں ہر دور میں تقریباً یکساں ہی ہیں۔ حکمران کوئی بھی ہو ووٹوں والا یا بوٹوں والا عوام بے چارے ناخوش' ناتواں..... کبھی دہشت گردی کا شکار' کبھی مہنگائی کے ہاتھوں پریشان' اقربا پروری کے عفریت کا شکار تو کبھی معصوم بچوں کو بھنبھوڑنے والے درندوں سے خوف زدہ' مایوسی اور بے بسی کی بے رنگ زندگی کی سب سے رنگین تصویر بے چارے پاکستانی عوام' کبھی سوچا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا واقعی میں صرف حکمران خراب ہیں' کیا جیسے عوام ویسے حکمران نہیں ہوتے؟ کیا عوام کرپشن سے واقعی میں عاجز ہیں؟ کیا عوام جھوٹ اور بے راہ روی کے خلاف ہیں؟ کیا عام پاکستانی صفائی کو نصف ایمان سمجھتا ہے؟ تو جایئے ٹھیک ٹی وی' ٹی وی ٹھیک کرنے والے کو دکھا کر پوچھیں' درست فریج کا تار نکال کر فریج ٹھیک کرنے والے سے پوچھیں' بنا پنکچر ٹیوب پنکچر والے کو دکھا کر پوچھیں' اس کے علاوہ ہر وہ شخص جس سے آپ کو کام پڑ سکتا ہے اس سے ذرا پوچھ کر تو دیکھیں کہ بھائی کیا مسئلہ ہے اور کیا خرچہ آئے گا؟

یقیناً اس کے بعد آپ یہ نہیں کہیں گے کہ صرف حکمران کرپٹ ہیں۔

منزہ سہام مرزا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

احوال

مدیرہ اعلیٰ

قارئین کے درمیان رابطہ' آپ کے خطوط اور اُن کے جواب

عزیز احوالیو! امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے 18 تاریخ تک ملنے والے تمام خطوط احوال میں شامل ہیں' احوال کے آخر میں اس سال آنے والے تمام خاص نمبرز کے مہینے درج ہیں براہ مہربانی اس حساب سے اپنی تصانیف جلد از جلد ارسال کیجیے گا مزاح نمبر کا صرف ایک ماہ قبل اعلان کیا جائے گا کیونکہ مزاح لکھنا بہت مشکل ہے لہٰذا جب مواد اکٹھا ہو جائے گا تو شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا چلیے اب بڑھتے ہیں پہلے خط کی جانب......

❀ اقراء جبار' چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں۔ پیاری آپی منزہ اور اس محفل کے اچھے لوگو رب رحمان کے فضل و کرم سے ہم سب سدا ہنستے اور مسکراتے رہیں آمین ایمان کی نعمت کے بعد سب سے بڑی نعمت تندرستی ہے۔ اگر صحت ہے تو جہان ہے اس جہاں کی تمام خوشیاں صحت اور تندرستی سے ہی وابستہ ہیں اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب میری اپنی طبیعت خراب ہوئی 31 جنوری کو امی کے ساتھ لاہور جانا پڑا۔ وہاں جاتے ہی صحت خراب ہوگئی لاہور سے 4 فروری کو واپسی ہوئی سچی کہانیاں میرے روم میں پڑا تھا۔ طبیعت مطالعہ کی اجازت نہیں دے رہی تھی حاضری کی خاطر زبردستی کچھ مطالعہ کیا کیونکہ اس محفل کی غیر حاضری میں افورڈ نہیں کر سکتی ملازم حسین شیرازی اور محترم ایم حسن نظامی اگر آپ جیسے لوگوں کی حوصلہ افزائی اسی طرح جاری رہی تو کچھ نہ کچھ لکھنا پڑھنا آ ہی جائے گا۔ سلمان شبیر اور آپی فوزیہ اختر آپ کی واپسی سے اس محفل کی رونق میں اضافہ ہوگا عبدالغفار عابد سر دوسرے بیٹے کی مبارکباد قبول فرمائیں کب مٹھائی لے کر آ رہے ہیں؟ ماریہ عبید فقط خامشی ہے پہلی تحریر کامیاب تحریر ثابت ہوئی' مہر پرویز دولو بیٹی ہمیشہ کی طرح کہانی خوبصورت' بامعنی تھی سر عبدالغفار عابد صاحب بس یہی میری غلطی تھی ایک عورت نے دوسری عورت کا گھر اجاڑ دیا پڑھ کر دل غمزدہ افسردہ ہو گیا کہانی بے حد جاندار تھی اور نصیحت آموز بھی ڈسٹ بن' گجرے' بدنصیبی باقی کہانیاں اور رباظ کی تیسری قسط اپنا تسلسل قائم رکھے ہوئے ہے۔ آپی کے اداریہ سب چلتا ہے اگر ہم اپنی عقل اور دانائی سے کام لیں تو اس کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔ سب چلتا ہے نا' نے معاشرے کو بری طرح پامال کر دیا ہے ہمیں اِس پر غور کرنا ہوگا آخر میں اس چھوٹی سی بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی زندگی بہت مختصر ہے نا جانے کب ہم اس دنیا سے چلے جائیں مگر اِس مختصر زندگی میں دوسروں کو خوشیاں دیں تاکہ اللہ پاک ہم سے خوش ہو۔

☆ اقراء! میں امید کرتی ہوں کہ اب تمہاری طبیعت بالکل بھلی چنگی ہوگی بے شک صحت بڑی نعمت ہے تمہاری دعا پر بے ساختہ آمین کہا کیونکہ مجھے بھی بس خوش رہنا اچھا لگتا ہے۔

❀ غلام مرتضیٰ علوی' گوجرہ سے لکھتے ہیں۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کافی ماہ بعد احوال میں شرکت کر رہا ہوں۔ اِس کی دو وجوہات ہیں کہ اکتوبر اور نومبر میں میرے چھوٹے کزن عظمت اعوان صاحب جو کہ اردن میں ہوتے ہیں طویل عرصے بعد اپنی جاب سے چھٹی لے کر پاکستان آئے تو اکتوبر اور نومبر کا مہینہ ان کی سنگت میں گزرا۔ عظمت اعوان صاحب میں اور میرے دو اور دوست امانت کھوجہ اور اعجاز لال بھائی کے ہمراہ ہم نے بہت ساری جگہوں کی سیر کی۔ عظمت اعوان نومبر میں واپس اردن چلے گئے تو ان کو میرا دیا گیا تحفہ (جس میں 2017ء سے 2019ء) کے سچی کہانیاں کے شمارے کا سیٹ بہت پسند آیا وہ کہتے ہیں کہ وہ اردن جا کر جب بھی پاکستان کی یاد پر اُداس ہو جاتے ہیں فوراً سچی کہانیاں کے شمارے نکال کر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پڑھتے ہیں اور فریش ہو جاتے ہیں سچی کہانیاں سے دوری کی ایک وجہ محکمہ ڈاک بھی ہے جس نے نومبر کا شمارہ مجھے 15 کو دیا۔ دسمبر کا 20 دسمبر کو دیا (جس کی وجہ سے خط لکھنا ممکن رہا کہ لیٹ بہت ہوگیا ہیں) اور جنوری 2020ء کا شمارہ مجھے ملا ہی نہیں اور میں نے محکمہ ڈاک سے تنگ آ کر فروری کا شمارہ ٹوبہ ٹیک سنگھ جا کر خریدا شدید سردی میں جا کر اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ شمارہ ڈاک سے نہیں لگواؤں گا (کیونکہ جب وہ ملتا ہی نہیں ہے اور اگر پوچھو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں آیا) روپیہ بھی ضائع جاتا ہے اور رسالہ بھی بروقت نہیں ملتا کیونکہ ایک رائٹر کے لیے وقت سب سے اہم ہوتا ہے جس نے بروقت تبصرہ اور کہانیاں ارسال کرنی ہوتی ہیں لہٰذا مارچ سے میں شمارہ ٹوبہ جا کر خرید لایا کروں گا۔ تاکہ پڑھ کے بروقت آپ کو خط لکھ سکوں گا (موجودہ خط بھی فاسٹ کوریئر سے ارسال کر رہا ہوں کہ بروقت مل جائے اور یہ شامل اشاعت ہو) فروری کا شمارہ کھولا تو سب سے پہلے منزہ سہام صاحبہ کا کالم پڑھا اور بہت ہی پسند آیا۔ یہ کالم آج کے وقت کی آواز ہے۔ احوال میں سب پیارے پیارے دوست آئے ہوئے تھے جو جو خط ابھی تک پڑھے ہیں ان میں یاسر وکی' نظامی بھائی' ملازم بھائی' رفعت خان بہن' عابد صاحب' محسن بھائی کے خط مزیدار لگے خدا سب کو آباد رکھے۔ خواجہ صاحب پر اسلامی مضمون بہت اعلیٰ تھا۔ کہانیوں میں پہلی ازم' آتش' ڈسٹ بن' خسارہ ابھی تک پڑھی ہیں اور پسند آئی ہیں۔ اس خط میں' میں کچھ شاعری ارسال کر رہا ہوں اگلی بار ترجمہ شدہ افسانہ اور اپنا لکھا تازہ افسانہ ارسال کروں گا۔

☆ مرتضیٰ بھائی! آپ کی سچی کہانیاں سے محبت کی تو میں ہمیشہ سے قائل ہوں آپ سب ہی سچی کہانیاں کے خصوصی نمائندے ہیں۔ درست کہا پر جاتا خیر سے ملے تو پھر احوال میں شرکت ناممکن ہو جاتی ہے آپ کے فیصلے سے میں بھی متفق ہوں۔

✤ چوہدری یاسر وکی' دیپالپور سے لکھتے ہیں۔ السلام علیکم! تمام قارئین کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو امید ہے ڈائجسٹ کی پوری فیملی خیریت سے ہوگی فروری کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے۔ مکمل تو نہیں پڑھ سکا جتنا پڑھا سب بڑھیا تھا سلمان شبیر چکوال اچھا خط تھا راکی ولسن کی تو بات ہی کیا ہے۔ ان کے تو نام سے ہی محبت ہے اچھے خط اور اچھے لیٹر اچھی کہانی ان کی پہچان ہوتی ہے۔ ایم حسن نظامی جی قبولہ شریف ارے بھائی والسلام آپ کی محبت کا شکریہ ملازم حسین شیرازی بھائی ہم دل کو توڑتے نہیں جوڑتے ہیں اور یار میں کیا کروں اِدھر فلور ملز کا سارا کا سارا نظام مجھ پر ہے اور اُدھر دو' دو ایجنسیوں کی ذمہ داریاں مجھ پر ہیں یار جوں ہی ٹائم ملتا ہے قلم اٹھا لیتا ہوں تعلق نہیں توڑتا۔ رفعت خان اچھا لیٹر تھا۔ شمیم حسنین حیدرآباد لیٹر اچھا تھا پر کچھ خاص نہیں۔ عبدالغفار عابد صاحب آپ اچھے انسان ہیں میں جانتا ہوں پر کبھی خدمت کا موقع دیں اور آئیں ہمارے اوکاڑہ میں تاکہ آپ کو چوہدری فیملی کا پتہ چلے کہ کتنے مہمان نواز ہیں اس بار ڈائجسٹ دیر سے ملا اس لیے بس لیٹر ہی پڑھ سکا آپی جی یہ اسٹوری دوبارہ بھیج رہا ہوں اب گم نہ ہونے پائے پلیز اس بار لگا دیں آپ کی عین نوازش ہوگی۔

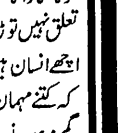

☆ یاسر! تمہاری تحریر مل گئی ہے انشاء اللہ جلد شائع ہوگی۔

✤ سلمان شبیر' تلہ گنگ سے لکھتے ہیں۔ محترمہ آپی منزہ سہام صاحبہ السلام علیکم! اللہ پاک کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ آپ' آپ کے اہل خانہ اور تمام اسٹاف سچی کہانیاں و دوشیزہ اور تمام رائٹرز اور قارئین کرام خیریت سے ہوں۔ اللہ پاک ہم سب پر اپنی رحمت کا سایہ ہمیشہ فگن رکھے آمین۔ ماہِ فروری کا شمارہ 3 فروری کو ملا اور سردیوں کا لطف دوبالا کر دیا۔ اشتہارات کو پھلانگتے ہوئے حسب عادت سب سے پہلے آپ کا اداریہ 'سب چلتا ہے' پڑھا جو کہ آج کے حالات کی عکاسی کر رہا ہے۔ آپ ایک ٹی وی اشتہار کی بات کر رہی ہیں یہاں تو ہر جگہ یہی حال ہے۔ اسکولز' کالجز اور یونیورسٹیز میں اینول فنکشن اور سپورٹ گالا کے نام پر جو بے ہودگیاں ہو رہی ہیں۔ وہ کیا کسی سے ڈھکی چھپی ہیں۔ خیر اللہ پاک کرم فرمائے ہماری قوم پر' احوال میں سب کے تبصرے بہت ہی جاندار تھے۔ چوہدری یاسر وکی' فوزیہ اختر' راکی ولسن' ایم حسن نظامی' ملازم حسین شیرازی' رفعت خان' شمیم حسنین' اردشمہ خان' ایم خالق بھٹی' بھائی عبدالغفار عابد' آپی حنا بشریٰ' محسن علی طاب اور نسیم سکینہ صدف سب نے شمارے پر بہت زبردست تبصرے کیے۔ اور اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف اس مرتبہ سب سے خاص کہانی غزالہ شیخ کی 'رانگ نمبر' لگی۔ پڑھ کر مزہ آ گیا۔ ایم حسن نظامی صاحب نے حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

شکر کے بارے میں لکھ کر ایمان تازہ کر دیا۔ مجید احمد جائی نے 'میرے چارہ گر کو نوید ہو' کتاب تعارف خوب کرایا اور غریب چائے کی صورت میں ہمارے معاشرے کے ایک المیہ کی طرف خوب اشارہ کیا۔ ملازم حسین شیرازی صاحب ہمیشہ کی طرح منفرد تحریر لے کر آئے۔ آپی حنا بشریٰ کی آتش حسد سب کچھ جلا کر راکھ کر دیتا ہے ایک پُر تاثیر تحریر تھی۔ فوزیہ احسان رانا کی ڈسٹ بن' لالچی لوگوں کے لیے سبق ساگر تلوکر' خواہش سے تکمیل تک' دلچسپ تحریر تھی۔ فرحی نعیم کا خسارہ مہر پرویز احمد دلو کی بیٹی بھی اچھی تحریریں تھیں۔ اُمِ مناہل کا 'موتی' وفا کا درس دیتی تحریر' ایم حسن نظامی کے گجرے بھی بہت پسند آئے۔ بشریٰ خان کی ماں کا خواب' خالد محمود عاصی کی بدنصیبی بہت اچھی تحریریں تھیں۔ محسن علی طاب نے تہمینہ راؤ صاحبہ کا خوبصورت انٹرویو کیا۔ زندگی کے محاذوں پر' روبی مریم حمید نے شاہدہ نامی عورت کے دکھوں سے روشناس کروایا۔ مریم صدیقی کے گم نام راستے' ایک سبق آموز حقیقت ہے۔ فرزانہ کنول کی وفا صائمہ حیدر کا لاوارث بہاول دین کا فیصلہ بھی اچھی تحریریں تھیں۔ شیخ معظم الٰہی کی وطن سے محبت کا درس دیتی تحریر کوئی پچھتاوا نہیں ایمن حسن کا وعدہ' بھائی عبدالغفار عابد کی بس یہی میری غلطی تھی اور ماریہ عبید کی فقط خامشی ہے نے بھی بہت مزہ دیا۔ شاعری اور آپ کی ڈائری میں سب کے انتخاب لاجواب تھے۔ شوبز کی خبریں بھی اچھی تھیں۔ کاوش صدیقی کے ربانظ کا اگلے مہینے تک بے صبری سے انتظار رہے گا باباجی کو اللہ پاک جزائے خیر دے اور آخر میں سچی کہانیاں و دوشیزہ کے لئے دعا کہ اللہ پاک سچی کہانیاں و دوشیزہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ اس کے ساتھ اجازت۔

☆ سلمان بھائی! میں تو آپ کی تحریر کی منتظر تھی۔ چلیں اگلی بار صحیح مگر ڈائری اور شوبز کی خبروں میں تو پابندی سے اپنا حصہ ڈالا کریں ذرا مدیرہ پر سے بوجھ کم ہوگا۔

مور شاہد حسین' قمبر شہداد کوٹ سے لکھتے ہیں۔ آپی منزہ سہام سلام و آداب پر خلوص دعائیں فروری کا شمارہ اپنی تمام

تر رعنائیوں کے ساتھ ملا ہمیشہ کی طرح آغاز اداریہ سے کیا 'سب چلتا ہے' بہترین موضوع پر لکھا محفل احوال اپنے عروج پر تھی بس کمی تھی تو میری جنھوں نیمیری کہانی پسند فرمائی مجھے احوال میں یاد فرمایا انکا بہت شکریہ پیارے ذیشان ریاض صاحب نے 24 اکتوبر 2018ء کو ایک اخبار بھیجا اور مجھے ایک سال بعد یعنی 27 جنوری 2020 کو ملا یہ پوسٹ والوں کی مہربانی ہے خیر سچی کہانیاں کی محبت میں کئی دوستوں کو سالانہ ممبر بننے پر مجبور کیا مگر شمارہ لیٹ ملتا ہے فہرست میں عبدالغفار عابد کی کہانی کا نام ونشان تک نہیں جب کہ انکی کہانی صفحہ 168 پر ہے ایک کہانی میں رائٹر نے لکھا کہ اسکا تعلق غریب گھرانے سے تھا اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں کہ گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی بینک بیلنس گاڑی تک سب کچھ تھا آپی ایسی کئی چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہیں کہانیاں سب پسند آئیں سب نے خوب لکھا آپی مزاح سے بھرپور ایک دلچسپ تحریر لکھی ہے امید ہے پسند آئے گی کب بھیجوں جواب کا منتظر ہوں آپی پلیز احوال میں نیو پک لگائیں نوازش ہوگی۔

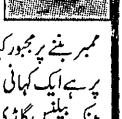

☆ شاہد بھائی کوشش کے باوجود کوئی نہ کوئی غلطی رہ جاتی ہے اور ڈاک کے نظام کی تو آپ بات ہی نہ کریں ہر دوسرے نظام کی طرح ڈاک کا نظام بھی زوال پذیر ہے۔ کہانی فوراً ارسال کر دیں۔

اروشمہ خان' بہاولپور سے لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم' سچی کہانیاں ریڈرز' رائٹرز اینڈ منزہ سہام آپی جی کیسی ہیں آپ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے اس بار فروری دو ہزار بیس کا سچی کہانیاں شمارہ زبردست تھا ہنستی مسکراتی خوبصورت میک زدہ ماڈل بہت پیاری لگ رہی تھی۔ منزہ آپی میری کہانی کا بتائیں کے آپ کے معیار پر پوری نہیں اتری یا ردی کی ٹوکری کی نظر ہو گ ء سچی ایک سال ہو گیا انتظار کرتے کرتے' اب آتی ہوں باقی سیگمنٹ کی اس بار تہمینہ راؤ آپی کا انٹرویو پڑھ کے بہت اچھا لگا پیاری آپی ایسے اچھا اچھا لکھتی رہیں کامیابیاں سمیٹے آمین' کہانیوں میں ساگر تلوکر کی خواہشوں کی تکمیل اور گجرے ایم حسن نظامی کی کہانیاں بہت اچھی تھی باقی' پیاری فرینڈ مریم صدیق آپی کی گمنام راستے اچھی دوست فرزانہ کنول کی کہانی وفا' مہر پرویز کی کہانی بیٹی زبردست تھی ماشاء اللہ ان سب نے بہت اچھا سبق آموز لکھا بہت داد اور بھی سیگمنٹ بہترین تھے خط لکھنے والوں میں ملازم حسین شیرازی بھائی' ایم حسن نظامی بھاء کے خط اچھے تھے منزہ آپی آج کے دور میں دوشیزہ اور سچی کہانیاں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ہی واحد ڈائجسٹ ہیں جو معیاری ادب شائع کر رہے اللہ سچی کہانیاں کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین آپی جی اس بارشدت سے مجھے اپنی کہانی کا انتظار ہے۔

☆اروشمہ! آپ کی جو کہانیاں میرے پاس تھیں وہ تو شائع کر چکی ہوں میں اتنا لمبا کسی کو بھی انتظار نہیں کرواتی یقیناً مجھے آپ کی تحریر ملی نہیں ہوگی۔

✎ایم اے خالق بھٹی' رحیم یار خان سے لکھتے ہیں۔ محترمہ باجی منزہ سہام صاحبہ' السلام علیکم! مزاح نمبر کا پڑھ کر ابھی سے میرے لبوں مسکراہٹ پھیل گئی ہے۔ باجی گزشتہ ماہ میں نے اپنی تحریر' دھند میں بہاولپور کے درشن' ای میل کی تھی یہ تحریر تاریخ اور مزاح سے بھرپور ہے مہربانی فرما کر ضرور لگا ئیں۔ اداریہ میں آپ نے ایک اہم مسئلے کو اٹھایا ہے ہمیں کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھنی چاہیے۔ باجی ہمارے ملک میں مہنگائی کی موجودہ لہر غریبوں کو مار ہی دے گی اس مسئلہ کو اداریہ میں ہر ماہ شامل کریں شاید حکمران خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ باجی سلمٰی غزل کے شوہر کے انتقال اور غزالہ طارق کے لیے دعائے مغفرت کی ہے۔ محترم ایم حسن نظامی کی حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کے حوالے سے معلومات بھرپور مضمون لکھا ہے۔ محسن علی طاب نے معروف شاعرہ اور افسانہ نگار تہمینہ راؤ کا بہترین انٹرویو کیا ہے۔ ملازم حسین شیرازی کی دوسری قسط ہپی ازم کے بارے میں معلومات مزین تھی یہ لوگ مادر پدر آزادی کے قائل ہیں ان کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ حنا بشریٰ کی آتش میں ایک نامور لکھاری سچ کا بوجھ نہ اٹھا سکا۔ فوزیہ احسان رانا بھی اچھی تحریر لائی ہیں۔ ڈسٹ بن میں راجہ کو لالچ کی اور ہیرو کو محنت اور صبر کا صلہ مل گیا ہے۔ باجی روبی مریم حمید زندگی کے محاذوں پر شاہدہ نامی عورت کی بدنصیبوں کا قصہ لے کر آئیں پڑھ کر شاہدہ کی قسمت پر بہت دکھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے دکھوں سے محفوظ رکھے۔ عبدالغفار عابد بس یہی میری غلطی تھی میں ایک شوہر کی بیوفائی اور بیوی کا جذباتی ہو کر اپنے شوہر کا گھر چھوڑنا اس کی ازدواجی زندگی کو تباہ کر گیا۔ غزالہ شیخ نے رانگ نمبر میں زمانہ حال میں موبائل کے ذریعے لوگوں سے کم پیسوں کے لیے جھوٹ بولنا اور اس کے انجام سے ہمیں باخبر کیا ہے اس کے علاوہ باقی سچ بیتیاں زیر مطالع ہیں۔ سسٹر تہمینہ عمیر کو شادی کی مبارکباد، زندگی بھر خوش رہیں آمین۔ چوہدری یاسر وکی' سلیمان شبیر' راکی دلسن' ایم حسن نظامی' ملازم حسین شیرازی' رفعت خان' شمیم حسنین' اروشمہ خان' عبدالغفار عابد' حنا بشریٰ' محسن علی طاب اپنے بہترین تبصروں اور مشوروں سے احوال کو چار چاند لگا دیتے ہیں ان کا بے حد مشکور ہوں۔

☆خالق بھائی! آپ پابندی سے احوال میں شرکت کرتے ہیں اس کے لیے شکریہ' آپ کی کہانیاں مل گئی ہیں۔

✎ایم حسن نظامی' قبولہ شریف سے لکھتے ہیں۔ قابل احترام منزہ سہام صاحبہ آداب عرض' امید ہے آپ اور سچی کہانیاں سے وابستہ بھی احباب بخیریت ہوں گے۔ فروری کا پرچہ ہاتھوں میں ہے جو بلاشبہ نکھار کی طرف گامزن پایا اور آپ کی بیکراں محنتیں' کوششیں اور ذوق ادب چھلکتا محسوس ہوا۔ آپ اور آپ کی پوری ٹیم جس قدر دلگی محنت اور توجہ سے پرچہ ترتیب دے رہے ہیں بلاشبہ سراہنے کے قابل ہے۔ رہی بات لکھاریوں کی تو ملازم حسین شیرازی ہو یا حافظہ مون شاہ' محسن علی طاب ہو یا ڈاکٹر طارق' مہر پرویز ہو یا چوہدری امین' حمیرا وحید ہو یا نازیہ بتول' بھٹی صاحب ہوں یا رفعت خان' چوہدری یاسر ہو یا فیصل مشتاق' مور شاہد ہو یا عبدالغفار عابد' حنا بشریٰ ہو یا حنا مشتاق' ڈاکٹر جویریہ ندا ہو یا عاطر شاہین' ڈاکٹر امین ہو یا میں خود بندہ ناچیز کے علاوہ پاکستان کے طول وعرض بلکہ غیر ملک میں بسنے والے بھی پرچے سے عقیدت ومحبت کے نذرانے ہر ماہ ارسال کرتے ہوئے اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ جس سے سچی کہانیاں مصروف اور نامور پرچوں کی صف میں اول جانا جاتا ہے اور یہ سبھی کچھ آپ کے مرہون منت ہے۔ آپ کی شیریں زبان' پُر خلوص اخلاق اور خلوص بھرے لہجے نے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ کتاب دوستی کا ذوق آپ کی گھٹی میں بڑوں کے دور سے چلا آ رہا ہے۔ جو سراہنے کے قابل ہے۔ سب سے پہلے سچی کہانیاں کے نامور قلمکار سلیم اختر آف راولپنڈی کی وفات پر گہرے دکھ اور غم سے دوچار ہونا پڑا۔ انہوں نے ادب کی خدمت میں پوری زندگی گزار دی اور ان کی یہ خدمات سدا یاد رکھی جائیں گی۔ ہم سبھی ان کے اہل خانہ کے اس دکھ میں برابر کے شریک ہیں خداوند کریم انہیں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

جنت الفردوس میں خاص مقام عطا فرمائے آمین۔ فروری کا پرچہ اچھا معیاری اور منفرد پایا۔ سبھی احباب نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے قلم میں نکھار لاتے ہوئے تحریریں رقم کیں۔ میری تحریروں اور نگارشات کو پرچے میں جگہ عطا فرمانے پر ڈھیروں شکریہ اور دوست احباب اور نامور لکھاریوں کا انہیں سراہنے پر بھی شکریہ' جن احباب نے سلام و دعا کے نذرانے عطا کیے انہیں تہہ دل سے خلوص بھرا وعلیکم السلام جی...... ملازم حسین شیرازی' تحسین انجم انصاری' حنا بشریٰ پرچے کے ٹاپ کلاس لکھاریوں میں شامل ہیں اور الفاظ وفقرات کی ترتیب و انداز کو خوب پرکھتے ہیں جس سے تحریریں بامقصد اور خوبصورت ہوا کرتی ہیں۔ فوزیہ احسان رانا' ساگر تلوکر اور فری نعیم نے بھی منفرد اور اچھوتے خیال پیش کیے۔ مہر پرویز احمد دولو عورت کی مظلومیت اور کمزوری پر خوبصورتی سے قلم چلا رہے تھے تو اُم منابل وفا محبت جیسے منفرد موضوع پر رقم طراز تھیں۔ جو بے حد پسند آیا۔ بشریٰ خان' خالد محمود عاصی' روبی مریم حمید' مریم صدیقی' کاوش صدیقی' فرزانہ کنول صائمہ وحید' شیخ معظم الٰہی' عبدالغفار عابد بھی اس کارواں کے مسافر ہیں سبھی احباب نے اپنی اپنی سوچ کو بروئے کار لا کر سچی کہانیاں میں لفظوں کی کلیاں سی سجا دیں جن کی مہک سے دل و دماغ تروتازہ ہو گئے۔ محسن علی طاب نے تہمینہ راؤ سے ملاقات کروائی جو خوب رہی۔ اروشمہ خان' جون ایلیا' علامہ طالب جوہری' آصف بن سعید' تہمینہ عمیر' صدف تبسم اور علی تاسف کی غزلیں پسند آئیں۔ شمیم حسنین' رفعت خان' چوہدری یاسر وکی' رَیحان علوی' سبھی نے اچھی شاعری کی جو سراہنے کے قابل ہے۔ ملازم حسین شیرازی' حریم سلطان ساگری' عثمان انجم' حمیرا وحید اور نورین جبران کی ڈائری منفرد اور بامعنی رہی۔ پاکستانی شوبز بھی معیاری سلسلہ ہے۔ سچی کہانیاں کی پوری ٹیم نے پرچے پر خوب محنت کی۔ جس کے لیے منزہ سہام بہن اور پورا اسٹاف مبارکباد کا مستحق ہے۔ خداوند اس کارواں کی سبھی منزلیں آسان فرمائے آمین۔

☆حسن بھائی! یہ آپ سب کا خلوص ہی ہے جو سچی کہانیاں پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے سلیم اختر صاحب کے بارے میں جان کر دکھ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے آمین۔

✽ پرنس افضل شاہین' بہاول نگر سے لکھتے ہیں۔ پیاری باجی منزہ سہام مرزا السلام علیکم! اس بار سچی کہانیاں آٹھ تاریخ کو ملا اور گیارہ تاریخ کو تبصرہ ارسال کر رہا ہوں۔ دلکش سرورق دیکھ کر ہونٹوں پر یہ شعر آ گیا۔

جو دل کو اچھا لگتا ہے اس کو دوست کہتا ہوں
منافق بن کے رشتوں کی سیاست میں نہیں کرتا

آپ کے اداریے پر پہنچے تو آپ بچوں کو بگاڑنے کا ذمہ دار الیکٹرانک میڈیا کو ٹھہرا ہی تھیں یہ ہے بھی حقیقت کہ مصنوعات فروخت کرنے والوں کو اپنی مصنوعات کو فروخت کرنا ہے چاہے اس کا نتیجہ بھیانک نکلے۔ بچے بگڑیں یا معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو انہیں کوئی غرض نہیں۔ اشتہاری کمپنیوں کو اللہ ہی ہدایت دے۔ احوال میں سب سے پہلا خط چوہدری یاسر وکی کا تھا۔ یاسر صاحب مایوس نہ ہوں' آپی نے کہہ دیا ہے کہ دوبارہ بھیج دیں کیونکہ کوئی بھی رائٹر اپنی تحریر کو بغیر فوٹو کاپی کروائے ادارے کو نہیں بھیجتا۔ آپ اپنی کہانی دوبارہ بھیج دیں انشاء اللہ آپ کو مایوسی نہیں ہو گی۔ اگلا خط سلمان شبیر کا تھا۔ آپ کافی عرصہ بعد شرکت کر رہے ہیں۔ اپنی حاضری ہر ماہ لگوایا کریں تاکہ رائٹرز آپ کو بھول نہ جائیں۔ ویسے آپ کو تبصرہ اچھا لکھنا آتا ہے۔ فوزیہ اختر آپ مختصر تبصرے کی بجائے مفصل تبصرہ ارسال کیا کریں۔ راکی ولسن آپ کا تبصرہ بھی ننھا منا تھا۔ ایسے نہیں چلے گا آپ بھی مفصل تبصرہ ارسال کیا کریں۔ آگے بڑھے تو ایم حسن نظامی براجمان تھے آپ کا شعر کمال کا تھا اور تبصرہ بھی ہمیشہ ہی کمال کا ہوتا ہے۔ اچھا کیا آپ نے آپی کو ایوارڈ تقریب کی یاددہانی کروا دی۔ ملازم حسین شیرازی ہمیشہ کی طرح طویل اور جاندار تبصرہ لے کر حاضر ہوئے جی شیرازی بھائی یہ سچی کہانیاں کا ہی خاصہ ہے کہ ہر ماہ اٹھائیس تیس کہانیاں پیش کرتا ہے اور ہر کہانی ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہوتی ہے۔ رفعت خان' ہر رائٹر کو ہی اپنی کہانی شائع کروا کر ایسی ہی خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں خوشیاں دکھائے آمین۔ شمیم حسنین صاحب ہر وقت حق بات کہنا اور ڈنکے کی چوٹ پر کہنا اور حکمرانوں سے نہ ڈرنا یہ بھی کسی کسی کا کام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ادارے کو ایسے ہی ثابت قدم رکھے آمین۔ اروشمہ خان آپ اپنی شاعری نہ لگنے کا شکوہ کر رہی ہیں ہو سکتا ہے کہ آپ کی شاعری بے وزن ہو۔ آپ

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

دوبارہ کوشش کریں انشاء اللہ ضرور شائع ہوگی۔ ایم اے خالق بھٹی میں آپ کی ایک بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ مختلف شہروں میں ہونے والے ادبی پروگرامز تقریبات کی رپورٹ شائع ہونی چاہیے ہاں شادی بیاہ کی تقریبات کی رپورٹ اس میں شائع ہونے کی گنجائش نہیں بنتی۔ عبدالغفار عابد آپ بھی ہمیشہ ہی تفصیلی تبصرہ کرتے ہیں جی ہاں آخری نبی حضور ﷺ ایک ایسا ضابطہ حیات دے کر گئے ہیں کہ اس پر خود عمل پیرا ہوئے بلکہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کو فیضیاب ہونے کا طریقہ بتادیا ہے میرے' آپ کے والدین تمام جہان ان پر قربان' حنا بشریٰ' اتنے پیارے پیارے ٹائٹل ہوتے ہیں نہ جانے آپ کو کیوں پسند نہیں آتے۔ محسن علی طاب واقعی آپ کو سوالات پر توجہ دینی چاہیے۔ نسیم سکینہ صدف آپ بھی مختصر خط لکھتی ہیں۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔ ایم حسن نظامی صاحب نے حضرت خواجہ فرید مسعود گنج شکر کے بارے میں خوبصورت مضمون لکھا۔ اس شمارے میں ایم حسن نظامی کی کہانی گجرے بہت زیادہ پسند آئی۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ غزالہ طارق کو جنت میں جگہ دے اور سلمیٰ غزل کے شوہر کو بھی جنت میں جگہ دے آمین۔ شعروسخن میں رفعت خان' سلمیٰ غزل' شمیم حسنین' ڈائری میں ملازم حسین' عثمان انجم چھائے رہے۔ گیارہ دسمبر اور دس جنوری والے میرے خطوط آپ نے شائع نہیں فرمائے جبکہ لوگ آپ کو تبصرہ تیرہ تاریخ کے خط لکھتے ہیں وہ آپ شائع فرمادیتی ہیں کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے۔ میرے خط کہاں جاتے ہیں۔ اللہ ہی جانے' پھر بھی ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

☆ افضل بھائی! آپ نے 11 تاریخ کو خط پوسٹ کیا اور مجھے 17 تاریخ کو ایک بج کر دس منٹ پر ملا۔ درست کہا آپ نے اشتہاری کمپنیاں اس بات سے بالکل لاتعلق ہیں کہ کچے ذہنوں پر کیا اثر پڑتا ہے یہ رویہ صرف پاکستان میں ہی دیکھا کہ اپنے بچوں یا نئی نسل پر کوئی کام کرنے کو تیار نہیں اور آخر میں سب سے اہم بات آپ نے کچھ اہم سوالات اپنے خط میں کیے ہیں۔ مصنفین ان پر ضرور توجہ دیں۔

☆ اُم منال' ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں۔ جناب منزہ باجی السلام علیکم! امید کرتی ہوں خیریت سے ہوں گی اور ہمیشہ سے زیادہ خوش بھی ہوں گی۔ کیونکہ آپ کی سربراہی میں رسالہ دن بدن نکھرتا جارہا ہے اور معمول سے زیادہ جلدی بھی مل رہا ہے سب سے پہلے آپ کا اداریہ پڑھ کر بچپن کی یاد تازہ ہوگئی جب دسترخوان پر بیٹھ کر سننے کو ملتا تھا بسمہ اللہ پڑھی یا نہیں ہاتھ دھولیے یا اسی طرح آکر بیٹھ گئے ایسی باتیں تو اب ماضی کا حصہ بن گئی ہیں مگر تربیت یافتہ گھرانوں میں آج بھی زندہ جاوید ہیں جس جس نے میرے خط کو پسند کیا ان سب کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ دسترخوان چاہے کتنے ہی چائنیز' اٹالین' پیزا' برگر' لزانیا سے سجا ہو مگر جو بات اپنے دیسی کھانوں قورمہ' بریانی' پلاؤ' شامی کباب وغیرہ میں ہے وہ کسی اور میں کہاں اسی طرح دنیا میں ہزاروں زبانیں بولی جاتی ہیں اور تقریباً ہر زبان میں رسائل چھپتے ہیں مگر جو بات اردو زبان میں ہے وہ کسی اور میں کہاں کیونکہ اردو ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے ہم اردو سے ہیں اور اردو ہم سے ہے اردو ہی ہماری پہچان ہے بالکل اسی طرح اردو زبان میں بھی ہزاروں رسالے چھپتے ہیں مگر جو بات سچی کہانیوں میں ہے وہ کسی اور میں کہاں..... اللہ پاک ادارے کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دے اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف' آتش بہت پُراثر اور لازوال تحریر جس پر تبصرہ کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے ایسی تحریر جو ہمیشہ ذہنوں میں محفوظ رہے گی اور ایسے سینئر رائٹرز کے لیے سبق ہے جو طمانیت کے بخار میں مبتلا ہوتے ہیں واہ حنا بشریٰ آپ نے تو کمال کردیا عام ڈگر سے ہٹ کر ایک غیر معمولی تحریر پیش کر کے' ڈسٹ بن جب انسان اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کی تقدیر اس کا ساتھ دیتی ہے تو اس کے خلاف ہونے والی ساری سازشیں ناکام ہوجاتی ہیں یہی ہیرو اور اس کی ماں کے ساتھ بھی ہوا خواہش سے تکمیل تک واقعی رشتوں کی قدر تو کوئی اُن سے پوچھے جو رشتوں سے محروم ہوتے ہیں۔ خسارہ میں تو سب سے بڑا نقصان ایک وفادار عورت سمیرا کا ہی ہوا رانگ نمبر بے لگام خواہشات کے پیچھے بھاگنے والی لڑکیوں کے منہ پر طمانچہ تھی سبق آموز کہانی ہے۔ بیٹی مہر پرویز ایسی ہی ایک کہانی میں نے بھی اپنے بزرگوں سے سنی ہے کوشش کروں گی کہ وہ بھی لکھوں ایم اے خالق آپ کی خواہش بھی بہت جلد پوری کروں گی مگر کیا منزہ باجی وہ مضمون سچی کہانیوں کے معیار پر ہوگا یا نہیں' وعدہ خود سے کیے ہوئے عہد کی کہانی مگر بعض اوقات صلاحتیں انسان خود نہیں بلکہ حالات ضائع کردیتے ہیں گجرے دولت کے پیچھے بھاگنے والے اکثر اپنے

www.paksociety.com

مخلص رشتوں کو کھو دیتے ہیں پھر جب ان پر حقیقت کا ادراک ہوتا ہے تب انہیں احساس ہوتا ہے مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے کہ دولت کمانے کے چکر میں انہوں نے اپنے جن خونی رشتوں کو بھلا دیا تھا تو اب تو نہ وہ رشتے رہے اور نہ ہی پیسہ ان کے کسی کام آیا۔ ماں کا خواب پڑھ کر اسکول کے زمانے کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ لیکن دنیا کے سارے غم ایک طرف اور اولاد کا غم ایک طرف' اولاد کی موت کا کرب تو وہی سمجھ سکتے ہیں جو اس حادثے سے گزر چکے ہوں اگر بچہ اس عمر میں انتقال کر جائے جب اس کی جگہ پُر کرنے کے لیے دوسرے بہن بھائی آ جائیں تو اس بچے کا صبر آ ہی جاتا ہے مگر جوان اولاد کا خلا کبھی پُر نہیں ہوتا ہے اب ہو جائے تاریخی کہانی پر بات' میں کسی کی ذات کی نفی نہیں کر رہی ہوں مگر جو لوگ آج کل تاریخی کہانی لکھ رہے ہیں وہ بھی میری اس بات سے متفق ہوں گے کہ تاریخی کہانیوں میں تو منورہ نوری خلیق کا کوئی نعم البدل نہیں ان کی کہانی تو جتنی دفعہ بھی پڑھ لو ہر دفعہ ایک نیا مزہ دیتی تھی سچی کہانیوں میں وہ میری پسندیدہ رائٹر تھیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے آمین۔ بس یہی میری غلطی تھی یہ سبق صرف بیوی کے لیے ہی نہیں ہر اس عورت کے لیے ہو جو خود اپنے ہاتھوں اپنی ملکیت کسی اور کو سونپ دیتی ہیں چاہے وہ بہن ہو یا بیٹی ماں ہو یا بہو ظاہر ہے جو بیٹی اپنے والدین کا سب سے زیادہ مان رکھتی ہو والدین کا جھکاؤ اسی طرف ہو جاتا ہے جو بہن اپنے بھائی کا سب سے زیادہ خیال رکھتی ہو بھائی کی ساری محبت اور بہنوں کی بانسبت اسی بہن کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ماں شوہر سے بے وفائی کر کے بچوں کو چھوڑ دے تو دوسری ماں آ کر ان بچوں پر اپنا حق بنا لیتی ہے اور بالکل اسی اگر گھر کی پہلی بہوئیں اپنے شوہروں کو لے کر ساس سسر سے لڑ جھگڑ کر الگ ہو جائیں تو بعد میں آنے والی بہوئیں خود بخود بڑی بن جاتی ہیں پھر پہلی بہوئیں بڑا بننے کے لیے کتنا بھی ایڑھی چوٹی کا زور لگا لیں ان کی حیثیت اپنے سسر کے گھر میں ہمیشہ مہمان کی طرح ہی رہتی ہے۔ لاوارث ایسے معاملے میں بیٹی تو اپنے گھر سے مجبور ہوتی ہے مگر بیٹیوں کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اپنی بیویوں کی محبت میں انہوں نے اپنی جنت اپنے ہی ہاتھوں اجاڑ دی ہے مگر جب انہیں یہ بات پتہ چلتی ہے تو ان کی جنت ان سے روٹھ کر بہت دور جا چکی ہوتی ہے۔ اس وقت وہ صرف ہاتھ مسلتے رہ جاتے ہیں۔ بدنصیبی' زندگی کے محاذوں پر یہ کہانیاں بھی ایسے ہی موضوع کے گرد گھومتی ہوئی ہیں۔ گم نام راستے انسان جب صحیح مقصد بھی غلط راستے سے حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے اور بھول بھلیوں کے راستے پر چل کر غلط منزل پر پہنچ جاتا ہے اور گم نامی کی زندگی ان کا مقدر بن جاتی ہے یہی کچھ نیلم اور گل کے ساتھ ہوا فقط خاموشی ہے' ضروری نہیں ہے کہ اپنے حق کے لیے زبان ہی کھولی جائے جب انسان صبر اور ہمت سے کام لیتا ہے اور خاموشی اختیار کر لیتا ہے تو پھر اس کے حق کے لیے قدرت بولتی ہے اور جب فیصلہ اوپر والا کرتا ہے تو پھر انکار کی گنجائش نہیں رہتی کہتے ہیں ایک چپ سو کو ہراتی ہے حریم بھی خاموشی اختیار کر کے جیت گئی۔ فیصلہ صحیح وقت پر صحیح فیصلہ بہت سے لوگوں کی زندگیاں برباد ہونے سے بچا لیتا ہے۔ مگر اس کے لیے انسان کے پاس عقل اور سوجھ بوجھ ہونا لازمی ہے اور پھر اس درست فیصلے کو تسلیم کر لینا سب سے بڑی دانشمندی کی بات ہوتی ہے علی کے گھر والوں نے بھی عقل سے فیصلہ کر کے درست کیا غریب چائے ایک زبردست تحریر تھی اس کے ساتھ ہی اجازت پھر ملیں گے۔

☆ اُمِ مناہل! لاجواب تبصرہ اور وہ بھی بروقت میں تو بس یہی کہوں گی۔ 'تُسی تو چھا گئے ہو جی۔'

محمد زبیر ساگر' گوجرہ سے لکھتے ہیں۔ میری پیاری آپی منزہ سہام صاحبہ السلام علیکم! عرض یہ ہے کہ فروری کا شمارہ سچی

کہانیاں ملا تو دل کو سکون مل گیا جب کھولا تو دیکھا کہ کہیں نہ اپنا خط ملا اور نہ ہی کہانی 'بری نظر' ملی جنوری کے شمارے میں خط بھیجا تھا آپ نے شائع نہیں کیا دو خط اور ایک کہانی بری نظر آپ نے شائع نہیں کی چھ ماہ ہو گئے ہیں کہانی بھیجی ہے اور آپ کو مل بھی گئی تھی مگر آپ نے شائع نہیں کی کیا بات ہے آپ اتنی محنت سے لکھی کہانی ضائع کر دیں گی آپ ایسی تو نہیں تھیں اور خط بھی ہر بار شائع نہیں کرتی کیوں' پلیز میرا خط اور کہانی بری نظر مارچ کے شمارے میں شائع ضرور کر دینا تصویر کے ساتھ' پہلے تصویر بھیج چکا ہوں فروری کا سچی کہانیاں بہت بہت پیارا لگا کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں دوستوں کے تبصرے اچھے لگے ٹائٹل بہت ہی خوبصورت تھا مارچ کے سچی کہانیاں میں اپنا خط اور کہانی بری نظر کو شائع کر دیں۔

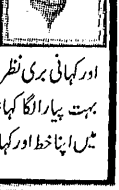

☆زبیر بھائی! آپ کی کہانی تلاش کر رہی ہوں جیسے ہی ملے گی یقین مانیں شائع کر دوں گی۔

☚راکی ولسن' سیالکوٹ سے لکھتے ہیں۔ آپی منزہ سہام السلام علیکم! خوبصورت ٹائٹل والا فروری کا سچی کہانیاں ملا ماشاء

اللہ سے ہر ماہ رسالہ بہتر سے بہترین ہوتا جا رہا ہے ایم حسن نظامی' ملازم حسین' محسن علی طاب اور حاجی مجید احمد جائی کو بہت بہت سلام' ایم حسن نظامی کی کہانی گجرے بہت اعلیٰ اور عمدہ کہانی تھی مجید احمد جائی کی غریب جائے اور کتاب تبصرہ بہت بہت پسند آیا۔ صائمہ وحید کی لاوارث اور ماریہ مجید کی فقط خامشی ہے بہت بہت اچھی لگی۔ گم نام راستے' مریم صدیقی کی کہانی بہت اچھی لگی محسن علی طاب کا کتاب تبصرہ اور انٹرویو بھی بہت اچھا لگا۔ اُم مناہل کی تحریر موتی بھی بہت اچھی تھی۔ اس ماہ کی کہانی بدنصیبی بہت بہت عمدہ اور اچھی تھی۔ شعرو سخن میں ایم حسن نظامی اور چوہدری یاسر وکی کی غزلیں پسند آئیں۔ آخر میں میری طرف سے تمام سچی کہانیاں کے رائٹرز کو بہت بہت سلام اور خاص طور پر ڈاکٹر طارق محمود آکاش کو ونرلسٹ میں آنے پر بہت بہت مبارکباد قبول ہو۔

☆ولسن بھائی! آپ کی تعریف سے سچی کہانیاں کے معیار کو مزید بلند کرنے کی تحریک ملی' امید کرتی ہوں ہر ماہ احوال میں اپنی شرکت یقینی بنائیں گے۔

☚ڈاکٹر طارق محمود آکاش' ڈسکہ سے لکھتے ہیں۔ محترمہ منزہ سہام سچی کہانیاں کی محنتی ٹیم اور تمام لکھنے اور پڑھنے والوں

کو ڈاکٹر طارق محمود آکاش کی جانب سے دھند اور کہر میں لپٹا محبتوں بھرا آداب' خدا اور اس کے محبوب ﷺ کے صدقے دعا اور امید یہی کہ آپ سب باخیریت ہوں گے خدا میرے وطن کے ہر ہر ذرے میں امن اور شانتی کر دے۔ خدا ہماری آپی فریدہ جاوید فری اور تمام بیماروں کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے بے اولادوں کو نیک اور صالح اولاد عطا کرے آمین۔ اتنی شدید سردی میں گرمیوں والا لباس پہنے خوبصورت ماڈل سے سجا سچی کہانیاں 4 فروری کو ملا۔ ٹائٹل پر ونرلسٹ میں اپنا نام شامل دیکھ کر خوشی ہوئی۔ شکریہ تمام پڑھنے والوں کا جنہوں نے میری تحریر کو اس قابل سمجھا یقیناً اس طرح مزید لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اردشمہ خان' سلیمان شبیر' راکی ولسن' ایم حسن نظامی' رفعت خان' حنا بشریٰ' محسن علی طاب اور میری آپی نسیم سکینہ صدف کو میری تحریر پسند آئی آپ کی چاہت کا شکریہ' ایم حسن نظامی کیسے ہیں محترم' آپ کے میسجز سے صبح کا آغاز ہوتا ہے بہت شکریہ اور اس مرتبہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر کی تحریر سے سچی کہانیاں کا آغاز ہوا بہت عمدہ تحریر جزاک اللہ حاجی مجید احمد جائی ہمیشہ کی طرح کتاب تبصرہ کے ساتھ موجود ہیں۔ پیِ ازم ملازم حسین شیرازی صاحب کی اچھی تحریر تھی۔ ڈسٹ بن فوزیہ احسان رانا کی کہانی بہت پسند آئی۔ اُم مناہل آپ کی کہانی موتی اچھی تحریر تھی۔ گجرے ایم حسن نظامی واہ جی واہ عمدہ رائٹر کی بے مثال تحریر بدنصیبی خالد محمود عاصی ماشاء اللہ سے سچی کہانیاں کے ریگولر رائٹرز میں شامل ہوتے جا رہے ہیں خوش رہیے سر جی' لاوارث صائمہ وحید کی عبرت انگیز تحریر بہت اعلیٰ رہی۔ اس ماہ کی سب سے عمدہ کہانی غریب جائے واہ حاجی صاحب کمال کی کہانی تھی آپ کی خوش رہیے آباد رہیے' فیصل مشتاق کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ آپ کہاں ہو چھوٹے بھائی؟ ماہنامہ سچی کہانیاں کی ڈسکہ میں ترسیل کیوں بند ہے۔ پلیز آپی اس کا پتہ کروائیے گا کیونکہ مجھے ایک سے زائد ڈائجسٹ لینا ہوتے تھے جو 2 ماہ سے نہیں مل رہے۔ آخر میں اتنا ہی کہوں گا کہ خوش رہیے خوش رکھیے۔ نماز اور قرآن میں باقاعدگی ہر مسئلے کا حل ہے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ڈاکٹر صاحب! آپ کو تو پتہ ہے کراچی میں ٹھنڈ نہیں آتی بس اسی لیے ماڈل بھی گرمیوں والا لباس پہنے ہوئے تھی۔ مگر اب کی رگ ظرافت کی میں قائل ہوگئی اس لیے جلدی سے مزاح نمبر کے لیے تحریر ارسال کر دیجیے میں انتظار کر رہی ہوں۔ سچی کہانیاں ڈسکہ میں کیوں نہیں مل رہا ہے سرکولیشن والوں سے پوچھنا پڑے گا۔

☚شمیم حسنین' حیدر آباد سے لکھتے ہیں۔ پیاری بہن منزہ سہام السلام علیکم! کشمیر ڈے پر ایک نظم ارسال کر رہا ہوں' ایک نظم بنجارا بھی ہے۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا' بھان متی نے کنبہ جوڑا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

مہذب خاندانوں میں بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ورنہ تو سب چلتا ہے۔ مرحوم عبدالقادر صاحب کی مغفرت کی دعا کر دی گئی ہے۔ ایم حسن نظامی کا مذہبی سلسلہ بہت خوب اور معلومات میں اضافہ ہے حنا بشریٰ' آتش' بشریٰ خان ماں کا خواب' غزالہ شیخ رانگ نمبر' وعدہ' اُم مناہل موتی نے بہت متاثر کیا۔

☆ شمیم صاحب! سچی کہانیاں آپ سب کی بدولت ہی معیاری ڈائجسٹوں میں شمار ہوتا ہے اس کے لیے میں بطور مدیرہ آپ سب کی شکر گزار ہوں۔

ملازم حسین شیرازی' بھکر سے لکھتے ہیں۔ پیاری بہن منزہ سہام صاحبہ امید ہے معہ اہل وعیال بخیریت اور باسلامت ہوں گی۔ سچی کہانیاں ماہ فروری ماشاء اللہ پوری آب و تاب سے جلوہ افروز ہے۔ سرورق میں ماڈل کے ہونٹوں پر سجے ہلکے تبسم نے سرورق کو خوشنما' خوش نمبر بنا رکھا ہے۔ اداریہ سب چلتا ہے صحیح فرمایا آپ نے لیکن یہ والدین کی غلطیاں نہیں بلکہ چشم پوشیاں اور کوتاہیاں ہیں جو آگے چل کر بچوں کی اخلاقی گراوٹ اور نقصانات کا سبب بنتی ہیں۔ مذکورہ شمارے میں شائع شدہ کہانیاں بلاشبہ چشم کشا اور شاہکار ہیں۔ ایم حسن نظامی کی تحریر کردہ اسلامی' تاریخی' قابل تقلید اور جوش افزا تحریر ہے واقعی بے مثال اور ذہن و شعور کو توانائیاں بخشتی داستان ہے قلم کی زور بیانی اور روانی قابل تحسین ہے ماشاء اللہ' مجید احمد جائی مصنفہ تحسین انجم انصاری کی کتاب 'میرے چارہ گر کو نوید ہو' پر تبصرہ شاندار اور معیاری ہے۔ آپ کی دوسری تحریر غریب چائے حقیقتاً عمدہ بیان کی گئی موجودہ دور کے المیوں کے تناظر میں یہ داستان اپنے جان کناں مسائل کی نشاندہی کرتی ہے بہت خوب' آتش' حنا بشریٰ کے بار اور قلم سے نکلی اذیتوں بھری داستان' ایک باصلاحیت' ٹیلنٹڈ ادیب جو جلن اور حسد کا شکار رہا خود تو مر گیا لیکن حاسد بھی مکافات عمل میں جکڑا گیا۔ رشک سے زندگی سنورتی ہے حسد سے ساری زندگی حاسد آگ میں جلتا رہتا ہے عبرت ناک کہانی' خواہش سے تکمیل تک ساگر تلو کر عجیب و غریب دلچسپ تحریر' بیٹی مہر پرویز دولو عبرت دیتی تلخ حقیقت' موتی اُم مناہل وفا شعار کتے کی اثر انگیز کہانی' گجرے ایم حسن نظامی دولت کے پجاری ہمیشہ دکھوں کی چادر میں لپٹے سکون کے متلاشی رہتے ہیں عبرت ناک عمدہ تحریر بدنصیبی خالد محمود عاصی سبق آموز بہترین کہانی' محسن علی طاب تہمینہ راؤ سے لیا گیا انٹرویو بہتر رہا زندگی کے محاذوں پر روبی مریم حمید ایک کڑوی سچائی نصیبوں جلی ایک دکھی ماں کی عبرت ناک کہانی' تحریر نہایت عمدہ اور لاجواب' رباط اسرار اور تجسس اور حیرتوں میں ڈوبا کامیاب سلسلہ' کوئی پچھتاوا نہیں حب الوطنی اور ایثار میں لپٹی خوبصورت تحریر نہایت عمدہ' بس یہی میری غلطی تھی عبدالغفار عابد بے سمجھی سے ادا کی گئی غلطی عمر بھر کا روگ بن جاتی ہے ایک اچھوتی سبق آموز عمدہ تحریر' رانگ نمبر غزالہ شیخ موجودہ دور کی تازہ ترین اور مشہور ایجاد موبائل جس کے فوائد تھوڑے اور نقصانات ڈھیروں ہیں جو نئی نسل کو بربادی کی طرف لے جا رہی ہے بہت خوب لکھا باقی کہانیاں ڈسٹ بن' خسارہ' ماں کا خواب' گم نام راستے' وفا' لاوارث' فیصلہ' وعدہ' فقط خاموشی بہترین رہیں افسوس کہ تبصرہ نہ کر سکا۔ شعر و سخن ڈائری' پاکستانی شوبز نہایت مناسب اور عمدہ رہے۔ سلیمان شبیر کافی عرصہ بعد آپ کی شرکت ہوئی خود ساختہ رائٹرز کے بارے میں صحیح لکھا وقتی طور پر تو یہ اپنے آپ کو متعارف کر کے خود ستائشی اور خود نمائی کا پرچار کرتے ہیں لیکن آخر انجام اندھیروں میں گمنامی کی صورت میں ملتا ہے ہر کمال را زوال' ایم حسن نظامی آپ کے خطوط میں ادبی مٹھاس اور علمی و معلوماتی چاشنی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ شمارے میں آپ کی آراء اور لگن ارئین کے لیے قیمتی مواد کی صورت میں حاصل ہوتا ہے لکھاری کی تحریر پر بے لاگ تبصرہ اور قارئین میں دلچسپی اجاگر کرنا آپ کی ادبی خدمات ہیں جنہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا ماشاء اللہ' رفعت خان آپ کی کہانی حکمت خدا اس قابل تھی کہ اسے شائع کرنا ایڈیٹر کے لیے کوئی تامل نہ تھا مبارکباد' شمیم حسنین یکم جنوری آپ کا یوم پیدائش دلی مبارکباد' میری تحاریر کہانیاں پسند کرنے کا شکریہ اروشمہ خان مختصر خط تھا لیکن دلچسپ رہا۔ ایم اے خالق بھٹی خوبصورت اور بہترین خط لکھنے میں آپ کی ادبی مہارت قابل تحسین ہے خط لاجواب لکھتے ہیں' عبدالغفار عابد آپ کے مفصل خطوط میں قارئین کے لیے یقیناً دلچسپی کے عناصر ملتے ہیں لکھیت جو تحریر کرتا ہے اگر قاری شوق و اشتیاق سے پڑھے تو یہ ادیب کے لیے نہایت امید افزا قرار پاتا ہے خط عمدہ اور معلومات سے مزین ہے بہت خوب' حنا بشریٰ شمارے میں آپ کی تحاریر کو سب سے پہلے دیکھا اور پڑھا جاتا

Wadar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہے۔ انداز تحریر طرز بیان الفاظ کا چناؤ اور ترتیب اور جملوں میں ان کا استعمال آپ کے قلم کی استقامت ہے میری کہانیاں، خطوط کو پسند کرتی ہیں میرے لیے باعث اطمینان ہے۔ سالوں سے دعاؤں میں یاد رکھتی ہیں اس کے شکریہ کے لیے الفاظ نہیں میرے پاس، سلامت دسکھی رہیں۔ محسن علی طاب مختلف لوگوں سے انٹرویو لینا معمولی امر نہیں، اس جذبہ واقدام کو قدر کی نگاہ سے پرکھا جاسکتا ہے، نسیم سکینہ صدف خط مختصر لکھا لیکن دلچسپی برقرار رہی کھانے پینے کی بہت شوقین لگتی ہیں مشاء اللہ، سیدہ مون بخاری ڈاکٹر جویریہ ندا ارشد اقبال چوہان کی شمارے میں کمی محسوس ہوئی نہ جانے کس جہاں میں کھوگئے پیاری بہن، شمارے میں کہانیاں زیادہ اور خطوط کم ہیں لیکن توازن اور دلچسپیاں برقرار رہیں۔ نہایت قابل ستائش آپ کی صحت کے بارے میں دل سے دعائیں ہیں۔ دانیال نے وکالت کے پُرخار سفر میں قدم رکھا کامیابی کے لیے دعائیں ہیں کیسے کیسے لوگ کا پارٹ ٹو، ہپی ازم کی اشاعت کے لیے شکریہ خط ہذا کے ساتھ کراچی سے گوادر کا دوسرا حصہ ارسال خدمت ہے زندگی نے جو تجربات دیے ہیں وہ امانت اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ خدا کرے ان سے معلومات، سبق پیغام پاسکیں۔ ایک دوست اعجاز حسین پراچہ کی غزل ارسال ہے اس کی شعروسخن میں اشاعت کے لیے استدعا ہے۔

☆ شیرازی بھائی! طبیعت اب بہتر ہے میں تو آپ سے شرمندہ ہوں ایک چھوٹا سا کام آپ نے میرے ذمے لگایا تھا وہ بھی اس بیماری کی نظر ہوگیا اب جب کراچی آمد ہو ضرور آفس تشریف لائیے گا۔

ثمر احمد، بفرزون کراچی سے لکھتی ہیں۔ السلام علیکم! آپ کیسے ہیں سب؟ سچی کہانیاں ماشاء اللہ کل بھی بہترین تھا آج مزید بہترین ہے میں کافی سالوں بعد پھر سے سچی کہانیاں کا حصہ بننے آئی ہوں میری تحریر شائع ہونے کے معیار کی ہو تو ضرور جگہ دیجیے گا شکریہ، سب لکھنے والے بہترین ہیں خدا آپ سب کو مزید ترقی دے آمین۔

☆ ثمر! خط نئے پتے پر لکھو تمہارا یہ خط مجھے اتفاقاً مل گیا ورنہ یہ پتہ چھوڑے ہوئے ہمیں 5 سال ہوگئے ہیں۔

ملک صفدر خان، لاہور سے لکھتے ہیں۔ السلام علیکم! امید کرتا ہوں مزاج بخیر ہوں گے۔ آغازِ کلام کرنے سے پہلے وضاحت کردوں کہ میں ناصر صاحب کے دور کا لکھاری ہوں ان کے دور میں چند تحریرین بھیجی پھر کاشی صاحب کے آنے کے بعد یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکا مگر سچی کہانیاں کا خاموش قاری ابھی ہوں، اس لیے مہربانی فرما کر مجھے کسی ایڈیٹر کا 'چمچہ' نہ سمجھیے گا نہ ہی حالیہ نہ ہی سابقہ سچ کہوں تو مجھے ذاتی طور پر نہ ہی منزہ صاحبہ کا دور پسند آیا اور نہ ہی کاشی صاحب کا اور اس کی وجہ دونوں ایڈیٹرز کے اختلاف اور اس کے نتیجے میں رائٹروں کی شامت، یہاں تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ دشمنی نبھائی جاتی ہے اور مجھے عادت ہے حق بات کہنے کی، چند لگ ہیں ابھی بھی جو صرف ادب کا شغف رکھتے ہیں۔ وہ فراغ دل بھی ہیں اور اعلیٰ ظرف بھی، ان کا یہاں ذکر نہ کرنا زیادتی ہوگا جن میں شیرازی صاحب، نظامی صاحب، پیر نوید شاہ، ڈاکٹر جویریہ اور حنا بشریٰ وغیرہ جو صرف رائٹروں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور انہی کے دم سے احوال کی رونق برقرار ہے۔ میں پہلے بھی وضاحت کرچکا ہوں کہ میں یہ خط کسی ایڈیٹر کی حمایت یا مخالفت میں نہیں لکھ رہا اور نہ ہی کسی 'خاص' رائٹر کی حمایت میں، میں ہر اس رائٹر کی حمایت میں بول رہا ہوں۔ محترمہ ایڈیٹر صاحبہ جس شکایتی ٹولے نے آپ کے سامنے رائٹروں کے منظور نظر ایڈیٹرز اور ایڈیٹروں کے منظور نظر رائٹروں کی نشاندہی کی تھی ان سے میرا سوال ہے کہ ان رائٹروں کا بھلا کیا قصور ہے جنہیں ایوارڈ دیے گئے کیا انہوں نے ایوارڈ لینے ک یلیے کسی کے پیر پکڑے تھے کہ ہمیں ایوارڈ دیے جائیں۔ کچھ رائٹروں اور احوالیوں نے اسی تقریب کو اور ایوارڈ یافتہ رائٹروں کو لے کر اس بات کو انا کا مسئلہ بنالیا ہے مجھے تو لگتا ہے یہ معاملہ تو مسئلہ کشمیر سے بھی زیادہ سنگین ہوگیا ہے۔ نا جانے بے چارے رائٹروں نے ایوارڈ لے کر کون سا ایسا کیچڑ شفاف آئینے پر پل دیا ہے کسی کو اپنی شکل ہی اس میں نظر نہیں آتی، میرے خیال میں ان حاسدوں کو اپنا چہرہ اس آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ جنہیں حسد نے ایک پل بھی قرار نہیں لینے دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایوارڈ کے حق دار وہ لوگ تھے اور دیے کسی اور دیے گئے اگر واقعی کسی نے آپ کا حق کسی ناحق کو دے دیا ہے تو یقین کریں کہ اللہ کی ذات بہترین مصنف ہے وہ سب جانتا ہے اور حساب لے گا مگر ایڈیٹر صاحبہ آپ اور وہ حاسد ٹولہ جو بہت پریشان ہیں تو آپ سب سے التماس ہے کہ خدارا ان لوگوں کا دل تو مت توڑیے جو کسی بھی نون لیگ کا حصہ نہیں ہیں انہیں سابقہ ایڈیٹرز کے حوالے سے طعنے دیے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

جاتے ہیں۔ کبھی ان کی تحریروں پر بلاوجہ کی تنقید کی جاتی ہے۔ تو کبھی ان کی تحریر کا ذکر ہی جلن وحسد کے مارے گول کر دیا جاتا ہے ایڈیٹر صاحبہ آپ بقول واقعی تربیت کی کمی ایسے رویوں سے ظاہر ہوتی ہے جب انسان دوسرے کی کامیابیوں سے جلنا حسد میں مبتلا ہوتا ہے۔ ایڈیٹر کے پاس شکایتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے لگائی بجھائی کی جاتی ہے اور معذرت کے ساتھ ایڈیٹر صاحبہ اتنی کانوں کی کچی بغیر تصدیق کے ان حاسدوں کی باتوں میں آ جاتی ہیں' افسوس صد افسوس' میں تو کہتا ہوں کہ دوشیزہ کی طرح سچی کہانیاں کی بھی ایوارڈ تقریب کریں میرٹ پر لکھاریوں کی فہرست تیار کی جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے آپ سے سوال کچھ پوچھنا چاہتا ہوں کہ 2017ء کے بعد سچی کہانیاں کی ایوارڈ تقریب کیوں نہیں ہوئی کیا وہ اس ادارے کا رسالہ نہیں کیا دوشیزہ کے لکھاریوں کی طرح سچی کہانیاں کے لکھاری احترام واکرام کے حقدار نہیں' کیا ان کی تعریف وتوصیف محفل میں نہیں ہونی چاہیے؟ اور دوشیزہ میں ایک لکھاری دو تین ایوارڈ اگر حاصل کرے تو کیا اس کے حوالے سے ایڈیٹر صاحبہ کے کان بھرے جاتے ہیں حاسد ٹولہ اس کے خلاف متحرک ہوتا ہے اگر نہیں تو پھر سچی کہانیاں میں ایسا کیوں؟ مجھے سابقہ ایڈیٹر کاشی صاحب سخت ناپسند ہیں مگر ان کا یہ واحد کارنامہ جو انہوں نے رائٹروں کو ان کے حق کی صورت میں ایوارڈ سے نوازا قابل تعریف ہے۔ ایڈیٹر صاحبہ آپ ایک باہمت' دانا اور سلجھی ہوئی ایڈیٹر ہیں مجھے یقین ہے لکھاریوں کی حمایت میں لکھے اس خط کو اہمیت دیتے احوال میں شامل کریں گی اور ان تمام باتوں پر غور کریں گی جن کی طرف میں نے توجہ دلائی۔

☆ میرے بھائی آپ کا خط صرف اس لیے شائع کیا ہے کہ آپ یہ شکوہ نہ کریں کہ مدیرہ خط بھی شائع نہیں کرتیں مگر میرا مشورہ ہوگا کہ اب اس بے کار کی بحث سے نکل آئیں جس کو لکھنا آتا ہے وہ سچی کہانیاں میں موجود ہے ایک بات ذہن میں ضرور رکھا کریں کہ میں صرف مدیرہ نہیں بلکہ تنخواہ دار ادارے کی مالک بھی ہوں لہٰذا میرا کسی کی طرف کبھی بھی کوئی جھکاؤ نہیں ہو سکتا مجھے اپنے دونوں رسالے اولاد کی طرح عزیز ہیں اور میں صرف ان کے معیار کے مطابق بھیجی گئی تحریر شامل کرتی ہوں۔ ہاں جو لوگ احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں وہ زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

✤ حمیرا انجم وحید' واہ کینٹ سے لکھتی ہیں۔ السلام علیکم! آپی اللہ پاک آپ کو زندگی کے اتار چڑھاؤ میں کامیابی عطا فرمائے آمین خطوط اچھے تھے۔ جن رائٹرز کو میرا تبصرہ اور میری تحریر پسند آئی ان کی بے حد مشکور ہوں کہانی ماں کا خواب آنکھیں نم کر گئیں اولاد کھونے کا دکھ ایک ماں کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے۔ کہانی بدنصیبی دنیا کی موجودہ حالات کی عکاسی کر رہی تھی۔ لاوارث بھی اچھی تحریر تھی۔ ایسی عورت خود بھی بدقسمت تھی اور اس کا خاندان بھی' کہانی وفا میں شوہر نے اپنی وفا اور محبت نبھائی۔ شعر وسخن میں اچھی شاعری پڑھنے کے لیے موجود تھی۔ امید کرتی ہوں میری شاعری بھی جلد آپ سچی کہانیاں کے صفحات کا حصہ بنائی گی۔ باری باری تمام رائٹرز کی تحریروں کو موقع دینا آپ کے لیے بہت محنت طلب کام ہے اور تمام خطوط کی رائے دینا آپ کی محبت اور اعلیٰ ظرفی ہے۔ اس بار پرچہ کافی لیٹ ملا جس کی وجہ سے زیادہ مطالعہ نہیں کر پائی۔ مزید مطالعہ کیا تو لیٹر شامل نہیں ہو سکے گا۔ گزشتہ ماہ بھی لیٹر شامل نہیں ہو سکا زندگی نے وفا کی تو اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی۔

☆ حمیرا! سچی کہانیاں تمہیں اچھا لگا جان کر خوشی ہوئی۔ کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ سب کو موقع ملے اور وہ اپنا اپنا حصہ شمارے میں ڈالیں۔ میں منتظر رہوں گی اگلے ماہ تمہارے مفصل خط کی اور خاص نمبر کے لیے تمہاری تحریر کی۔

✤ فریدہ فری' لاہور سے لکھتی ہیں۔ پیاری منزہ سہام صاحبہ السلام علیکم! فروری کا سچی کہانیاں ملا جنوری کا میگزین تو دیر سے ملا تھا اور پھر میرا تبصرہ بھی شائع نہ ہو سکا اب بھی بے حد بیمار ہوں مگر شرکت تو لازمی ہے کیونکہ یہ ہمارا فیورٹ میگزین ہے کیونکہ میں افسانوں سے زیادہ کہانیاں پسند کرتی ہوں اس مرتبہ بھی سب کی تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں سب چلتا ہے منزہ جی نے خوب لکھا۔ آتش حنا بشریٰ کی لاجواب تحریر' اسلامی کہانی ایم حسن نظامی صاحب کی بہت ہی اچھی لگی۔ فرزانہ کنول کی بے وفا' لاوارث اور ماں کا خواب بشریٰ جی خوب لکھا۔ موتی اُم مناہل' بیٹی' رانگ نمبر' گم نام راستے' وعدہ' وفا فرزانہ کنول ایک سے بڑھ کر ایک پڑھ کر مزہ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

آ گیا۔ احوال میں سب کے نام جگمگا رہے تھے۔ نسیم سکینہ صدف بے حد سلام اور دعا' ایم حسن نظامی اور ایم اے خالق بھٹی یاد کرنے کا بے حد شکریہ تمام احوالیوں اور آپ کو بے حد سلام اور دعا پرنس افضل بھائی غیر حاضر کیوں ہیں۔ عبدالغفار بھائی نے بے حد شاندار تبصرہ کیا کیا بات ہے۔

☆ فریدہ جی! اپنا خیال رکھا کریں میں آپ کو کئی دنوں سے یاد کر رہی تھی آپ کا خط ملا تو تسلی ہوئی' شمارہ پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔

☼ قاری عثمان غنی' سرائے عالمگیر سے لکھتے ہیں۔ محترمہ مدیرہ صاحبہ السلام علیکم! میں سچی کہانیاں کا بہت پرانا قاری تو نہیں مگر سچی کہانیاں نے کم عرصے میں گرویدہ کر لیا ہے۔ اس میں معاشرے کی درست عکاسی کرتی تحاریر کو جگہ ملتی ہے۔ میں الحمدللہ ثناء خواں رسول ہوں اور میرا انٹرویو سچی کہانیاں کے روشن صفحات پر چمک چکا ہے اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ میں نے اپنی بہن مون شاہ کے کہنے پر قلم آزمائی کی اور اس سلسلے میں اپنی تحاریر آپ کو ارسال کیں' جلد اشاعت کا منتظر ہوں۔ ماہ فروری کا شمارہ حسین تحریروں سے مرصع تھا جس میں چار چاند آپ کے اداریے نے لگائے ہیں واقعی سب چلتا کی گردان بڑے نقصان کا پیش خیمہ ہے۔ سچی کہانیاں کے سب لکھاری عمدہ ادب تخلیق کرتے ہیں اور اسلامی مضامین رسالے کا حسن دوآتشہ کرتے ہیں میں نے سب سے پہلے بیٹی پڑھی بہت اچھی لگی اس کے علاوہ خواہش سے تکمیل تک کی پہلی لائین سورج مغرب کی پناہ میں کھو چکا تھا پسند آئی کہانی سمیت' صائمہ وحید کی لاوارث موثر تحریر تھی۔ رانگ نمبر نے گہری فکر میں ڈال دیا کہ ہماری نسل کیسے بے راہ روی کا شکار نہ ہو جب پختہ عمر کے لوگ ہی اوٹ پٹانگ حرکتیں کریں۔ ابھی تک رسالہ اتنا ہی پڑھ پایا۔ آپ کی حوصلہ افزائی شامل حال رہی تو آئندہ بھی حاضری دوں گا۔

☆ قاری صاحب! احوال میں شرکت کر کے آپ نے مدیرہ کو شکریہ کا موقع دیا ہے امید کرتی ہوں کہ اب آپ پابندی سے سچی کہانیاں کا حصہ بنتے رہیں گے۔

☼ حافظ مون بخاری' سرگودھا سے لکھتی ہیں۔ پیاری آپی منزہ سہام' السلام علیکم! ماہ فروری کے شمارے کا سرورق کچھ خاص نہیں تھا آپ کا اداریہ معاشرتی رویوں کی منہ بولتی تصویر تھا۔ ایم حسن نظامی کے قلم سے نکلا مضمون بہت ایمان افروز رہا۔ حنا بشریٰ صاحبہ نے آتش لکھ کر دل جیت لیا۔ ڈسٹ بن نہایت اچھی تھی۔ مصنفہ نے (......) لوگوں کی خوب اچھی طرح نشاندہی کرتے ہوئے موثر پیغام دیا۔ گجرے منفرد موضوع کے ساتھ ہلکی پھلکی سی لگی سینئر مصنفین مثلاً ملازم حسین شیرازی' ایم حسن نظامی اور مہر پرویز دولو کی کیا بات ہے ہر تحریر شاہکار ہوتی ہے۔ بالخصوص ملازم حسین شیرازی صاحب کے تجربات سے بھری زندگی پر مبنی کہانیاں حوصلے کے ساتھ معلومات کا باعث بنتی ہیں۔ پچی ازم بھی ان کی ایسی ہی غیر معمولی تحریر ہے۔ اس مرتبہ نئے لکھاریوں کے نام بھی جگمگا رہے تھے ان سے کہوں گی محنت جاری رکھیں کامیابی نصیب ہوگی۔ تمام احباب کی شکر گزار ہوں جنہوں نے حضرت یوسفؑ کی حیات طیبہ پر میرا مضمون پسند کیا۔ خاص طور سے محترم ملازم حسین شیرازی' محترم ارشد اقبال چوہان اور ایم حسن نظامی صاحب کا شکریہ' اجازت چاہتی ہوں امن و سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ......

☆ مون! بھئی پورے شمارے پر تبصرہ کیا کرو تا کہ ونر کا فیصلہ کرنے میں آسانی ہو اس بار تو تم نے صرف چند کہانیوں کے بارے میں ہی قلم اٹھایا ہے اور ان لوگوں کی تحریر پر قلم اٹھایا ہے جن کے بارے میں کچھ بھی کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

☼ حنا بشریٰ' لاہور سے لکھتی ہیں۔ السلام علیکم! امید ہے منزہ آپی سمیت سب احوالی خیر و عافیت سے ہوں گے۔ فروری کا شمارہ 14 تاریخ کو ملا شمارے سے متعلق بات کرنے سے پہلے دو اہم باتیں کرنا چاہوں گی۔ بہت طویل عرصے کے بعد رائٹر (بشریٰ خان) نظر آئیں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ وہی بشریٰ خان ہیں جن کی تحریر اپنے پرائے میرے نام سے شائع ہو گئی۔ آج بھی مجھے اس کا شدید افسوس ہے ایک لکھاری کے لیے ایسی غلطی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اگر آپ وہی ہیں تو درخواست کروں گی کہ اگلے شمارے میں چاہے دو لائنوں میں ہی اس کی تصدیق کریں اور دوسری اہم بات

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

قصوروان کون ملازم بھیا' پڑھ کر حیران رہ گئی۔ بھیا اللہ نے آپ کی زندگی کی حفاظت کی اس کا شکر' اور میری نظر میں ہر بے حس و بے ضمیر شخص ایسے واقعات کا قصور وار ہے۔ مرحومہ غزالہ طارق کی مغفرت کے لیے ڈھیروں دعائیں فریدہ فری صاحبہ اب آپ کیسی ہیں اللہ آپ کو صحت سلامتی دے سب چلتا ہے بہت حساس موضوع کا حامل تھا خطوط اس بار کافی تھے نسیم سکینہ صاحبہ کا خط اور آپی آپ کا جواب مزہ دے گیا۔ ملازم بھیا' حسن نظامی' محسن علی طاب' خالق بھٹی سمیت باقی سب پڑھنے والوں کی شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسندیدگی کی سند عطا کرتے ہیں' آپ کی سب کی حوصلہ افزائی ڈھیروں خون بڑھا دیتی ہے خوش رہیں ہی پی ازم خوب رہی گجرے' بیٹی' موتی' ڈسٹ بن' اس ماہ کی شاہکار تحریریں تھیں ماں کا خواب حساس موضوع لیے تھی۔ بشریٰ کا انداز تحریر کمال' غریب چائے نام سے ہی منفرد' فقط خامشی' رانگ نمبر' خسارہ بھی اچھی لگیں۔ عبدالغفار عابد بھیا نے بھی پُر اثر تحریر دی۔ لاوارث نے دکھی کر دیا۔ ساگر تلوکرا اچھی تحریر لے کر حاضر ہوئے نظامی بھائی کا مضمون بابا فرید شکر گنج یہ کمال بے حد معلوماتی جزاک اللہ' بھیا روحانی نمبر کے لیے بھی کسی ولی اللہ پر شاندار مضمون لکھیے شاعرہ اور افسانہ نگار تہمینہ راؤ پسند آئیں اور ان کا انٹرویو بھی اگر کچھ اشعار بھی شامل کر دیے جاتے تو انٹرویو کو چار چاند لگ جاتے۔ گم نام راستے اچھے موضوع پر تھی گڈ' شعر وسخن اور ڈائری اس بار کافی دلچسپی سمیٹے ہوئے تھی۔ آتش کی اشاعت پر شکر گزار ہوں آپی اس بار سرورق پھر ڈاؤن جیسے ماڈل کے کپڑے ہیں اسی رنگ کا بیک پرنٹ اگر بیک پرنٹ (سمپل لائٹ) کلر کا ہوتا تو کیا ہی بات ہوتی' رباط دیکی ہی بھرپور عمدگی سے آگے بڑھ رہی ہے ویلڈن' یہ ہوا تبصرہ مکمل اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ پاک ہماری دنیا بھی اچھی کرے اور آخرت بھی اور ہمارا شمار اپنے مقرب بندوں میں کرے آمین۔

☆ ڈیئر حنا! جامع اور بہترین تبصرہ بھیج کر تم نے احوال کو چار چاند لگا دیے روحانی نمبر کے لیے تمہاری تحریر مل گئی ہے۔ مگر مزاح نمبر کے لیے میں کہانی کی منتظر ہوں۔

❁ محسن علی طاب' ساہیوال سے لکھتے ہیں۔ السلام علیکم آپی منزہ سہام اللہ پاک آپ کو صحت اور ایمان والی لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔ سچی کہانیاں فروری 2020ء کے شمارے کا سرورق خوبصورت تھا ونرز کو مبارکباد' انٹرویو شامل کرنے پر شکریہ آپی مزید یہ کہ اگلی بار سوالات مختلف ہوں گے انشاء اللہ آپ کا اداریہ خوب تھا۔ مجھے جن کے خطوط پسند آئے ان کے نام حسن نظامی' ملازم حسین' رفعت خان' حنا بشریٰ' اروشمہ خان' خالق بھٹی اور عبدالغفار عابد پسند آئے۔ حنا بشریٰ محی الدین صاحب میرے استاد دیا خانم کے نام سے لکھتے تھے۔

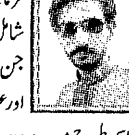

اسی طرح میرے دوسرے استاد کے بھی دوست ہیں اپنی بیوی کے نام سے خواتین کے شماروں میں لکھتے رہے بینا ناز ایک مشہور رائٹر ہے لیکن وہ اصل میں مرد ہے اور درزی ہے اس کے ناولز مشہور ہے بس انہی کو دیکھ کر لکھتا رہا میں نے عنایت اللہ صاحب کی طرف دیکھ کر تین دوسرے مردانہ ناموں سے بھی لکھا۔ امید ہے آپ کے علم میں اضافہ ہوا ہوگا۔ سلامت رہیں کتاب تعارف ٹھیک تھا۔ حسن نظامی بھی عمدہ اسلامی تحریر لائے مجھے جو تحریر پسند آئیں ان کے نام فوزیہ احسان رانا آپی نے کمال لکھا ڈسٹ بن زبردست' میری دوسری بہنوں فرزانہ کنول وفا' اور مریم صدیقی گم نام راستے کے ساتھ چھا گئی۔ غزالہ شیخ رانگ نمبر اچھا لکھا وعدہ ایمن حسن عمدہ لکھا گجرے حسن نظامی زبردست آتش حنا بشریٰ ویلڈن' رباط کے ساتھ کاوش صدیقی بھائی بھی چھائے ہوئے تھے اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے باقی شمارہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ ایک کہانی کالا الو اور ڈائن اسی خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں امید ہے آپ کو پسند آئے گی قریبی اشاعت میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

☆ محسن! آپ کے خط میں کوئی جواب طلب بات نہیں تھی اس لیے فقط شکریہ کہ بروقت احوال میں شرکت کی۔

❁ عبدالغفار عابد' چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں۔ السلام علیکم! امید ہے آپ سبھی لوگ خیریت سے ہوں گے فروری کا پرچہ بروقت ملا احوال کی پررونق محفل میں تمام لوگ ایک دوسرے تک اپنے خیالات پہنچا رہے تھے ہونا بھی ایسا ہی چاہیے اسی طرح سب تحریریں معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں اور اچھائیوں کی نشاندہی کر رہی تھیں اداریہ بھی قابل تعریف تھا یہ جو سب چلتا ہے' ہے نا اس پر ضرور غور کرنا ہوگا اگر غور نہ کیا تو ڈر ہے کہ کہیں والدین کی تربیت ہی بے اثر نہ ہو جائے۔ ملازم حسین شیرازی آپ بالکل صحیح کہتے ہیں حقیقت بھی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

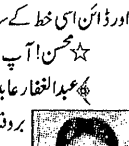

یہی ہے کہ شور کھلاڑی نہیں تماشائی کرتے ہیں مگر بھائی کبھی کبھی ان تماشائیوں کی اوچھی حرکتوں کی وجہ سے مجھے اپنے ہی ادبی اصول توڑنے پڑتے ہیں خیر میں آپ کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا' ایم حسن نظامی ادیب کے ساتھ دشمنی اس کی غلطی کو چھپانا ہے یہ تو پھر وہی بات ہوئی کہ چھوڑیں یہاں سب چلتا ہے۔ سلیمان شبیر اور فوزیہ اختر آپ دونوں کی واپسی سے اس محفل کی رونق میں اضافہ ہوگا سلیمان بھائی پہلے جو کچھ ہوا اسے بھول جائیں بس آگے کا سوچنا ہے ہم نے' سسٹر رفعت خان ہم سب یہاں ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کے لیے تو اکٹھے ہوتے ہیں۔ اقراء جبار کامیابی کی پہلی سیڑھی ٹائم ٹیبل ہوتا ہے جو آپ نے ابھی تک نہیں بنایا 24 گھنٹوں میں کتنا اور کون سا وقت ادب کو دینا ہے اس کا فیصلہ آپ کو کرنا پڑے گا۔ صائمہ سچی کہانیاں پڑھتے آپ کو اتنا عرصہ ہوگیا اب تو اس محفل میں آپ کی حاضری ہونی چاہیے۔ اب ایک نظر کہانیوں پر انسانی زندگی' تجربات' مشاہدات اور نصیحتوں سے عبارت ہے روح اور جسم کے باہمی تعلق ہی کو اس دنیا میں زندگی تصور کیا جاتا ہے روح جب انسانی جسم کا لباس اتار دیتی ہے تو جسم اپنی حیثیت کھو دیتا ہے تمام تعلق اور رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔ مہر پرویز احمد دولو کی بیٹی' روبی مریم حمید کی زندگی کے محاذوں پر اور خالد محمود عاصی کی بدنصیبی پڑھ کر پتہ چلا کہ عورت کتنی بے بس اور مجبور ہے آج عورتوں کے حق میں بڑے بڑے مقدس جملے استعمال کیے جاتے ہیں اچھی اچھی نیک باتیں ہوتی ہیں جو صرف باتیں ہوتی ہیں لفظ ہوتے ہیں ان لفظوں سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا۔ مقدس جملوں سے عورت کو وہ حقوق نہیں مل سکتے جس کی وہ حقدار ہے تحقیق کے مطابق عصمت روشی میں سب سے بڑی وجہ غربت ہے غربت پاکستان کے ہر قصبے' شہر' گاؤں اور دیہات میں کسی نہ کسی طور پر موجود ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس ملک میں شدید مفلسی سر بازار رقص کر رہی ہے تو بے محل اور بے جا نہ ہوگا بالکل اسی طرح سماجی اور معاشرتی ناانصافی بھی اس کی بنیادی وجوہات میں شامل ہیں ہمارے ملک میں عدالتی انصاف تو خیر نہ ہونے کے برابر ہے مگر معاشرتی بے انصافی بھی عروج پر ہے ایسی ایسی تلخ کہانیاں ہیں کہ انسان کی روح لرز جاتی ہے مجبوری اس دنیا کا سب سے بڑا غم ہے اور اس مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے بھیڑیے ہر جگہ تاک لگائے بیٹھے ہیں عورت کے تن سے کھیلنے والوں کی یہاں کوئی کمی نہیں مردوں کی اکثریت عورت کی بے بسی اور مجبوری سے فائدہ اٹھاتی ہے ہمارے معاشرے میں تلخ حقیقتوں کو تسلیم کرنا از حد مشکل ہے شاید ناممکن بھی ہے ہمارے ہاں کوئی عورت کے حقوق تسلیم نہیں کرتا جب تسلیم ہی نہیں کیا جاتا تو پھر ان بدقسمت ترین خواتین کے حقوق کی بات کیا کرنی ان فروخت ہونے والے جسموں پر کیا بیتتی ہے ان بکی ہوئی روحوں کے اندر کتنے غم دکھ اور تکلیف رواں ہے اس پر ہمارے جیسے منافق در منافق معاشرے میں کیا بحث کرنی یہاں تو فرشتے رہتے ہیں پاک فرشتے ان کا بھلا گناہ سے کیا تعلق ہے

ہر ایک دور میں انسانیت سسکتی رہی
اگرچہ عظمت آدم کے گیت گائے گئے

منزل ان کو ملتی ہے جو صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اپنی 'میں' کو دفن کر دیتے ہیں اور پھر محنت کے بل بوتے پر کامیابی حاصل کرتے ہیں اس موضوع پر ماریہ عبید اور بہاول الدین نے خوبصورت تحریریں لکھیں' شیخ معظم الٰہی کی تحریر کوئی پچھتاوا نہیں بہت غور طلب تھی ہم نے آنکھ کھولی تو پاکستان کو دیکھا اس عظیم نعمت کو کس طرح حاصل کیا اس دردناک داستان کی منظر قلم بیان کرنے سے قاصر ہے پاکستان کو بنانے والوں کے جاتے ہی ہمارا زوال شروع ہوگیا۔ اعلیٰ اقدار خاک میں مل گئیں بھائی چارے اور اخوت کا شیرازہ بکھر گیا جب اس قوم کو طاقت ملی تو طاقت نے اپنی فتنہ گری شروع کر دی غزالہ شیخ کی تحریر رانگ نمبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا عورت کے تن سے کھیلنا مرد کا پسندیدہ کھیل ہے۔ پر بعض عورتیں محبت اور چند پیسوں کی خاطر خود اپنا تن مردوں کے حوالے کر دیتی ہیں۔ صائمہ وحید کی لاوارث نے بھی دکھی کر دیا یہاں حقوق کی پاسداری کا سب دعویٰ کرتے ہیں مگر جو حقائق اس وقت سامنے ہیں وہ بالکل اس کے برعکس ہیں اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان بزرگ شہریوں کے تحفظ کے حوالے سے نامناسب جگہ ہے ہمارے ہاں گھروں میں بزرگوں سے کتنا ہی ذلت آمیز سلوک کیا جاتا ہو مگر اولاد اس ڈر سے اپنے بزرگوں کو اولڈ ہومز میں داخل نہیں کراتی کہ کہیں انہیں معاشرے میں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ حنا بشریٰ نے بہت اہم ایشو کا انتخاب کیا جعلی رائٹروں کی نشاندہی وقت کی اہم ضرورت ہے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

اطلاع

روحانی نمبر	اپریل
عشق نمبر	جون
پُراسرار نمبر	جولائی' اکتوبر' دسمبر
ماں نمبر	نومبر

ایم حسن نظامی کی گجرے بہت عمدہ اسٹوری تھی پپی ازم ملازم حسین شیرازی کی یہ تحریر پڑھ کر علم میں بہت اضافہ ہوا باقی اللہ سے لڑنے والوں کے انجام سے ہم سب واقف ہیں۔عزیز ساتھیو اللہ تعالیٰ نے دوسرے بیٹے سے نوازا ہے جس کا نام برہان غفار رکھا ہے باجی روحانی کہانی جلد پوسٹ کردوں گا۔اگلے ماہ تک اجازت دیں خدا حافظ۔

☆عابد بھائی! اللہ آپ کو خوش رکھے آپ کے خط کا جواب لکھتے وقت میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔اور اس کی وجہ ٹھہری آپ کی باریک تحریر خط پڑھنے کے بعد بہت ہمت کر کے جواب لکھا اور بس اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔میرے بھائی سطر چھوڑ کر لکھا کریں تا کہ پڑھنے میں دشواری نہ ہو۔

✍ایم یعقوب احمدانی بلوچ' جام پور سے لکھتے ہیں۔السلام علیکم! آپی منزہ سہام پیاری بہنا جی کیسی ہیں امید ہے خداوند کریم کے رحم وفضل سے خوش باش ہوں گی ہمیشہ گلشن کے پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی رہیں آمین اور ہمیشہ یوں ہی الفت بھری محفل میں نکھار لاتی رہیں امید ہے بندہ ناچیز کی دعا رب رحیم قبول فرمائے گا دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔

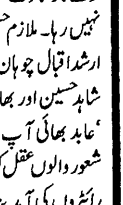

احوال میں حاضر ہوتے ہوئے معافی چاہوں گا حالات آپ کے روبرو ہیں کہیں سے فرصت نہیں کہ بازار جاکے پرچہ لے سکے۔سوری' بڑی غیر حاضری کے ساتھ جنوری 2020ء کا پرچہ تگ ودو کوشش سے ملا بہت ہی لاجواب آج وہ ہی دن شروع ہو چکے ہیں ہماری سلامتی پر سوالیہ نشان؟ جب غریب آدمی کا راشن پانی پر ٹیکس پر ٹیکس' غلہ اندازی' لوٹ مار' جھوٹ مکر وفریب اقوام انسان کے ساتھ گھناؤنا کھیل باقی کیا رہا۔کچھ بھی نہیں سیاست دان اور چوہوں میں اب کوئی فرق نہیں رہا۔ملازم حسین شیرازی احوال کے پہلے احوالی بنے اور جاندار تبصرے کے ساتھ تشریف لائے گڈ فریدہ فری بہت خوب ارشد اقبال چوہان عمدہ' حمیرا انجم لاجواب' ام مناہل بہت ہی خوب' فدا شاہین' ایم حسن نظامی صاحب بہت اعلیٰ' یاسر وکی' مور شاہد حسین اور بھائی عبدالغفار عابد بہت ہی شاندار بالکل صحیح کہا۔آئینہ ہمیشہ کیچڑ کو صاف ہی دکھاتا ہے یہ آئینے کا کام ہے 'عابد بھائی آپ کے ساتھ ہیں ہم' چور کو چور کہو تو وہ برا منا لیتے ہیں کیوں غصہ کیوں' کام بھی ایسے کرتے ہو تو غصہ کیوں' شعور والوں عقل کو تلاش کرو سوچ بدلو' سچ سنو سچ کا دامن پکڑو اور مردوں کے ساتھ چلو۔آپی بہت ہی خوشی ہوئی مگر پرانے رائٹروں کی آمد بنائیں جو کئی سالوں سے قاری بھی رہے اور تھوڑی سی گزارش مجھے کئی ماہ سے پرچہ میں جگہ نہیں ملی اگر کوئی غلطی ہوئی تو سوری' حق سچ اور آئینہ دیکھنا سب کا فرض ہے شاید اس کی سزا دے رہی ہیں۔سات ماہ سے دو اسٹوری آفس میں ہیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

☆یعقوب بھائی! آپ کا خط گو کہ پرانے تبصرے سے سجا ہے مگر پھر بھی میں نے شائع کیا تا کہ آپ کو شکایت نہ ہو۔خط بروقت ارسال کریں گے تو ضرور شائع ہوگا جو کہانیاں سال سے زیادہ گزرنے کے بعد شائع نہیں ہوئیں سمجھ جائیں سچی کہانیاں کے مزاج کی نہیں تھیں۔سچی کہانیاں کا پلیٹ فارم لکھاریوں کے لیے موجود ہے مگر کہانیوں پر ایک حد تک ہی قلم لگایا جاسکتا ہے ری رائٹ کرنا ممکن نہیں' لہٰذا اپنی تحریر میں نکھار لائیں اردو درست کریں اور سچی کہانیاں میں شامل ہو جائیں۔

اس آخری خط کے ساتھ اپنی مدیرہ کو اجازت دیجیے اور سچی کہانیاں سے متعلق کوئی بھی بات ہو بلا جھجک مجھ سے کہیے۔میں منتظر رہوں گی۔

دعاؤں کی طالب

منزہ سہام مرزا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

میاں چنوں سے ارسال کردہ جذبہ ایمانی کی لودیتی تحریر

وہی اول وہی آخر

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی مرسل' مدنی ومکی مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر درود بھیجتے رہے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو۔'' سورۃ احزاب آیت 56.....

مہر پرویز احمد دولو

آسمانوں اور زمین کو رب ذوالجلال نے تخلیق فرمایا اس حقیقت پر ہر ذی شعور مسلم اور غیر مسلم کا ایمان' اعتقاد اور یقین ہے۔

اسی حقیقت کو خالق کائنات نے سورۃ ھود آیت نمبر 7 میں یوں بیان فرمایا ہے۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے چھ دنوں میں سات آسمان اور زمین تخلیق فرمائی۔'' اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آسمانوں اور زمین سے قبل وحدلاشریک موجود تھا تو اس کا عرش کہاں واقع تھا۔

جہاں رب ذوالجلال براجمان تھے۔ اس سوال کا جواب مالک ارض وسما نے سورۃ ھود آیت نمبر 7 کے اگلے حصے میں دیا ہے۔

''اور اس کا عرش پانی کے اوپر تھا' یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل رب ذوالجلال کا عرش پانی کے اوپر تیر رہا تھا۔''

مسلمانوں کے تمام فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے ایک ہزار سال قبل آقائے نامدار' امام الانبیاء احمد مجتبیٰ ﷺ کو فرمایا۔

''اے یٰسین! مجھے اس حکمت والے قرآن کی قسم' آپ میرے بھیجے گئے رسول ہیں اور میں نے آپ ﷺ کو صراط مستقیم پر بھیجا۔'' سورۃ یٰسین آیت 1 تا 4.....

اس آیت مبارکہ کے ترجمے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب رب ذوالجلال کا عرش پانی کے اوپر تھا تو اس پر رب ذوالجلال کے ساتھ پاک حبیب کبریا' احمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید بھی موجود تھے۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے ایک ہزار سال قبل رب ذوالجلال پاک حبیب کبریا' امام الانبیاء' احمد مجتبیٰ ﷺ کی رسالت کی تعریف فرما رہے ہیں۔

وہ ایک ہزار سال کتنا عرصہ ہے اس کے بارے میں رب ذوالجلال نے سورۃ حج آیت نمبر 47 میں فرمایا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"رب ذوالجلال کا ایک دن اس دنیا پر بسنے والے انسانوں کے ہزار برس کے برابر ہے۔"

اب آپ کمپیوٹر، کیلکولیٹر نکالیں اور اس ایک ہزار سال کو ضرب دیں، کمپیوٹر کی اسکرین ختم ہو جائے گی۔ مگر ضرب کا عمل مکمل نہیں ہوگا۔ یہاں ایک اور بہت بڑی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا۔

"قرآن مجید کی عملی تفسیر کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا۔

پاک حبیب کبریا، امام الانبیاء ﷺ جو کچھ فرماتے گئے کرتے گئے وہ سب قرآن بنتا گیا۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر قرآن مجید نازل فرمایا گیا۔

اب عرش پر رب ذوالجلال سورۃ یٰسین کی پہلی آیات میں اس قرآن کی قسم کھا کر اپنے محبوب کی رسالت کی تصدیق کر رہا ہے تو غور فرمائیں کہ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب کبریا، امام الانبیاء ﷺ کو کب تخلیق فرمایا ہوگا۔

کیا دنیا کا کوئی بھی دانشور، مفکر، مبلغ اس بات کا گمان بھی کرسکتا ہے ہرگز نہیں یہ بات سوچ، فکر تخیل سے ماورا ہے۔

کوئی عظمت حبیب کبریا احمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلیم کرے یا نہ کرے کہ رب ذوالجلال کے بعد جو پہلی ذات موجود تھی وہ ہمارے پاک حبیب کبریا، امام الانبیاء ﷺ کی ذات تھی۔

اور کل روز حشر جب سب مخلوق، اشیاء حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی موت آجائے گی۔

رب ذوالجلال ملک الموت سے فرمائے گا مشرقین، مقربین نظر دوڑاؤ، کوئی چیز نظر آ رہی ہے۔ ملک الموت کہیں گے۔

"رب ذوالجلال سب کچھ ختم ہو گیا۔"

خالق کائنات فرمائیں گے بتاؤ اب کون کون زندہ اور موجود ہے ملک الموت جواب دیں گے رب ذوالجلال ایک تو زندہ اور ایک میں......"

خالق کائنات ملک الموت کو حکم دیں گے۔ اے ملک الموت اب تو بھی مر جا۔"

اور جب ملک الموت کو موت آئے گی تو چیخ ماریں گے چونکہ پہاڑ تو پہلے ہی ختم ہو چکے ہوں گے۔

اگر اس وقت پہاڑ موجود ہوتے تو روئی کے گالوں کی طرح ریزوں میں تبدیل ہو جاتے۔

پھر صرف ایک ذات موجود اور زندہ ہوگی اور وہ ذات رب ذوالجلال کی ذات ہوگی۔

اس وقت رب ذوالجلال اپنے محبوب کبریا، امام الانبیاء ﷺ کی ذات بابرکات پر سلامتی اور برکتیں نازل فرما رہے ہوں گے۔ کیونکہ رب ذوالجلال نے قرآن مجید سورۃ احزاب میں فرمایا۔

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی مرسل، مدنی و مکی مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو۔" سورۃ احزاب آیت 56......

اس عظیم المرتبت مدنی مصطفیٰ ﷺ کے ہم امتی ہیں جتنا ہمارا نبی، عظیم اعلیٰ اور بلند مقام کا حامل ہے۔

ہمیں ایسے اعمال کرنے چاہیں کہ رب ذوالجلال کے پاک حبیب کبریا ﷺ ہم امتیوں پر فخر کر سکیں اور جب ہم امتی ہونے کا حق ادا کریں گے تو رب ذوالجلال اور پاک حبیب کبریا ﷺ کتنا خوش ہوں گے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

خوشی کے لمحے

منزہ سہام مرزا

''سارہ میں آمنہ کے لیے بہت پریشان ہوں۔تم اپنے سسرالیوں میں کوئی اچھا رشتہ دیکھو نا؟'' زاہدہ بیگم نے مٹر چھیلتے ہوئے اپنی شادی شدہ چھوٹی بیٹی کو مخاطب کیا۔

''امی میں تو خود چاہتی ہوں کہ ریحان کے ماموں زاد بھائی سے آمنہ کا رشتہ ہوجائے وہ لوگ لڑکیاں دیکھ بھی رہے ہیں مگر......''

''تو تم بات کیوں نہیں چلاتیں......'' زاہدہ بیگم نے ٹرے کچن کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا۔

''امی ہماری آمنہ اس لڑکے کے ساتھ جچے گی بہت مگر آپ کو تو پتہ ہے آمنہ کے بالوں کی وجہ سے مسئلہ ہوجاتا ہے۔ کتنے رشتے اسی وجہ سے پلٹ گئے۔آج کل لڑکے والوں کو لڑکی نہیں پری چاہیے اور اپنی آمنہ بالوں سے مار کھا جاتی ہے۔''

سارہ کی بات پر زاہدہ بیگم ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

☆......☆......☆

سارہ اور آمنہ بس دو ہی بیٹیاں تھیں زاہدہ کی۔ان کے شوہر کا 4 سال قبل انتقال ہوگیا تھا مگر روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی ایک بیٹی کی شادی وہ اپنی زندگی میں ہی کر گئے تھے اس وقت آمنہ پڑھ رہی تھی اب ماشاء اللہ سے ڈاکٹر بن چکی تھی۔صورت بہت پیاری تھی مگر نجانے کیا بات تھی اس کے بال عجیب بے رونق سے تھے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا چوہیا کی دم کی طرح کی چوٹی تھی بال اتنے ہلکے تھے کہ سر کی جلد بھی نظر آتی تھی۔وہ خود ڈاکٹر تھی طرح طرح کی ملٹی وٹامن استعمال کیں جس نے کہا جہاں سے کہاں تیل منگوا کر بالوں میں تھوپا بھی مگر نتیجہ صفر......

مشہور ڈرماٹولجسٹ کے پاس جا کر وقت اور پیسہ سب برباد کیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ایسا نہیں تھا کہ اس کی صحت خراب تھی اس لیے بال بے جان تھے۔مگر ہر طرح کا علاج کروا کر اب وہ تھک چکی تھی۔بیش قیمت شیمپوز بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکے اور یہی کمی اس کی شادی میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ ہر وقت وہ اپنا سر اسکارف سے ڈھانپے رکھتی تھی مگر شوہر اور سسرال سے تو یہ بات چھپائی نہیں جاسکتی تھی۔

بظاہر یہ بات اتنی بڑی بھی نہ تھی اور اگر دیکھا جائے تو اتنی معمولی بھی نہ تھی۔

''آمنہ بیٹی کل سارہ کے سسرال والے آرہے ہیں تو تم بھی ذرا جلدی آجانا......'' وہ اسپتال کے لیے نکل رہی تھی جب زاہدہ بیگم نے اس کو بتایا۔

''امی خیریت کیوں آرہے ہیں وہ لوگ؟'' آمنہ نے جلدی جلدی اسکارف کو اچھی طرح سر پر لپیٹتے ہوئے پوچھا۔

''آمنہ تمہاری پڑھائی مکمل ہوگئی اب تم ڈاکٹر ہو میں کب تک تمہیں گھر پر بٹھا کر رکھوں شادی تو کرنی ہے نا؟'' انہوں نے پیار سے بیٹی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔آمنہ کے چلتے ہوئے ہاتھ لمحہ بھر کو رک گئے۔

''امی......'' اس نے جیسے ہلکا سا احتجاج بلند کیا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''آپ چاہتی ہیں کہ میں بار بار رد کی جاؤں؟''
اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو کی نمی ماں کے دل کو چیر گئی۔

''میری بچی تم کیوں خوفزدہ ہو..... اللہ نے تمہیں خوش شکل بنایا ہے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو پھر ان بالوں کو لے کر اتنا خوف کیوں؟'' انہوں نے آگے بڑھ کر آمنہ کو سینے سے لگالیا اور وہ آنکھوں کو رگڑتی ماں کے سینے سے لگ گئی۔

☆.....☆.....☆

مہمانوں کو آمنہ بہت پسند آئی ان کا بیٹا ایک بڑی آئی ٹی فرم میں اچھی پوسٹ پر تھا۔ وہ لوگ 3 مہینے کے اندر اندر ہی شادی چاہ رہے تھے۔ آمنہ نے بھی فراز کو پسندیدگی کی سند دے دی تھی اسے مسکراتی آنکھوں والے فراز بہت اچھے لگے تھے۔ دن ایکدم ہی بہت خوبصورت ہوگئے۔ دونوں طرف زور و شور سے شادیوں کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

سارہ' آمنہ اور زاہدہ بیگم تھکے ہارے گھر میں داخل ہو رہے تھے جب آمنہ کا فون بجا۔ آج سارا دن بازاروں کے چکر لگاتے ہی گزر گیا تھا۔ آمنہ نے شاپنگ بیگز صوفے پر رکھے اور اپنے ہینڈ بیگ میں سے فون نکالا۔

''بیٹی بات کر کے چائے بنا دینا آج میں بہت تھک گئی ہوں۔'' زاہدہ بیگم نے آمنہ سے کہا۔

''جی امی.....'' کہہ کر اس نے فون کانوں سے لگایا دوسری طرف فراز تھے۔

''کیا حال ہے آپ کا؟''

''جی میں ٹھیک ہوں۔''

''آپ کو میرا فون کرنا برا تو نہیں لگا؟'' فراز نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

''جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' آمنہ نے اپنے لال گلال چہرے کو آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''آمنہ ہماری شادی میں بہت کم وقت ہے میں چاہتا ہوں کہ شادی سے قبل آپ سے ضرور پوچھ لوں کہ آپ خوش تو ہیں نا؟''

''فراز صاحب مجھے اپنی امی کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں۔''

''یعنی آپ خوش نہیں.....'' فراز نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

''آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں؟'' اور دوسری جانب سے ابھرنے والے قہقہے نے آمنہ کو جیسے مطمئن سا کر دیا۔

''کبھی کبھار آپ سے بات ضرور کروں گا اور پھر تفصیلی بات چیت شادی کے بعد.....'' آمنہ نے بھی مسکرا کر حامی بھر لی۔

☆.....☆.....☆

جیسے جیسے شادی کے دن نزدیک آ رہے تھے آمنہ کے چہرے پر زردی بڑھتی جا رہی تھی اور یہ بات سب سے زیادہ آمنہ کی رشتے کی پھوپی نے محسوس کی۔ وہ اسلام آباد سے کراچی اپنے علاج کے سلسلے میں آئی تھیں زاہدہ بیگم نے انہیں کھانے پر بلایا تب انہوں نے کچن میں کام کرتی آمنہ کو دیکھ کر تاسف سے کہا۔

''ارے زاہدہ بچی کی شادی میں مہینہ دو مہینہ رہ گئے ہیں اس کی جاب سے چھٹی کرواؤ اور گھر میں بٹھاؤ دیکھو تو کیسی پیلی زرد ہو رہی ہے۔''

''آپا آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میں بھی محسوس کر رہی تھی کہ یہ بہت تھکی تھکی رہنے لگی ہے۔''

''ارے ہنہ تھکی تھکی نہیں بلکہ بجھی بجھی ہے میں خود بچی سے پوچھتی ہوں کہ کیا بات ہے؟''

''بچی سب خیر تو ہے نا؟''

''جی پھوپو اماں سب ٹھیک ہے۔'' آمنہ نے دھیرے سے کہا۔

''بیٹی میں تمہارے باپ کی بہن ہوں اس ناطے میرا تم پر بہت حق ہے مجھے بتاؤ کیا بات ہے ہم نے دنیا دیکھی ہے سب ٹھیک نہیں ہے۔''

www.pakistanipoint.com

آمنہ نے اپنی ماں کی جانب دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے کہہ رہی ہوں کہ ہاں بیٹی پھوپو کو بتا دو اگر کوئی بات ہے۔

''پھوپی اماں فراز کو لمبے گھنے بال بہت پسند ہیں وہ جب بھی مجھ سے بات کرتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ اپنے بال کبھی مت کٹوانا...... اب آپ ہی بتائیں میں پریشان نہ ہوں تو کیا کروں میں اسی لیے امی کو منع کرتی تھی کہ میں شادی نہیں کروں گی لیکن......'' بات مکمل ہونے سے قبل ہی اس کی آنکھوں میں ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ زاہدہ بیگم بھی یہ بات سن کر پریشان ہوگئیں۔

''ارے لڑکی یہ بھی کوئی پریشانی کی بات ہے چلو تم ابھی میرے ساتھ بازار چلو ہم آملے خرید کر لائیں گے اور پھر اُن کا تیل بنائیں گے تم صرف ہفتے میں دو بار اپنی ماں سے اچھی طرح چمپی کروانا پھر دیکھنا' محنت اور وقت تو لگے گا مگر تمہارے بال بہت اچھے ہو جائیں گے۔''

آمنہ اور زاہدہ بیگم حیرت سے منہ کھولے پھوپی اماں کو دیکھ رہے تھے جو مزے سے سروتے سے چھالیہ کتر رہی تھیں۔

☆......☆......☆

ابھی وہ لوگ بازار کے لیے نکل ہی رہے تھے کہ سارہ چلی آئی۔

''اوہو...... کہاں کی روانگی ہے بھئی...... ارے پھوپی اماں آپ جا رہی ہیں' میں تو آپ سے ملنے آئی تھی۔'' سارہ نے آگے بڑھ کر پھوپی اماں کو پیار کیا۔

''بچے پنساری کی دکان سے آملے اور کچھ ضروری چیزیں لینے جا رہے ہیں تا کہ آمنہ کے بالوں کے لیے تیل تیار کریں وہ بہت پریشان ہے۔''

''پھوپی اماں اب آپ کو اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں' یہ ساری محنت ڈابر آملہ ہیئر آئل نے کر لی ہے۔ یہ دیکھیے میری ساس نے آمنہ کے لیے ڈابر آملہ ہیئر آئل بھجوایا ہے۔'' اُس نے بیگ سے خوبصورت سی بوتل نکال کر پھوپی اماں کو دکھائی۔

''میری ساس کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگ ہمیشہ سے آملے کا تیل ہی استعمال کرتے ہیں اور دیکھیں نا اُن سب کے بال کتنے اچھے ہیں۔''

آمنہ نے ڈابر آملہ ہیئر آئل کی بوتل ہاتھ میں لے کر کہا۔

''اِس کی تو خوشبو بھی بہت اچھی ہے۔ میں تو اب پابندی سے اس تیل کی چمپی کرواؤں گی۔''

''سارہ باجی آپ کا بہت شکریہ۔'' سارہ نے آگے بڑھ کر بہن کو گلے لگا لیا۔

☆......☆......☆

شادی والے دن آمنہ پر بہت روپ آیا۔ ہر شخص دلہن کی خوبصورتی کی دل سے تعریف کر رہا تھا۔ رخصتی کے وقت آمنہ ماں کے گلے لگ کر خوب روئی۔

☆......☆......☆

سارہ نے بہن کو فراز کے سجے سجائے کمرے میں پہنچا دیا۔ خوبصورت پھولوں سے سجا نفیس فرنیچر سے مزین کمرہ اپنے مالک کے اعلیٰ ذوق کی نشاندہی کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے کے قریب قدموں کی آواز سنائی دی' دروازہ کھلا اور فراز اندر آئے۔

''آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔'' فراز نے اپنی دلہن کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ آمنہ شرم سے سمٹ سی گئی۔

''میری دلہن اتنی خوبصورت ہوگی میں نے سوچا تھا مگر میری دلہن کے بال عین میری خواہش کے مطابق ہوں گے ایسا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے میری خواہش پر اپنی سیاہ لمبی زلفوں کو عروسی لباس میں کھلا چھوڑا اس کے لیے شکریہ۔''

یہ کہہ کر فراز نے دراز سے دو خوبصورت جڑاؤ کنگن نکال کر آمنہ کی گوری کلائیوں میں پہنا دیے۔

''یہ آپ کی منہ دکھائی۔'' اور آمنہ نے خوشی سے سرشار ہوتے ہوئے اپنے محبوب شوہر کو دیکھا اور دل ہی دل میں شکریہ ڈابر آملہ ہیئر آئل کہہ کر سر جھکا لیا۔

□□......❁......□□

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بھکر سے بھیجی گئی داستان عبرت

عبرت کا نشان

کاش کے لڑکیوں کو عقل آ جائے اور وہ اسی شیطانی چرخے موبائل کو صرف ضرورت کے تحت استعمال کریں ورنہ انجام سوائے بربادی کے کچھ نہیں.....

ملازم حسین شیرازی

www.pakistanipoint.com

سائنسی اور جدید ایجادات انسانیت کی فلاح و بہبود اور سہولیات کے لیے نہایت کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔ ہزاروں سال پہلے انسان یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مہینوں' دنوں کا کام چند لمحوں میں انجام پا سکتا ہے۔ سوئی سے لے کر ایٹم بم تک سب انسانی عقل کے کمالات ہیں۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ جہاں ان کے فوائد ہیں نقصانات بھی بے شمار ہیں' انسان ان سے بہت متاثر ہو رہے ہیں۔ انسانیت کی بقا اور امن و سکون کے ضامن ایٹم بم ہی تھے جنہوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے آباد اور مہذب شہروں کو نیست و نابود کر دیا لاکھوں معصوم انسان لقمہ اجل بنا دیے گئے۔ ان کی زمینیں آج تک اجڑی اجڑی اور ناقابل استعمال و کاشت ہیں۔ جو ان بموں سے بچ گئے تھے وہ معذور اور ناقابل شناخت بن کے رہ گئے۔ اسی طرح دوسری ایجادات ہیں جنہوں نے انسانوں کو کاہل سست اور ناکارہ بنا دیا ہے۔

موبائل فون آج کی جدید اور اہم ایجاد ہے ایک بٹن دبانے سے ہزاروں میل دور بیٹھے عزیزوں سے رابطہ کر سکتے ہیں حساب کتاب' یادداشتیں' نت نئی دنیا کے تازہ حالات آپ کی اپروچ میں ہیں۔ ایک لمحے میں خبر گیری کر سکتے ہیں لیکن اب معاشرہ' فیس بک' واٹس ایپ' میسجز' کالز میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں جس سے تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ نئی نسل کی اخلاقی قدریں ناپید ہو چکی ہیں کبھی اپنوں میں بیٹھ کر تازہ اور گئی گزری باتوں سے ایک دوسرے کو آگاہ کرتے تھے۔ آج بھی ماں باپ ترس گئے ہیں کہ ان کی اولاد ان سے بات کریں کیونکہ وہ میسجز' کالز غیر ضروری باتوں اور رابطوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ نہ کاروبار..... نہ نوکری..... نہ کوئی کام دھندہ' واہیات گفت و شنید کرتے نظر آتے ہیں نتائج کیا نکلتے ہیں زیر نظر واقعہ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔ ایک پیغام اور سبق دینے کی کوشش کی ہے۔

مری روڈ راولپنڈی میں ایک ہوٹل میں قیام تھا تین' چار مہینوں سے ایک اسائنمنٹ پر کام کر رہا تھا۔ صبح ہوٹل سے نکلتا شام واپس آ جاتا۔ ہوٹل مالکان' منیجر سے اچھے تعلقات تھے۔ ایک دن صبح آٹھ بجے ریسیپشن پر

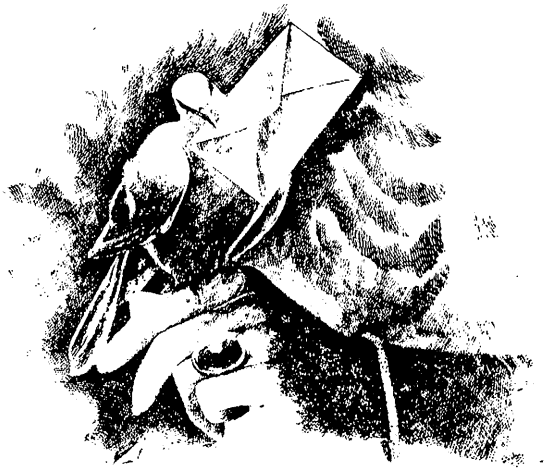

ہوٹل منیجر کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک کپل (میاں بیوی) ہوٹل میں کمرہ لینے آئے نوجوان جس کی عمر تیس بتیس سال تھی دبلا پتلا' سانولہ رنگ' عام سے شکل صورت بیمار بیمار سا لگ رہا تھا۔ اس کی بیوی چادر اوڑھی تھی صرف آنکھیں پردہ بغیر تھیں۔ دراز قد' پتہ چل رہا تھا کہ خوبصورت ہوگی۔ نوجوان نے کمرہ لینے کی خواہش کی۔ منیجر نے شناختی کارڈ طلب کیا۔ کہنے لگا۔

''کراچی سے آتے وقت راستے میں بس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ نقدی کارڈز سب چھین لیے بڑی مشکل اور تکلیف کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔'' ظاہر ہے کہ بیوی کے پاس بھی کارڈ نہ تھا۔ واقعہ مشکوک نظر آرہا تھا۔ ڈاکو' زیور' نقدی اپنے قبضے میں لیتے ہیں شناختی کارڈز سے انہیں کیا سروکار' منیجر کہنے لگا۔

''اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو یہاں پنڈی میں کوئی واقف کار تو ہوگا جو گارنٹی دے' سرکاری ملازم ہیں تو کوئی شخص شناخت کرے' آج کل حالات خراب ہیں پولیس بہت سختی کر رہی ہے۔ بغیر شناخت کے کمرہ نہیں مل سکتا۔'' بقول اس شخص کے یہاں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ دونوں کی حالت قابل رحم لگ رہی تھی۔ خیال ہوا کہ شاید صحیح کہہ رہے ہیں میں نے منیجر سے کہا۔

''دونوں ستم رسیدہ لگ رہے ہیں آپ میرے کہنے پر کمرہ دے دیں۔'' منیجر نے میرے کہنے پر ان دونوں کا اندراج کیا اور روم 213 کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں مجھے اور منیجر کو خیال تک نہ آیا کہ اگر ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تو پھر کرائے کے پیسے کہاں سے آتے؟

میں اپنے کام پر چلا گیا شام واپسی ہوئی تو منیجر کہنے لگا۔

''شیرازی صاحب..... وہ میاں بیوی دونوں ابھی تک اپنے کمرے میں ہیں صبح سے ابھی تک بند ہیں۔ باہر نہیں نکلے نہ کھانا منگوایا یا کسی اور ضرورت کے لیے رابطہ کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔'' میں نے تسلی دی۔

''لمبا سفر تھا مصیبت میں پھنس رہے تھکاوٹ کی وجہ سے سو رہے ہوں گے۔''

رات بارہ بجے شور اور بلند آوازیں سنائی دیں۔ وہ اسپیشل برانچ پولیس تھی جو صبح اور رات ہر ہوٹل کو چیک کرتے تھے کہ کوئی مجرم' اشتہاری' وارداتی' ناپسندیدہ شخص ہوٹل میں قیام پذیر تو نہیں۔ جب

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوٹل ریکارڈ چیک کیا تو دونوں میاں بیوی کا اندراج تھا لیکن ان کی شناخت متعلق N.I.C وغیرہ نہ تھا۔ یہ بات ان کے لیے شک کا باعث تھی۔ وہ فوراً روم نمبر 213 کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے۔ ان کے ساتھ منیجر بھی تھا میں بھی ساتھ ہولیا۔

دروازہ کھلنے پر وہ نوجوان عجیب حلیے میں باہر نکلا۔ پولیس کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ وہ اسے دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اس کی بیوی بستر پر آڑی ترچھی، ٹیڑھی میڑھی دراز تھی اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اس کی حالت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ روتی رہی ہے۔ پولیس کو دیکھ کر ان کی طرف لپکی اور ان کے پیچھے پناہ لینے لگی۔

پولیس نے لڑکی کو تسلی دی اسے بتایا گیا کہ وہ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں، لڑکی سے تفصیل پوچھی۔ لڑکی روتے روتے کہنے لگی۔

''یہ میرا خاوند نہیں ہے۔ یہ مجھے ورغلا کر اور دھوکہ دے کر یہاں لایا ہے۔ میرا تعلق گجرات سے ہے۔ یہ صبح سے میرے ساتھ بدفعلی کر رہا ہے۔''

پولیس نے مناسب سمجھا کہ دونوں کو مزید تفتیش اور کارروائی کے لیے پولیس اسٹیشن لے جایا جائے۔ ہم سب انہیں لے کر تھانے چلے ایس ایچ او کے سامنے پیش کیے گئے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ پہلے لڑکی سے پوچھا کہ وہ بتائے اس واقعے کی تفصیل کیا ہے۔

لڑکی بہت گھبرائی ہوئی اور ہراساں تھی اس نے بیان دیا۔

''اس کا نام فریحہ ہے، وہ گجرات کی رہنے والی ہے۔ میرے والد اور بھائی سرکاری ملازم ہیں۔ میری بدنصیبی کہ موبائل فون کے شوق نے میری زندگی تباہ کر دی۔ میسجز، کالز، فیس بک، واٹس ایپ میرے مشاغل تھے ہر وقت انہی میں مصروف رہتی تھی۔ چھ ماہ پہلے اس شخص (شہزاد کی طرف اشارہ کر کے) سے میرا بذریعہ میسج رابطہ ہوا۔ ہماری باتیں ہوتی رہیں شہزاد اپنے آپ کو PAF کا ملازم کہتا تھا۔ اچھی پوسٹ پر کام کر رہا ہے اور کراچی میں تعینات ہے۔ ماں باپ کا انتقال ہو چکا ہے اور صرف ایک بھائی ہے یہ لگی لپٹی باتوں کا ماہر ہے باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ اس کی خواہش ہے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرے۔ میں اس کے جھانسے میں آ گئی حالانکہ میری منگنی ہو چکی ہے۔ میرا منگیتر میرا کزن ہے۔ خوبصورت، برسرروزگار اور شریف انسان ہے۔ میری عقل پر پردے پڑ چکے تھے۔ اچھے برے کی تمیز نہ کی۔ ماں باپ کی عزت کا خیال نہ کیا۔ خیالوں خیالوں میں ہوا میں اڑتی رہی۔''

''میں راضی ہوگئی اس نے مجھے فون پر بتایا کہ آج سے تین دن بعد گجرات کے بس اسٹینڈ پر آ جاؤں اپنی شناخت بتائی وہ سفید کپڑوں میں ملبوس ہوگا سر پر لال سندھی ٹوپی ہوگی۔ میں گھر سے دو جوڑے کپڑے بہت سارے پیسے، زیورات لیے بس اسٹینڈ پہنچی، میری مت ماری گئی تھی کہ میں ایسا غلط اور جاہلانہ قدم اٹھا رہی تھی۔ لیکن اَن دیکھے عشق میں اندھی ہوگئی تھی۔''

''جب اڈے پر پہنچی۔ میں نے اسے دیکھا تو میرے قدموں تلے زمین نکل گئی تھی۔ میرے سامنے بدشکل مدقوق شخص کھڑا تھا اسے دیکھ کر بہت مایوس ہوئی۔ سوچا تھا کہ کوئی حسین خوبصورت میرے خوابوں کا شہزادہ ہوگا جس کے ساتھ زندگی کا سفر بخوبی طے کروں گی۔'' (اس نے کبھی اپنا فوٹو شیئر نہ کیا تھا)

''مجھے چاہیے تھا کہ میں اس سے ملے بغیر واپس چلی جاؤں گھر سے نکلے ایک گھنٹہ ہوا تھا گھر آ کر کوئی بہانہ بنا سکتی تھی۔ لیکن ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے جادو کر دیا ہے اور کسی آسیب نے جکڑ دیا ہے۔ اس

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

نے مجھے ساتھ لیا بس میں بیٹھ کر راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے صبح نو بجے پنڈی پہنچ گئے اسی ہوٹل میں کمرہ لیا۔ اس شخص کی گارنٹی پر ہمیں کمرہ دیا گیا۔ (میری طرف اشارہ کرکے)......

پولیس والے مجھے اچھی طرح جانتے تھے کہ میں چار ماہ سے ہوٹل میں مقیم ہوں ازراہ ہمدردی نہ جانتے ہوئے ان کی مدد کی۔ انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ لڑکی مزید کہنے لگی۔

"صبح سے بھوکا پیاسا رکھا میرے ساتھ بدفعلی اور زیادتی کرتا رہا۔ یہ نہ تو سرکاری ملازم ہے نہ اس کے پاس کوئی روپیہ پیسہ ہے میری نقدی، زیورات سب اپنے قبضے میں لے لیے۔"

اب پولیس لڑکے کی طرف متوجہ ہوئی پہلے تو اس کی خوب درگت بنائی خوب مارا پیٹا کہ وہ سب صحیح بتائے لڑکا بے ربط بتانے لگا۔

"اس کا نام شہزاد ہے وہ کراچی میں ڈینٹنگ پینٹنگ کا کام کرتا ہے موبائل فون کے ذریعے فریحہ سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے سوچا کہ لڑکی کو ورغلا کر پنڈی لے جاؤں گا۔ شادی کروں گا۔ لڑکی نے بادل نخواستہ سپردگی کے علاوہ کوئی حامی نہ بھری۔ آپ لوگ آگئے۔" پولیس نے پہلے تو چھینے گئے پیسے زیورات اپنے قبضے میں لیے پھر اسے مزید زدوکوب کرنے لگے۔ لڑکی سے پوچھا۔

"گجرات کے کس علاقے میں اس کا گھر ہے؟" لڑکی نے ڈرتے ڈرتے سب بتادیا۔ متذکرہ علاقے کے تھانے سے رجوع کیا گیا۔ انہیں بتایا گیا کہ فریحہ تین دن سے گھر سے غائب ہے۔ اس کے گھر والوں نے ایف آئی آر کٹوائی ہے۔ وہ شریف لوگ ہیں اور سخت پریشان ہیں۔" (گجرات کی پولیس اپنے تئیں انکوائری کررہی تھی فریحہ کی کالز کو ٹریس کیا جارہا تھا۔ کالز ڈیٹا حاصل کیا جارہا تھا)

گجرات پولیس کو آگاہ کیا گیا کہ لڑکی پنڈی تھانے میں ہے اور کس حال میں ہے۔

اس رات لڑکی کا باپ، بھائی منگیتر گجرات پولیس کے ہمراہ پنڈی تھانے پہنچ گئے۔ باپ اور بھائی کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ وہ شرم سے زمین میں گڑھے جارہے تھے۔ منگیتر پڑھا لکھا سلجھا نوجوان تھا وہ ذہنی طور پر مفلوج ہورہا تھا۔ لڑکی کے گھر والے بہت غصے میں تھے خونخوار نظروں سے لڑکے کو تکے جارہے تھے۔ بہن کو بھی نفرت سے گھورے جارہے تھے۔ چونکہ وہ تھانے میں تھے یہاں شر فساد جھگڑے کی اجازت، گنجائش نہ تھی۔

قانونی کارروائی (دونوں کے ڈی این اے، میڈیکل ٹیسٹ، بیانات، اعتراف جرم) مکمل کر کے انہیں گجرات پولیس کے حوالے کردیا گیا۔ وہ گجرات روانہ ہوگئے۔ پنڈی پولیس نے ہوٹل مالکان کی خوب سرزنش کی تھی لے دے کر ان کی غیر ذمہ داری کو نظر انداز کردیا گیا۔ میری اپنی حالت غیر تھی۔ مقام عبرت تھا معاشرہ کس نہج پر جارہا ہے۔

بعد میں پولیس کے ذریعے پتہ چلا کہ منگیتر نے منگنی توڑ دی۔ ماں باپ عزت نفس کے پیش نظر لڑکی سے لاتعلق ہوگئے تھے اور اس سے رشتہ ناطہ توڑ دیا تھا دونوں پر کیس چلتا رہا۔

لڑکے کو زیر دفعات 365 (اغواء) 365-A (اغواء میں برآمدگی) 376 (عورت سے زبردستی بدفعلی) 54 (چوری کے مال کے لیے پولیس کو مطلوب) پندرہ سال قید بامشقت کی سزادی گئی۔

لڑکی کو دفعہ 353 120-A (سازش، ملی بھگت) اور دیگر دفعات کے تحت بارہ سال قید دی گئی۔ وہ دونوں گجرات جیل میں قید عبرت کا نشان بن کر زندگی گھسیٹ رہے ہیں۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

مائی جیونی

کیا قربانی صرف عورت کو ہی دینی چاہیے اچھی زندگی کا

خواب دیکھنے والی جیوی کو یہ خواب بہت مہنگا پڑ گیا.....

میمونہ صدف

خانہ بدوشوں کا قافلہ کسی انجانی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ یہ قافلہ میں تین گھوڑوں، کم وبیش دس افراد، کچھ برتن، بستروں اور تین ایسے سرکنڈوں پر مشتمل تھا جن کا تنا موٹا اور لمبا تھا اور ان پر سرخ رنگ کر دیا گیا تھا۔

ایک گھوڑے پر مائی جیونی اور بابا رحمت سوار تھے جبکہ گھڑ سوار ان کا نواسہ کرمو تھا۔ دوسرے گھوڑے پر جیونی کا بیٹا اور اس کے سات آٹھ مختلف عمروں کے بچے اور بیوی سوار تھی۔ تیسرے گھوڑے پر جیونی کا داماد، نواسے نواسیاں اور اس کی دوسری بیوی سوار تھے۔ جیونی کی بیٹی تو کرمو کو جنم دیتے ہی خود اگلے جہان سدھار گئی تھی۔

مائی جیونی چلتی گھوڑا گاڑی میں سگریٹ سلگانے کی کوشش کرنے لگی۔ سگریٹ منہ میں دبائے وہ ماچس کی تیلی جلاتی، جلتی تیلی کو اوپر لے کے جاتی، سر کو جھکاتی لیکن سگریٹ جلنے سے پہلے ہوا ماچس کی تیلی کو بجھا دیتی۔

جیونی..... کیا کرتی ہے لوگ دیکھت ہیں۔

بابا رحمت جو بڑی دیر سے خاموش بیٹھا تھا، اچانک سے جیونی کو ٹہوکا دیتے ہوئے بولا۔

واہ رحمتے واہ..... سگریٹ کو تو لوگ دیکھت ہیں پر اس وقت لوگ نہ دیکھت ہیں جب تو نشے میں دھت ہوتا اور میں چوڑیوں کا ٹوکرا اٹھائے اٹھائے گلی گلی گھومتی۔ مائی جیونی ایسے تلملائی جیسے اس کو تو گویا کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

بابا رحمت ایک دم سے چپ ہو گیا۔

نانا تجھے شوق ہے نا بے عزت ہونے کا..... نانی جو کرتی ہے اسے کرنے دے۔ کرمو نے لقمہ دیا۔ جیونی پھر سے سگریٹ جلانے کی کوشش کرنے لگی۔

دیکھ جیونی وہ الگ بات ہے ابھی ہم سڑک سے گزر رہے ہیں۔ تب لوگ اتنی بری نظر سے نہیں دیکھتے۔ رحمت نے کمزور آواز میں کہا

رحمتے تب بھی تیرے جیسے مرد عورت کو دیکھتے ہیں اور بے حد بری نظر سے۔ مائی جیونی نے دکھ سے کہا۔

www.paksociety.com

جیونی ..... دیکھ چلتی کھاٹ میں سگریٹ کیسے جل سکتا ہے؟ رحمت کی آواز مزید کچھ دب سی گئی۔

جلانے والے جلا لیتے ہیں ۔ رحمتے تو کیا جانے ۔ مائی جیونی کے لہجے کے ساتھ ساتھ دل کے اندر کچھ سلگنے لگا تھا۔

مائی جیونی اپنی جوانی میں تیز طرار عورت تھی۔ پیدا وہ بھیک منگوں کے قبیلے میں ہوئی تھی لیکن وہ خاندان سے باغی تھی، اسے بھیک مانگنا بالکل بھی پسند نہ تھا۔ اسے اپنے خاندان کے تمام مردوں سے نفرت تھی کیونکہ اس خاندان میں مرد نشہ کرتے اور دن بھر بے سدھ پڑے رہتے جبکہ عورتیں بھیک مانگتی، اکثر بھیک دینے کی بجائے ان کی عزت خرید لی جاتی۔ بھیک مانگنے والی عورتوں کو اس راہ پر لانے کے لیے کسی چیز کی ضرورت نہ تھی، بس ان کا عورت ہونا ہی کافی تھا۔ یہاں کی عورتوں کی حیثیت پیسہ کمانے اور گھر کے کام کاج کرنے کی مشین سے کچھ زیادہ نہ تھی۔

بڑھاپے میں مردوں کی زندہ لاشوں کو بھیک مانگنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہی نہیں، اگر کسی کو کوئی بیماری ہو جائے تو اس کا علاج کروانے کی بجائے اس کو ریڑھی پر ڈال کر کسی چوک کے کنارے بٹھا دیا جاتا۔ ان بھیک منگوں میں بچوں کے بازو، ٹانگ یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کے زخم کھلے چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ جن پر مکھیاں بھنبھنانے لگتی، زخم میں پس پڑ جاتی لیکن پیسہ آتا رہتا۔

جیونی کی خواہش تھی کہ اسے کوئی ایسا مرد ملے جو کمائے اور اسے گھر بٹھائے۔

☆.....☆.....☆

بھیک منگوں کی بستی کے سبھی لوگوں کے رنگ قدرے سیاہی مائل تھے۔ بھیک منگوں کی بستی کے قریب ہی ایک پلازے کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ اس بستی کے مردوں کے برعکس، پلازہ کی تعمیر میں کام کرنے والے تمام کے تمام مرد تھے۔ ان میں اقبال پلازے میں کام کرنے والا راج مستری تھا۔ چوڑا سینہ، مضبوط جسم۔ وہ سارا دن مزدوروں

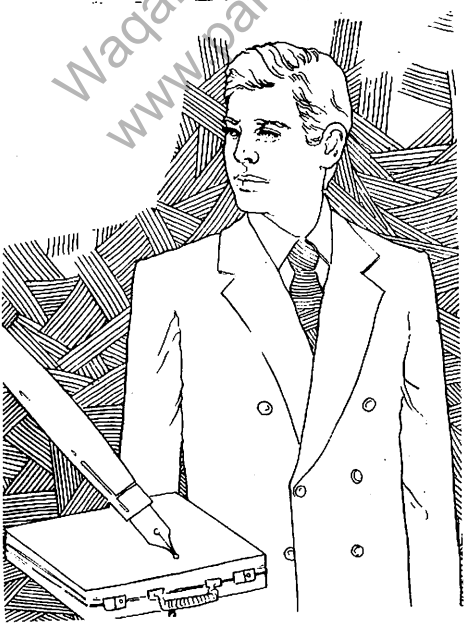

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ے کام کرواتا۔ جیونی دل ہی دل میں اس کو سراہتے سراہتے اس کے ساتھ کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ یہ عمارت کبھی مکمل نہ ہو۔ پلازہ کی عمارت مسلسل بن رہی تھی۔ دن رات تعمیر کا کام جاری تھا۔ اس رات تمام مزدور کام کرتے رہے، بالا چیخ چیخ کر انھیں مختلف کام کرنے کو کہتا رہا۔ صبح تک عمارت مکمل ہو چکی تھی۔

جیونی جھونپڑی کی ایک جھری سے اسے تکے جا رہی تھی۔ مرد ہو تو ایسا..... ہمارے یہاں کے مرد تو چپ دیکھو مردہ چھپکلیوں کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ جیونی نے دل ہی دل میں سوچا۔

اس نے نہ کچھ بالے سے کہا اور نہ ہی بالے کو اس کے جذبات کا علم تھا۔ ادھر عمارت مکمل ہوئی ادھر تمام مزدور جدھر سے آئے تھے ادھر چلے گئے۔

جیونی کے دل میں بالے کے جانے کے بعد عجیب سی بے حسی در آئی تھی اسے محسوس ہوتا تھا جیسے دنیا میں اب دلچسپی کا کوئی سامان رہ ہی نہ گیا ہو۔ دوسری جانب اسے اپنی بستی کے ہر مرد سے نفرت ہو گئی تھی۔ سمیت اپنے ابا کے۔ جس نے ساری زندگی نشے میں گزاری اور اماں کی بھیک کی کمائی سے وہ اور اس کے اٹھ بہن بھائی پلے۔

☆.....☆.....☆

جیونی کا رنگ، جسم، انداز سبھی گندم کے پکے ہوئے سٹے کی مانند تھا۔ جیونی واحد تھی جس نے بھیک مانگنے سے انکار کر دیا تھا۔

اماں میں کچھ نہ کچھ بیچ کے عزت کی روٹی کمانا چاہتی ہوں میں بھیک نہیں مانگنا چاہتی۔ جیونی نے یہ فیصلہ ماں کو دس سال کی عمر ہی میں سنا دیا۔ کیونکہ پیدا ہونے کے بعد سے وہ ماں کے ساتھ کسی نہ کسی چوک میں لائی جاتی۔ جہاں عموماً وہ سڑک پر پڑے پتھروں سے کھیلتی، گاڑیوں، پیدل سکول آنے جانے والے بچوں کو دیکھتی۔ وہ بچے کبھی کبھار اسے کوئی سکہ پکڑاتے تو ان کی ترس بھری نگاہوں کو دیکھ کر اسے سخت غصہ آنے لگتا۔ خوانچہ فروش آوازیں لگاتے گزرتے تو کچھ اسے بھی تھما جاتے۔ اس کا جی چاہتا کاش وہ کسی اور بستی میں پیدا ہوئی ہوتی۔ کوئی خوانچہ فروش ہو یا پھر بستہ لگائے کوئی بچہ ہو۔

کیا بیچ کے پیسہ کمائے گی؟ اور بھیک کے علاوہ کسی کام میں اتنا پیسہ نہیں۔ اماں چند لمحے توقف کے بعد بولی۔

بھابھی! اسے کرنے دے جو کرتی ہے میں اس کا ساتھ دوں گی۔ یہ خیرن تھی جیونی کی پھوپھی۔ ماں بیٹی کی بحث سنی تو جھونپڑی کے اندر چلی آئی۔

لو جی ایک تھوڑی تھی اب دوسری بھی آ گئی۔ اماں نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

ہاں پھوپھی بازار چلتے ہیں۔ کچھ پیسے میرے پاس ہیں۔ جیونی نے ایک دم جوش سے کہا۔

اے بی بی..... اپنا پیشہ اپنا ہی ہوتا ہے۔ اماں نے طنزاً کہا۔

بھابھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ کچھ کر ہی لوں گی۔ خیرن نے سوچتے ہوئے کہا۔ وہ بھی اپنی جوانی میں بھیک نہیں مانگنا چاہتی تھی مگر بھیک منگوں کے قبیلے میں پیدا ہو کر ان کے شعبے سے بغاوت کرنا آسان نہیں ہوتا۔

ہاں ہاں رکھا ہو گا کوئی یار جو تیری مدد کرے گا۔ اماں کو خیرن کا جیونی کی تائید کرنا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

اس دن جیونی اور خیرن بازار چلی آئیں۔ پھوپھی چوڑیاں لے لیتے ہیں..... جیونی نے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کہا تو خیرن کو بھی اس خیال پسند آیا۔ انھوں نے دو ٹوکرے چوڑیوں کے لیے ایک ٹوکرا جیونی کے سر پر رکھا اور دوسرا خیرن کے۔ سارا دن وہ قریبی علاقوں کی گلیوں میں گھومتی۔

چوڑیاں چڑھا لو کی آواز پر لڑکیاں اور درمیانی عمر کی عورتیں چھتوں سے جھانکتی۔ کبھی کوئی لڑکی بالی انھیں روک کر چوڑیاں پہنتی تو کبھی وہ سارا سارا دن ایک روپیہ بھی نہ کما پاتیں۔ جس دن کوئی کمائی نہ ہوتی اس دن اماں بھی بے نقط سناتیں جیونی کا دل دکھ سے بھر جاتا۔

جیونی تو میری مان چھوڑ دے یہ چوڑی وڑی کا کام۔ بھیک مانگ بھیک، بھیک مانگنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں رہتا۔ اماں فلسفیانہ انداز میں کہتی۔

بھیک مانگنے والے کو صرف پیسہ ہی نہیں دھتکار بھی ملتی ہے۔ بھیک مانگنے والے کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ جیونی کہتی۔

عزت تیری اب جیسے بڑی ہے نا۔ اماں ایک گالی کے ساتھ کہتی لیکن وہ جانتی تھی کہ جیونی کی عزت باقیوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جیونی کی کچھ عمر بڑھی تو اماں کو اس کے نکاح کی فکر ہوئی۔

اماں تو یہ بات اچھی طرح سے سن لے میں اس سے شادی کروں گی جو مجھے کما کے کھلائے۔ نہ کہ مجھے کمانا پڑے۔ یہ کہتے ہوئے بالے کا سراپا جیونی کی آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتا۔

لو جی۔ ایسا بر تیرے لیے پیدا ہو چکا۔ اماں تلملا اٹھتی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ پوری بستی میں ایسا کوئی مرد نہیں جو کماتا ہو۔ یہاں اول تو مرد نشہ کر کے کہیں نہ کہیں پڑے رہتے یا زیادہ سے زیادہ بھیک مانگتے۔ اماں نے ایک دو کے لیے کوشش کر دیکھی لیکن جیونی نے نہ ماننا تھا نہ مانی۔

انھی دنوں ابا کو ایک موذی بیماری نے آن گھیرا۔ کوئی کہتا تھا بھوت کا سایہ ہے تو کوئی کہتا بددعا ہے۔ ابا نہ جانے کب سے نشے کا عادی تھا۔ ڈاکٹری علاج کروانا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ ابا کو اماں نے ایک کھاٹ پر ڈال دیا تھا جسے وہ روز صبح گھسیٹ کر چوک میں لے جاتی۔ ابا بے بسی سے آتے جاتے لوگوں کو تکتا۔ ترس کھانے والے اس کی کھاٹ پر کچھ نہ کچھ پھینک جاتے۔ اماں نے اس کے ساتھ ساتھ ابا کو بڑے ہسپتال لے جانے کے لیے کوششیں شروع کیں۔ بستی کے قریب ہی اک بڑا پرائیویٹ ہسپتال کھلا تھا سنا تھا بڑے قابل ڈاکٹر اس ہسپتال میں بیٹھتے تھے۔ اماں نے ادھر ادھر سے قرض پکڑا، قرض دینے والوں میں چاچا برکت سب سے آگے آگے تھا۔ اماں نے، جیونی کو ساتھ لیا اور ہسپتال جا پہنچی۔

ان کے حلیے اور چہروں سے ہی مسکینیت جھلکتی تھی۔ ہسپتال کے گارڈ نے انھیں روک لیا۔

او بھائی! ہم بھیک منگے ہیں لیکن یہاں بھیک مانگنے نہیں آئے تمھارے ڈاکٹر کو پوری فیس دیں گے۔ اماں نے تلخی سے کہا۔ جیونی کو اسی شرمندگی نے آن گھیرا جس میں وہ بچپن سے مبتلا تھی۔

ابا کو ڈاکٹر نے دیکھا دوائیں دیں اور انھیں بتایا کہ جگر نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے کچھ ٹیسٹ بھی لکھ دیئے جو انھوں نے نہ کروانے تھے نہ کروائے۔ دوائیں اور ڈاکٹر کی فیس نے ہی ادھ موا کر دیا تھا۔

دوا دارو شروع ہوا، کبھی کبھار وہ ابا کو بڑے ہسپتال لے جاتی لیکن جگر کے ساتھ ساتھ ابا بھی ختم ہو گیا۔

ابا کو مرے ابھی چالیس دن بھی نہ ہوئے تھے کہ چاچا برکت آن وارد ہوا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint www.pakistanipoint.com

مائی میرا پیسہ کب لوٹاؤ گی۔ چاچا برکت جانتا تھا کہ جیونی کی ماں آج تو کیا پوری زندگی اس قرض نہ چکا پائے گی۔ جیونی اسی لمحے چوڑیوں کا ٹوکرا اٹھائے گھر لوٹی تھی۔

گندمی رنگ جو گرمی سے سنولا چکا تھا۔ جوانی اپنے جوبن پر تھی پسینے سے قمیض جسم سے چپکے جاتی تھی۔

چاچا تھوڑا صبر کر لت، دے دیں گے تیرا قرض۔ جیونی کا لہجہ بھی گرمی اور حبس سے گرمایا ہوا تھا۔

قرض کوئی مانگتا ہی نہیں، ہم تو جیونی کو مانگ لیں گے۔ چاچا برکت کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

خدا کا خوف کر برکت بھائی، جیونی تیرے رحمت کے برابر ہے۔ اماں کا سنولا چہرہ مزید سنولا گیا۔

جیونی رحمت کے برابر ہے تو کیا ہوا۔ مرد تو میں بھی ہوں آزما کے دیکھ لے۔ بوڑھے برکت نے اپنے پیلے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

چاچا! اٹھ ادھر سے نکل، بہت ہو گیا۔ ہو جائے گا تیرا قرض ادا۔ جیونی نے غصے سے انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ برکت، جیونی کی ماں اور اس کی باتیں تمام کی تمام سنی گئی اور پوری بستی میں پھیل گئیں۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔

کسی نے برکت کی عورت کو بھی جا بتایا کہ برات تو جیونی پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ برکت نے گھر میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کی خبریں بھی جیونی کی ماں تک پہنچی۔ وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔

جیونی اب بات مزید بڑھے گی۔ ہمارے پاس اب کوئی راستہ نہیں بچا۔ اماں اس دن پہلی بار جیونی کے سامنے روئی۔ جیونی جھلنگا چارپائی پر گرنے کے سے انداز میں دھنس گئی۔

کیا میں بھی بستی کی عام عورت بن جاؤں؟

کیا برکت ..... برکت چاچا کا سوچتے ہی اسے ابکائی آنے لگتی۔ وہ سوتی جی مسلسل سوچ رہی تھی۔ ایک کے بعد ایک سوال اسے تنگ کرنے لگا تھا۔

بھابی! جیونی ..... کیا ہوا میرے بچے کو .....

خیرن پھوپھی اسکے لیے ہمیشہ سے چھتر چھایا تھی۔

خیرن ..... تجھے برکت والے معاملہ کی خبر تو ملی ہوگئی نا ..... اب وہی پریشانی اور مسئلہ ہے۔ جیونی کی جلد از جلد شادی ہو جائے تو یہ اس بڈھے گدھ سے بچ جائے۔ اماں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام رکھا تھا۔

جیونی خلافِ عادت خاموشی سے اٹھی اور ان کے لیے چائے بنانے جھونپڑی سے باہر باورچی خانہ نما حصہ میں چلی گئی۔

جیونی اس بستی کے کسی مرد سے شادی کرنے کو تیار نہیں ..... برکت کا قرض ہم اتار نہیں سکتے ..... کریں تو کریں کیا؟ اماں مسلسل بول رہی تھی۔

جیونی کی شادی رحمت سے کر دے بھابی۔

خیرن نے گہری سوچ میں سوچتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے جیونی جھونپڑے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے کے تین کپ دھرے تھے۔

رحمت سے شادی ..... جیونی کو تو گویا کسی بچھو ہی نے کاٹ لیا تھا۔

ہاں جیونی۔ رحمت نے اپنا الگ چھت بھی ڈال لیا ہے کبھی کبھار کام کاج محنت مزدوری بھی کرتا ہے۔ برکت سے شادی کرنے سے بہتر ہے تو رحمت سے شادی کر ..... کم از کم تیری عمر کا تو ہے۔ خیرن نے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔

www.pakistanipoint.com

خیرن کی بات سولہ آنے ٹھیک ہے جیونی تو کسی ایک کو چن لے۔ اماں نے کہا۔

اماں کیوں نہ یہ بستی ہی چھوڑ دیں..... جیونی نے تیسری صلاح دی۔

تو بستی چھوڑے گی لیکن برکت تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ ہاں رحمت سے شادی کی صورت میں تو اس سے بچ جائے گی۔ اس بستی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ کسی کی عورت پر بری نظر نہیں ڈالی جاتی تھی اور اپنے سگے بیٹے کی بیوی پر تو بالکل بھی نہیں۔

خیرن تو رحمت سے بات کر دیکھ..... اماں نے کہا۔

اے بھابھی رحمت کو کیا اعتراض ہونا ہے .....تو اسے چھوڑ..... خیرن نے کہا اور چائے کی چسکیاں لینے لگی۔

اس طرح جیونی لال جوڑے میں ایک جھونپڑے سے اٹھ کر دوسرے جھونپڑے میں آن بسی۔

رحمت دوسرے مردوں سے اتنا مختلف ضرور تھا کہ اس نے جیونی کو چوڑیاں بیچنے سے منع نہ کیا لیکن اس نے جیونی کو گھر بھی نہ بٹھایا۔

جیونی کی زندگی جیسے چل رہی تھی ویسے ہی چلتی رہی۔ وہ پہلے بھی چوڑیاں بیچنے والی تھی آج بھی چوڑیاں بیچنے والی۔

اسے رحمت سے نفرت نہ تھی تو محبت بھی نہ ہو پائی۔ بس یہ بھی کافی تھا کہ برکت سے جان چھوٹی --

اس کے دل کے اندر سے کچھ ٹوٹا تھا، عزت، غیرت کے ساتھ جینے کا وہ خواب جو ٹوٹا تو اس کی شخصیت کو توڑ پھوڑ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

غزل

جتنا سوچوں، ہوتی ہے اتنی حیرانی
دل سے اکثر ہوتی رہتی ہے نادانی

جب دو دل آپس میں راضی ہوتے ہیں
ساری دنیا ہوتی ہے دشمن جانی

اکثر دیکھا، مل نہیں پاتے دل والے
برسوں تک پھر ہوتی ہے قصہ خوانی

کالے بادل چندا کو ڈھک لیتے ہیں
ساری شکلیں ہوجاتی ہیں انجانی

ساتھ نہیں دیتا ہے اپنا سایہ بھی
مشکل سے بچنا ہے ڈھونڈنا آسانی

دنیا چاہے کچھ بھی کرلے پھر بھی علی
کم نہیں ہونے پاتی پیار کی جولانی

علی رضا عمرانی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

زندگی رات دن میں تبدیل ہوتے ہوئے چلتی ہی رہتی ہے۔ جیونی کی زندگی بھی جیسے تیسے گزر رہی تھی۔ وہ رحمت کے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی ماں بن چکی تھی۔

میں کہتی ہوں رحمت۔ اب تو کوئی کام کاج کیا کر۔ ان کیڑوں کا پیٹ تو بھرے نا...... جیونی نے روتے بلکتے بچوں کو گالی دیتے ہوئے رحمت کو کہا۔ رحمت نے جیونی کی طرف دیکھا۔ یہ سراپا جو آج سے چند سال پہلے نہایت نرم و نازک تھا اب فربہ ہو چکا تھا۔ سنولا رنگ مزید سنولا گیا تھا۔

میری طرف کیا دیکھتا ہے؟؟ اور نہیں تو کوئی ٹھیلا ہی لگا لے...... بھیک ہی مانگ لے...... کچھ تو کر رحمت...... جیونی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

کچھ نہ کچھ کروں گا جیونی تو فکر نہ کر...... رحمت نے یقین دہانی کے انداز میں کہا جیونی جانتی تھی کہ وہ کچھ نہیں کرنے والا۔ یہ سوچ کر ان کے دل میں ڈوبی ہوئی گہری یادیں تازہ ہو جاتیں۔ وہ بالا بھی تو مرد تھا کتنی خوبصورتی سے اینٹیں اٹھاتا تھا۔ اس کی بیوی کتنی خوش نصیب ہوگی۔ جیونی ایک لمحے کے لیے رقابت کا شکار ہو جاتی۔ نفرت کی ایک لہر اس کے دل و دماغ میں سرایت کر جاتی۔

رحمت اور جیونی کے بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے جا رہے تھے ان کی ضروریات بھی بڑھ رہی تھیں۔ جیونی نے مشکل سے ہی سہی اپنے بچوں کو سرکاری سکول میں ڈال دیا تھا۔ اب چوڑیوں کی کمائی کم پڑنے لگی تھی، وہ ان کے پیٹ کا دوزخ بھرتی یا پھر دوسرے معاملات دیکھتی۔

سکول، پڑھائی لکھائی بستہ کتابیں...... یہ تو اس بستی کے مکینوں کی نظر میں ایسی عیاشیاں تھیں جو صرف اور صرف امیروں کے لیے تھیں۔

جیونی دن رات رحمت کے ساتھ لڑتی جھگڑتی۔ رحمت نے کبھی کوئی کام کیا ہی نہ تھا تو اب کیا کرتا...... بالآخر جیونی کے طعنوں سے تنگ آ کر بھیک مانگنے نکلا۔

ہٹے کٹے ہو۔ کوئی کام دھندا کرو...... کیوں بھیک مانگتے پھرتے ہو۔ ایک باریش بزرگ جو پھلوں کا ٹھیلا لگائے کھڑے تھے انھوں نے رحمت کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر سرزنش کی۔ رحمت نے اپنا سر ہی تو پیٹ لیا۔

جس کو دیکھو لیچر...... رحمت کو لیکچر تو کہنا نہ آیا لیچکر کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی۔

دھم دھم کرتا جھونپڑے کی جانب لوٹ آیا۔ ہیروین سے بھرا سگریٹ سلگایا۔ سگریٹ پی کر بے سدھ ہو گیا۔

جیونی کی کوئی چوڑی نہ بکی تھی۔ مارکیٹ میں لوہے اور نگوں والی چوڑیوں کا فیشن آ گیا تھا۔ کانچ کی چوڑیوں کی مانگ نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ جیونی کی جیب اجازت نہ دیتی تھی کہ وہ کانچ کی چوڑیوں کی بجائے لوہے کی یا نگ والی چوڑیاں خرید سکے۔

چوڑیاں لے لو چوڑیاں...... جیونی سر پر چوڑیوں کا ٹوکرہ رکھے تان لگائے جاتی اور گلی میں سے گزرتی جاتی تھی۔ وہ مرد اسی گلی کا مکین تھا اسکے جسم کو نہ جانے کب سے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے چلنے لگا۔

کتنے کی درجن دیتی ہو؟ مرد نے پوچھا

بھیا! پسند کر لو...... ریٹ مناسب کر دوں گی۔

جیونی ٹوکرا سر سے اتار کر زمین پر رکھتے ہوئے بولی

یہاں گلی میں نہ رکھو۔ وہ سامنے میرا گھر ہے ادھر چلو۔ مرد نے کہا۔ جیونی کے دل میں ایک امید جاگی کہ شاید کچھ چوڑیاں بک جائیں، اس نے جھک کر چوڑیوں بھرا ٹوکرا سر پر رکھا، مرد نے آگے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بڑھ کر اس کی مدد کی۔ ٹوکرا سر پر رکھوا کر مرد آگے آگے بڑھنے لگا، وہ اس مرد کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

مرد ایک گھر کے سامنے جا کر رکا، جیونی نے ٹوکرا زمین پر رکھا اور رنگ برنگی کانچ کی چوڑیاں دکھانے لگی۔ مرد نے دو درجن چوڑیاں خرید لیں۔ جیونی چوڑیاں اس کے ہاتھ میں تھما کے باقی چوڑیاں سمیٹنے لگی۔ تو مرد نے آگے بڑھ کر جیونی کی کلائی تھام لی۔

اگر تم میرے ساتھ گھر چلو تو تمھیں اس رقم سے کہیں زیادہ مل سکتا۔ تم پورا دن محنت کر کے اتنا نہیں کما سکتی جتنا میں تمھیں ایک دن میں دے سکتا ہوں۔ مرد نے ہوس بھرے لہجے میں کہا۔

باؤ ..... میں طوائف نہیں ہوں، محنت مزدوری کر کے کماتی ہوں۔ جیونی نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے تیزی سے جھک کر ٹوکرا سر پر رکھا اور تیزی سے چلنے کی کوشش کرنے لگی۔

سوچ لینا..... کبھی پیسے کی ضرورت پڑے تو کسی دوسرے کی ضرورت پوری کرنے کا سوچنا۔ مرد نے للچائی ہوئی نظروں سے اسے تولتے ہوئے کہا۔ جیونی کا جی چاہا کہ اس مرد کے چہرے پر تھوک دے۔

جیونی جھونپڑے میں داخل ہوئی تو رحمت بے سدھ چارپائی پر پڑا تھا۔ اس منظر نے جیونی کے اندر کی کانچ کی عورت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جیونی کا جی چاہا کہ تمام کی تمام چوڑیاں اس کے سر پر توڑ دے۔

ہر وقت سوئے پڑے رہتے ہو۔ کچھ نہیں کرتے۔ اللہ کرے رحمت تو مر جائے۔ جیونی پہلے غصے سے چلائی اور پھر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

جیونی ..... اور جیونی ..... کیا ہوا تجھے۔ اس طرح کیوں روتی ہے۔ رحمت ہڑبڑا کر جاگا۔ اسے روتے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

یہی تو مسئلہ ہے کہ کچھ نہیں ہوا، نہ زمین پھٹی نہ آسمان۔ جن عورتوں کے مرد تیرے جیسے ہوں نا ان کے تو آنسو خدا بھی نہیں دیکھتا۔ جیونی نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ رحمت اس کی جانب غور سے تکنے لگا۔ وہ آج کی طرح نڈھال پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ رحمت کا نشہ کچھ کچھ ٹوٹا، وہ اٹھا اور پانی کا گلاس بھر لایا۔ رحمت نے پانی کا گلاس جیونی کی جانب بڑھایا۔ جیسے جیونی نے اپنے بائیں ہاتھ کی ٹھوکر سے گرا دیا۔

اس رات پہلی بار جیونی نے رحمت کے سگرٹوں میں سے ایک چرایا اور ایک گہرا کش لیا۔ کڑوے دھوئیں کی وجہ سے اسے کھانسی آئی۔ لیکن وہ رکی نہیں۔ سگریٹ ختم ہوئی تو جیونی بھی نشے سے بے سدھ ہو چکی تھی۔

اس رات کے بعد رحمت اور جیونی کا رشتہ صرف ایک جھونپڑے میں بستے ہوئے دو اجنبیوں کا سا ہو کر رہ گیا جن کے درمیان صرف ضرورت کا رشتہ تھا۔ رحمت جیونی سے ویسی ہی محبت کرتا تھا جیسی یہاں کا ہر مرد کم و بیش ہر عورت سے کرتا ہے۔ بس رحمت اور دوسرے مردوں میں فرق یہ تھا کہ رحمت جیونی پر ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔

اس بستی میں گزرتے شب و روز کا حساب کتاب نہیں رکھا جاتا، یہاں ایک وقت کا کھانا پورا کر کے اگلے وقت کے لیے پھر سے محنت شروع کر دی جاتی ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کے بیٹے بڑے ہوتے جیونی نے انھیں قریبی اینٹوں کے بھٹے پر کام کرنے کے لیے بھیج دیا۔ وہ سارا سارا دن اینٹیں ڈھوتے۔

جیونی اپنے گھرانے کو بھیک کی لعنت سے پاک رکھنے میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن خود کو ہیروئن سے نہ بچا سکی۔

www.pakistanipoint.com

بھکر سے بھیجی گئی دلخراش حقیقت.....

ساون کے دکھ

ہمارے آس پاس کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جن سے ہم روز کی بنیادوں پر ملتے ہیں مگر پھر بھی ان کے غموں سے بے نیاز رہتے ہیں.....

نسیم سکینہ صدف

مسئلہ آن کھڑا ہوا تھا۔ شہر کے مشہور و معروف گرائمر اسکول کی گاڑی خراب تھی۔ ساون کی بارشوں نے چار دن سے تباہی مچائی ہوئی تھی۔ تسلسل سے ہوتی بارش نے شہر کی رونقیں ماند کر دی تھیں۔ شہری باہر نکلنے سے گھبرانے لگے تھے۔ جگہ جگہ پانی کے تالاب نے بچوں کو اٹھکلیاں کرنے کے لیے مجبور کیا ہوا تھا۔ خبریں گردش میں تھیں میڈیا کا ہر چینل ایک ہی خبر کو مختلف انداز میں دے رہا تھا۔ چینلز کی دکانداری چمکی ہوئی تھی۔

''فلاں شہر میں چھت گرنے سے تین لوگ جاں بحق۔''

''فلاں دیہات میں کرنٹ لگنے سے آٹھویں کلاس کی سدرہ جان سے گئی۔'' کہیں سیلاب کی زیادتی سے پانی کے ریلے میں بچے بہہ گئے اور مائیں رو رو کر برا حال کر رہی تھیں۔ ریسکیو ٹیم جان توڑ کوشش کر رہی تھی انہیں ڈھونڈنے کی گھر والے کھانا پینا بھول کر آنسوؤں میں ڈوبے بس دعاؤں پر یقین باندھے بیٹھے تھے۔

☆.....☆.....☆

جاذب نے اپنی گاڑی گیراج سے نکالی مہک اور عاشر کو بٹھایا اسکول کے لیے تو خیال آیا زوبیہ کو ساتھ لے لے اُسے برستی بارش میں لانگ ڈرائیو بہت پسند ہے جاذب کے کہنے پر زوبیہ نے موسم کے حساب سے ریڈ اور یلو ڈریس جلدی سے زیب تن کیا۔ براؤن سکی بالوں کو کیچر میں قید کیا اور ہلکا سا لپ گلوس کا ٹچ دیا اور جھٹ سے جاذب کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ نکھرے سے بچے مہک اور عاشر گرائمر اسکول کے ٹیلنٹڈ بچوں میں شامل تھے اور وجہ جاذب اور زوبی کی خاص توجہ تھی سے بارش کی بوندوں کو دیکھتے دیکھتے اسکول کے آہنی گیٹ کے آگے دونوں کو اتارا۔ اسکول کے گارڈ نے جاذب کو سلام کیا اور بچے بائے بائے کرتے اسکول کی پرشکوہ عمارت میں داخل ہو گئے۔

جہاں والدین اپنی اوقات سے بڑھ کر فیس ادا کر کے اپنے بچے کے اچھے مستقبل کی امید میں خود روکھی سوکھی میں گزرا کر رہے تھے۔ جاذب نے گاڑی کو موڑتے ہوئے گیت آن کر دیا۔

''یہ موسم کی بارش یہ بارش کا پانی''

مدھم رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے برستی بارش میں دونوں میوزک کے ساتھ انجوائے کر رہے تھے۔ چھ سال

www.pakistanipoint.com

پہلے دونوں رشتہ ازدواج میں بندھے تھے دونوں یونیورسٹی فیلو تھے اور دور کے کزن بھی تھے۔ زوبیہ کا تعلق تھر کے علاقے سے تھا۔ جہاں پینے کے پانی کو بھی کئی بار ترسنا پڑتا تھا۔ زوبیہ کی امی تو اپنی بہن کے گھر رشتہ کرنے کی خواہاں تھی۔ لیکن جاذب زوبیہ کے ابو کے کزن کا بیٹا تھا۔ یوں رشتہ رد نہ ہوسکا۔ کچھ تو زوبیہ کی امی کمپرومائزنگ خاتون تھیں جو گھر کے دیگر فیصلے شوہر کی خوشنودی کے ساتھ کرتی تھیں۔ دوسرے ماں نے زوبیہ کی آنکھوں میں جاذب کے نام کے جلتے دیپ دیکھ لیے تھے۔

زوبی کے دل میں بس جاذب تھا اور وہ سوچتی تمہاری چاہت کیسے میری ذات کا حصہ بنی۔ معلوم نہیں کب یہ دل لگی عشق میں مبتلا ہوئی۔ جان نہ سکی بس دل نے یہی صدا لگائی تم میرے ہو بس میرے...... تمہاری محبت میرے رواں خون میں اس طرح چلتی ہے جیسے سانس کا آنا جانا بھی تمہارے ساتھ کا متلاشی ہے۔ تیرے پیار کی حدت نے میری آنکھوں کو روشنی بخشی ہے۔ جنوں کی حد تک چاہنے لگی تھی انجام سے بے نیاز......

مگر رب نے ان پر خاص مہربانی کی اور ظالم سماج کے درمیان میں آنے سے پہلے وہ ایک ہوگئے۔ ان کی زندگی خوشیوں سے بھرپور گزر رہی تھی۔ ساس سسر کی عزت کرنا ان کا خیال رکھنا اور چھ ماہ سال بعد ارفعہ آپا کی آمد' زوبیہ کی بے حد تابعداری اور خدمت نے سب کے دل موہ لیے تھے۔ اپنی امی کی طرح وہ بھی ہر خوشی میں سب کو ساتھ لے کر چلتی۔

بزرگوں کی دعاؤں سے شادی کے پہلے ہی سالوں میں آگے پیچھے مہک اور عاشر کی صورت خوبصورت اولاد سے بھی نواز دیا۔ تو دونوں اللہ کی اس خاص عنایت پر خدا کے شکرگزار تھے۔ ساون کے گیت اور محبت بھری باتوں میں انہیں پتہ ہی نہ چلا جب العزیز بیکرز کے سامنے سے گزرتے ہوئے کونے میں لگے حلوہ پوری والے کے سامنے جاذب نے گاڑی روک دی تو زوبیہ نے چونک کر دیکھا تو جاذب حلوہ پوری لینے کیلیے اتر رہے تھے۔

"یار یہ پوریاں گرم نہیں ہیں؟" جاذب نے پوچھا تو اس نے بتایا۔

"صاحب پوری والے کے گھر کی چھت گر گئی اور اس کی بیوی اور بیٹی اس کے نیچے آ کر جاں بحق ہوگئی ہیں۔ وہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہوگیا ہے۔"

یہ سن کر نہ ساون اچھا لگا نہ گیت اور نہ حلوہ پوری کہ ساون کی اپنی خوبصورتی ہے۔ مگر کہیں کہیں یہ باعث زحمت بھی بن کر گھر کو اجاڑ کے رکھ دیتا ہے۔

□□......۞......□□

WaqarAzeem pakistanipoint.com

1987ء سے خدمت میں مصروف

LEUCODERMA-VITILIGO

پھلبہری

سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے

تمام جلدی بیماریوں کا موثر اور بے ضرر علاج

STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

ملٹی ایوارڈ ہولڈر

اجمل زیدی (ماہر) کے صاحبزادے اقدس زیدی

کے دورہ پاکستان کا مستقل پروگرام

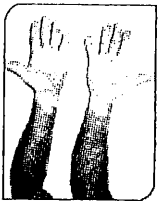

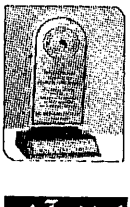

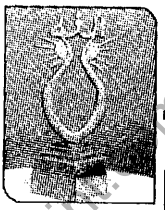

ASIAN EXCELLLENCE PERFORMANCE AWARD

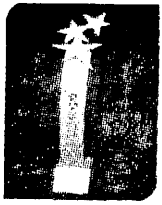

AWARD
BEST ACHIEVEMENT

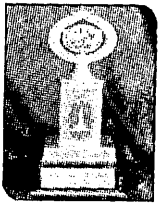

AWARD
PILLAR OF LEUCODERMA

اسلام آباد

مستقل پتا

9-اپریل تا 30 مئی
9-اگست تا 30 ستمبر
9-دسمبر تا 30 جنوری

مکان نمبر 62، اسٹریٹ نمبر 20 سیکٹر G-8/1
مرکز چوک (تعلیمی چوک) اسلام آباد
فون: 051-2331725
موبائل: 0300-8566188

لاہور

گالف سینٹر — قیام

14-فروری تا 27 فروری
14-جون تا 27 جون
14-اکتوبر تا 27 اکتوبر

تھرڈ فلور - فیروز پور روڈ
مزنگ چونگی نزد الائیڈ بینک لاہور
موبائل: 0300-8566188

پشاور

ہوٹل امین — قیام

یکم فروری تا 11 فروری
یکم جون تا 11 جون
یکم اکتوبر تا 11 اکتوبر

جی ٹی روڈ نزد ہشتنگری چوک پشاور شہر
موبائل: 0300-8566188

ملتان

ہوٹل سلور سینڈ — قیام

28-مارچ تا 6 اپریل
28-جولائی تا 6 اگست
28-نومبر تا 7 دسمبر

ریلوے روڈ، نزد چوک عزیز ہوٹل ملتان
فون: (061)4518061-62
موبائل: 0300-8566188

کراچی

فورچون سینٹر — قیام

13-مارچ تا 27 مارچ
13-جولائی تا 27 جولائی
13-نومبر تا 27 نومبر

آفس 706، 7 فلور، شاہراہ فیصل
نرسری اسٹاپ بالمقابل K.F.C کراچی
فون: 021-34328080
موبائل: 0300-8565188

E-Mail:syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.com.uk

بختاں

کتوں کے آگے ڈالنے کے لیے بچا کچا کھانا سب کے پاس ہوتا ہے مگر
کتوں جیسی زندگی گزارنے والے انسانوں کے لیے کچھ نہیں.....

فوزیہ احسان رانا

بڑی کوٹھی والوں کے لان میں ایستادہ پیپل کے درخت سر جوڑے ساکت کھڑے تھے جیسے کسی نے ان کو حنوط کر دیا ہو۔وہ ان درختوں کی بے حسی پر مسلسل کڑھ رہی تھی۔مجال ہے کہ کوئی پتہ ہل رہا ہو، کہیں سے کوئی ہوا کا جھونکا نہیں آ رہا تھا، گرمی کا قہر بختاں کے سر سے پاؤں تک پسینہ بن کر بہہ رہا تھا۔

نصیرا دو دن سے بخار میں بری طرح پھنک رہا تھا۔لگتا تھا جیسے کمزوری اس کا بدن اوڑھ کر سو گئی ہو۔نصیرا پہلے ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا اب تو بخار کے باعث اس فاقہ زدہ بچے کی پسلیاں تک ایک ایک کر کے گنی جا سکتی تھیں۔بختاں کی گود میں بے سدھ پڑا نصیرا دمے کے دائمی مریض کی مانند سانس لے رہا تھا۔اس کے سوکھے بدن پر فقط پانی پی پی کر پھولا پیٹ چھوٹی ڈھولکی کی طرح نمایاں نظر آ رہا تھا۔

ذرا فاصلے پر لیٹا ہوا کرمو وقفے وقفے سے بختاں کو غصیلی نگاہوں سے دیکھتا اور منہ پھیر لیتا اس کی پیشانی شکنوں سے پر تھی۔گرمی نے الگ برا حال کر رکھا تھا۔وہ ہاتھ میں پنکھا پکڑے اسے زور زور سے ہلا کر خود کو ہوا دے رہا تھا مگر نہ ہی پسینہ سوکھ رہا تھا اور نہ ہی گرمی کی شدت میں کمی ہو رہی تھی۔اوپر سے زوروں کی بھوک لگ رہی تھی انتڑیاں قل ھواللہ کا ورد کر رہی تھیں اور بختاں کو تو لگتا تھا کرمو کی کوئی پرواہی نہیں رہی تھی۔

دو دن سے نصیرے کو ایسے سینے سے لگائے بیٹھی تھی جیسے اسے بس نصیرے کی ہی فکر ہے اور وہ اسی کی فکر میں گھلی جا رہی تھی۔اور کرمو دو دن سے بھوکا پیاسا جھگی میں پڑا تھا اور اب تو اس کو اپنے ہاتھ پیروں سے جان اسی نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔کرمو نے خمگین نگاہوں سے بختاں کو دیکھا اور دانتوں پر دانت جما لیے اس کی مٹھیاں غصے سے بھنچ گئیں تھیں ناک کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

نصیرے نے بھوک میں لپٹی آہ سے مشابہ چیخ ماری۔۔۔مری ہوئی بے جان سی چیخ!!

بختاں نے ممتا کے ہاتھوں مجبور تڑپ کر اپنی قمیض کا دامن اوپر اٹھایا اور نصیرے کو اپنی چھاتیوں میں گھسا لیا نصیرا بختاں کا ماس کھانے لگا۔بختاں کا

www.pakistanipoint.com

دل بری طرح گھبرایا اس کی ساری جان ایک مٹھی میں سمٹ آئی۔ نصیرا اسے بھنبھوڑتا رہا مگر دودھ کا ایک قطرہ بھی نکل کر نہ دیا وہ بھی تو دو دن سے بھوکی تھی دودھ کہاں سے آتا۔

جن صحراؤں سے بارش روٹھ جائے وہاں بھلا جل تھل کا کیا کام!!

نصیرے نے بختاں کا سوکھا پستان زور لگا کر کھینچا، بختاں کی ساری جان نکل گئی۔ اس کے خشک لبوں سے ایک قحط زدہ سی سسکاری نکلی اور وہ بے بسی سے رو دی۔ نصیرے نے تھک ہار کر بختاں کی چھاتیوں سے سر نکالا وہ گرمی سے کملا کر رہ گیا تھا ماں کے دل سے ہوک سی نکلی۔

''اب اٹھ بھی جا بد بخت' کب تک اس منحوس کے ناز نخرے اٹھاتی رہے گی'' کرمو نے چلا کر کہا بختاں نے جھکا ہوا سر نہیں اٹھایا کرمو کو اور طیش آیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دندناتا ہوا بختاں کے سر پر سوار ہو گیا۔

''سنا نہیں تم نے' جا کہیں سے روٹی مانگ کے لا' مجھ میں اب ہمت نہیں بھوکا رہنے کی'' وہ اتنے رعب سے بولا جیسے اس کے لیے روٹی کا انتظام کرنا بختاں کی ذمہ داری ہو۔ بختاں نے اب بھی سر نہیں اٹھایا۔

''میری بات سنائی نہیں دے رہی تمہیں۔''

اب کے بار وہ پوری جان لگا کے غرایا تھا جیسے بادل برسنے سے پہلے گرجتے ہیں۔ بختاں نے چونک کر سر اٹھایا جیسے وہ گہری نیند سے جاگی ہو۔ اس کی آنکھوں میں حیرت سی تیر رہی تھی۔

''تجھے کیا ہوا کرمو'' وہ غائب دماغی کی کیفیت میں بڑبڑائی۔

کرمو نے آنکھیں دکھائیں، کرمو کی آنکھوں سے آگ کے شعلے سے لپک رہے تھے، اسے بختاں کی بے خبری پر جی بھر کر تاؤ آیا تھا۔

''میری مارے بھوک کے جان پر بنی ہوئی ہے اور یہ اتنی بے رحم عورت ہے کہ اسے رتی برابر بھی احساس نہیں ہے کہ میں دو دن سے بھوکا پیاسا جھگی میں پڑا سڑ رہا ہوں گرمی نے جلا کر رکھ دیا ہے خالی معدہ دھائی دے دے کر سکڑ گیا ہے۔ مگر اس بد بخت عورت کو کوئی خیال ہی نہیں''

کرمو غصے سے آگ بگولا ہو رہا تھا۔

''اٹھ جا اب۔ بہت ہو گئی تمہاری ہڈ حرامی۔ اب اور نہیں'' کرمو طیش سے بختاں کی جانب بڑھا

www.pakistanipoint.com

تھا۔ بختاں سہم گئی اتنی دگرگوں حالت میں پلٹنے کی ہمت نہیں تھی وہ پہلے ہی اتنی نڈھال اور بے دم سی ہو رہی تھی کہ ہاتھ پاؤں تک پر کپکپی طاری تھی۔ کرمو اس پر بہت کم ہاتھ اٹھاتا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کوئی بہت رحم دل انسان تھا۔ بختاں شکایت کا موقع ہی نہیں دیتی تھی گرمی سردی کی شدتوں سے بے نیاز وہ گھر گھر مانگنے جاتی تھی اور کرمو کے کھانے کا بندوبست کرتی تھی۔ وہ اپنا کام بہت محنت اور تندہی سے سرانجام دیتی تھی۔

کرمو سارا دن جھگی میں لیٹا اینٹھتا رہتا تھا۔ زمانے بھر کا نکما اور نکھٹو کرمو۔ بختاں پر اس کی اجارہ داری تھی تین بولوں کے عوض وہ محکوم تھی اور کرمو حاکم۔

یہ تو ازلوں سے ہوتا آیا ہے!!

وہ اپنے گھر کا مرد بنی مانگتی پھرتی تھی کپڑے لتے سے لے کر کھانے پینے تک کا انتظام کرنا اس کے ناتواں کندھوں کی ذمے داری بنا دیا گیا تھا۔ کرمو اچھا پہنتا اوڑھتا تھا بختاں کی مانگی تانگی رقم بھی وہ چھین لیتا تھا۔

''اس نصیرے کو تو دل کرتا ہے جان سے ہی مار دوں منحوس کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا''، کرمو اشتعال میں آ کر نصیرے کی طرف بڑھا بختاں ٹھٹھکی اور ایک ہی جھٹکے سے کھڑی ہو گئی اور نصیرے کو اس نے اپنی چھاتی سے لگا کر بھینچ لیا۔ ہراس اس کی آنکھوں میں کروٹیں لینے لگا دل اتنی رفتار سے دھڑک رہا تھا کہ ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔ کرمو کا کیا پتہ وہ کیا کر ڈالے نصیرے کو زمین پر ہی پٹخ دے۔

بختاں جھگی سے باہر نکلی اس کی ٹانگیں بے جان ہو رہی تھیں گرم ہوا کا جھلساتا ہوا جھونکا بختاں کا چہرہ ہی سلگا گیا تھا۔

وہ مرے مرے قدموں سے گھسٹ گھسٹ کے چلنے لگی سامنے ہاشمی صاحب ٹینٹ لگوا رہے تھے ان کی لاڈلی اکلوتی بیٹی کی شادی تھی بہت دن سے ان کے گھر دھوم دھڑکا ہو رہا تھا ساری ساری رات ڈھولکی کے ساتھ تالیاں بجانے کی آواز سارے میں گونجتی رہتی تھی نصیرا ساری رات روتا رہتا تھا اس لیے بختاں بھی سو نہیں پاتی تھی نصیرے کو کندھے سے لگائے وہ ساری رات ادھر ادھر ٹہلتی رہتی تھی، کرمو کو مچھر کاٹتے تو وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھتا اور اپنی غریبی کو کوسنے لگ جاتا وہ اپنے نکھٹو پن کے علاوہ ہر چیز پر تنقید کرتا تھا قسمت کو موردِ الزام ٹھہراتا تھا کہ وہ کیسے مقدر لے کر دنیا میں پیدا ہوا کہ ساری زندگی بھوک و افلاس سے لڑتے لڑتے گزرتی جا رہی ہے۔

اس افسر کالونی میں ایک سے ایک پیسے والے لوگ تھے، جن پر آسمان سے من و سلویٰ اترتا اور زندگی جن کو راستہ دیتی، موسم ان کی جنبشِ ابرو سے بدل کر ان کے بیڈ روم کی فضا تبدیل کرتے اور آسائشات جن کو وراثت میں ملیں۔ ہاشمی صاحب تو سنا تھا بہت زمینوں کے بھی مالک تھے۔ ان کے آموں کے باغات بھی خاصے مشہور تھے، کرمو ان سب امراء کو دیکھ دیکھ کر کڑھتا رہتا تھا اور ہاشمی صاحب سے تو گویا اسے خدا واسطے کا بیر تھا۔ کرمو ہاشمی صاحب کی لمبی سی گاڑی کو دیکھ کر آہیں بھرا کرتا تھا۔ وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ نہیں سکتا تھا اس کی اوقات ہی کیا تھی، ایک حرفِ غلط، نالی میں رینگنے والا کیڑا، پاؤں تلے مسلا جانے والا معمولی حشرہ یا پھر وجود رکھتے ہوئے لاوجود۔۔۔۔ وہ اپنی ساری جلن اپنی بلاوجہ کی ساری کڑھن بختاں پر نکال دیتا تھا، وہ اس سے گلا کرتا تھا کہ سب مردوں کی بیویاں ان کو کتنی عیش کرواتی ہیں اور ایک میری بیوی ہے مریل سی۔ نہ دیکھنے میں چجتی تھی اور نہ ہی کچھ کما کے لانے کے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

قابل تھی جبکہ کرمو اس کو اپنے چاچا کے بیٹے کی بیوی کی مثالیں دیا کرتا کیسے وہ بڑی بڑی کوٹھیوں سے مال لے کے آتی تھی۔ بختاں جانتی تھی کہ وہ کوٹھیوں میں جا کے کیا کرتی ہے کس برتے پر پیسے لے کر آتی ہے بختاں مر سکتی تھی مگر خود کو بیچ کے زندگی نہیں خرید سکتی تھی۔

بختاں نے سوچا سب سے پہلے ہاشمی صاحب کے گھر ہی جاتی ہوں شادی والا گھر ہے کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ مجھے زیادہ دور بھی نہیں جانا پڑے گا۔ وہ ایسی ہی باتیں سوچتی ہوئی ہاشمی صاحب کے گیٹ تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے لب خشک ہو رہے تھے نصیرے کی سانسیں جیسے پسلیوں میں دھڑک رہی تھیں آگ برساتا سورج ان کو جلا کر بھسم کر دینے کے درپے تھا، مگر پیٹ کی دہکتی آگ کے سامنے سورج کا تپش معمولی لگ رہا تھا، وہ سر سے پاؤں تک تڑپ رہی تھی مگر دو حرف روٹی کے لیے دربدر تھی۔ اس کا شوہر بھوکا تھا وہ اور اس کا بچہ بلک رہے تھے، موت دبے قدموں ان کی طرف بڑھ رہی تھی، اس کا اپنا معدہ الٹا پڑا تھا، جیون جیسے بوجھ بن گیا تھا!!

اس نے ہاشمی صاحب کے گھر کے سامنے جا کر صدا لگائی اس کی درد میں ڈوبی صدا واپس لوٹ آئی۔

''اللہ آپ کی بیٹی کے نصیب اچھے کرے مجھے روٹی دے دو'' ہاشمی صاحب کے ملازم بارات کے بیٹھنے کا انتظام کر رہے تھے ہاشمی صاحب نے گھور کر بختاں کو دیکھا مگر بختاں نے چنداں پروا نہیں کی اور بہت گریہ زاری کرنے لگی ان سے ان کی بیٹی کی خوشیوں کا صدقہ مانگنے لگی ہاشمی صاحب کا موڈ بگڑ گیا انھوں نے غصے سے بختاں کو ڈانٹ دیا نصیرا بھاں بھاں کر کے رونے لگا۔ بختاں پھر ہاشمی صاحب کی طرف بڑھی اور بہت عاجزی و انکساری سے روٹی مانگی۔

''اس منحوس کو چپ کرواؤ اور دفع ہو جاؤ جہاں سے۔ میری بیٹی کو تمہاری دعا کی ضرورت نہیں ہے'' ہاشمی کا لہجہ گھمنڈ سے لبریز تھا۔ نخوت جیسے کسی نے ان کے چہرے پر پینٹ کر دی تھی۔

''خدا رسول کا واسطہ'' بختاں نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے نصیرا اور بھی زور لگا کر چیخنے لگا۔

''اس سے پہلے کہ میں اس بچے کا گلہ دبا دوں۔ چلی جاؤ۔ خوشیوں بھرا گھر ہے آ گئی اپنی منحوسیت طاری کرنے۔'' ہاشمی صاحب نے بختاں کے کندھے کو زور سے جھٹکا دیا وہ واضح لڑکھڑائی تھی۔ وہ واپس پلٹی اس کی بجھی ہوئی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں ہو گیا۔ وہ روتے ہوئے اگلے محلے کی جانب چل پڑی ہاشمی صاحب اپنی بیٹی کی خوشی کو بختاں کی سیاہ نصیبی سے بچانا چاہ رہے تھے وہ اس پر بختاں کا سایہ یا بختاں کی آواز بھی پہنچنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ وہ کتنی حرماں نصیب تھی در در کی ٹھوکریں کھا رہی تھی۔

نصیرے کی سانسیں اتھل پتھل ہو رہی تھیں بختاں نے لرز کر نصیرے کا کمزور سا چہرہ سیدھا کیا اور روتے ہوئے اسے چومنے لگی اس کی بے بس مامتا رو رہی تھی۔ اس نے اپنے بکھرے اعصاب کو مجتمع کیا اور ایک امید کے ساتھ سامنے دیکھا شرافت قصائی کی کوٹھی سامنے ہی تھی وہ اپنے بے جان قدموں کو گھسیٹتی ان کے گیٹ تک گئی اور یہ دیکھ کر بختاں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا کہ ان کا گیٹ کھلا تھا بھری دوپہر میں اس کالونی کے سب لوگ آرام کرتے تھے دروازہ بہت پیٹنے پر بھی نہیں کھلتا تھا۔

بختاں گیٹ کے اندر گھستی چلی گئی۔ سامنے کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لان میں پانی والا پائپ کھلا پڑا تھا بختاں کے مردہ چہرے پر ایک

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

رونق سی آ گئی وہ جلدی سے آگے بڑھی اور ٹھنڈی گھاس پر پاؤں رکھ کر اس نے نصیرے کو اپنے پیروں پر بٹھایا اور پائپ سے اس پر پانی ڈال کر اپنے بیٹے کو نہلانے لگی نصیرے کی جیسے جان میں جان آئی تھی اس نے اپنی آنکھیں کھول کر بختاں کو دیکھا بختاں مسکرائی۔

بختاں نے پائپ منہ سے لگا کر جی بھر کر ٹھنڈا پانی پیا۔

''اے لڑکی کون ہو تم'' تبھی ایک عورت نے آ کر اس کے ہاتھ سے پائپ چھین لیا۔ بختاں لرز کر رہ گئی۔

''چور کہیں کی، بہانے سے اندر آ کر ڈاکے ڈلواتی ہو، بلاتی ہو پولیس کو، وہ کھایا پیا اگلوائے گی تم سے۔''

عورت کے لہجے میں حقارت، تحقیر، نفرت، غرور، سب ایک ساتھ جمع تھے۔

بختاں بات کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر بختاں کی کی ایک بات بھی اس عورت نے نہیں سنی اور دھکے دے کر وہ اسے گیٹ سے باہر پھینک گئی۔ اتنی تحقیر ایسی بے عزتی۔ بختاں چاروں شانے چت زمین پر گری تھی جلتی بھلتی زمین نے بختاں کے بدن کو ساڑ ڈالا وہ سی سی کرتی اٹھی اور روتے ہوئے نصیرے کو اٹھا کر اپنے دل کے ساتھ لگا لیا۔ وہ دو کوڑی کی عورت تھی اس کی کیا عزت تھی وہ روز جیتی تھی روز مرتی تھی۔ بختاں کو لگا وہ گندگی کی پوٹ ہے جسے لوگ حقارت سے دیکھتے ہیں نفرت سے دھتکارتے ہیں اور ان کو بختاں سے گھن آتی ہے ایسی گھن کہ وہ اسے چند پل بھی برداشت نہیں کر پاتے۔

بختاں ہچکیاں لیتے ہوئے اٹھی اس نے اپنی ہمت بڑھائی اور اگلے محلے چل پڑی پھر اس نے بہت سے در کھٹکھٹائے مگر کوئی در واہ نہیں ہوا سب نے اسے دھتکار دیا لعن طعن کی اسے بے عزت کیا وہ گم صم سی روئے جا رہی تھی وہ اپنی بپتا اس کس پر نکالتی۔ کس کو اپنا غم بتاتی۔ کون تھا ایسا ہمدرد جس کو اپنا درد بتاتی۔ کسی گھر میں چاول بٹ رہے تھے کافی لوگ چاول لے رہے تھے بختاں کی امید پھر سے بندھ سی گئی وہ بہت تیزی سے آگے بڑھی اور لوگوں کے ہجوم میں گھس گئی۔ پتہ نہیں اتنی ہمت اس کے اندر کہاں سے آ گئی تھی کہ وہ مجمع کو چیرتی ہوئی چاول بانٹنے والے شخص کے سر تک پہنچ گئی۔

اس شخص نے پلیٹ بھری اور بختاں کی پھیلی جھولی میں ڈال دی۔ بختاں ایک ہاتھ سے نصیرے کو سنبھالے دوسرے ہاتھ سے چاول سمیٹتی اس گھر سے نکلی نصیرے کو گرم چاولوں کی تپش سے اتنی گھبراہٹ ہوئی کہ وہ گلا پھاڑ کر رونے لگ گیا۔ بختاں نے چاولوں والی پوٹلی نصیرے سے دور کرنی چاہی مگر کیا ہوا بختاں کے ہاتھ سے آنچل چھوٹا اور سارے چاول زمین بوس ہو گئے بختاں حیرت سے یہ سارا منظر محض دیکھ کر رہ گئی۔

اس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی، اسے لگا زندگی ریت میں بکھر گئی، وہ ہاتھ میں مٹھیاں بھر بھر کر چاول کھانے لگی چاولوں کے ساتھ بہت سی مٹی بھی بختاں کے اندر جا رہی تھی۔ مٹی کے ذرے اس کے حلق میں کانٹوں کی مانند چبھنے لگے تھے اس کی آنکھیں رو رہی تھیں۔

مٹی سے اٹے چاول جتنے وہ کھا سکتی تھی اتنے وہ کھا چکی تھی اب اس میں مزید سکت نہیں تھی۔ اس کے گلے میں خرخراہٹ سی ہو رہی تھی۔

اگر یہی چاول ٹھیک حالت میں ہوتے تو وہ کرمو کے لیے لے جاتی وہ پیٹ بھر کر کھا لیتا۔ بختاں ہراساں تھی اب وہ کیا کرے۔ کہاں

Nagar Azeem www.pakistanipaint.com

سے پیسے لے اور بازار سے کھانے لے جائے۔ ایسا لگتا تھا آج کا دن ہی برا تھا۔

کوئی اپنا دروازہ کھولنے پر راضی ہی نہیں تھا۔ سارے در بند تھے۔ کہیں سے کوئی امید کوئی آس نظر نہیں آرہی تھی۔

چلتے چلتے اس کے پاؤں شل ہوگئے تھے ٹانگیں جیسے بے جان ہو رہی تھیں وہ بے کسی کے شدید احساس تلے دب کر ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئی اور چیخ چیخ کر رونے لگی۔ اس نے نصیرے کو ایک نظر دیکھا اس کے اندر سے غصہ عود کر آیا بختاں کو نصیرا اس سمے برا لگا تھا بہت برا۔ تنفر کی ایک تیز لہر نے اس کو اکسایا اور بختاں کا دل چاہا کہ نصیرے کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دوں سوکھا سڑا سا نصیرا جس کا پیٹ چھلک رہا تھا جس کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے وہ برسوں کا مریض ہو۔ بختاں نے اس کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر ہوا میں اچھالا وہ بے زار ہو رہی تھی اسے خود سے نصیرے سے اور کرمو سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

بختاں جوش سے اٹھی اور نصیرے کو دیکھا وہ اسے پٹخنے ہی والی تھی تو۔۔ وہ رک گئی۔ اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ کیا بھوک ایسی آفت ہے جو کسی عفریت کی طرح بدن کا سارا خون چوس لے ساری توانائی نچوڑ لے، سوچیں سلب کر لے۔ اور کوئی ماں اپنے ہی جگر کے ٹکڑے کو اکتاہٹ سے دیکھے۔ اسے بوجھ سمجھنے لگ جائے۔ اپنے ہی بدن کا حصہ ایک عذاب لگنے لگے۔

جیسے ہی بختاں نے نصیرے کو بازوؤں میں لے کر ہاتھ اوپر کیے اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبوچ ڈالا۔ اس کی مجبور مامتا کرلانے لگی بختاں نے ایک ہوک بھری اس کے لبوں سے آہوں کا طوفان امڈ پڑا اور اس نے سر کو زور زور سے نفی میں ہلایا اور نصیرے کو اپنے سینے سے چمٹا کر بھینچ لیا۔ وہ اسی دیوار کے ساتھ گھسٹتی ہوئی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

اسے یاد آیا پچھلے سال بختاں کو ایسا بخار چڑھا جو اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا تب وہ نصیرا پیدا نہیں ہوا تھا وہ صرف کرمو کی ہی چاکری کیا کرتی تھی۔ جب کچھ دن وہ چارپائی پر پڑی اینٹھتی رہی تھی اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا کوئی دوا دارو تو درکنار۔ کرمو اس سے روٹھا روٹھا پھر رہا تھا پھر وہ اس کو مغلظات بکنے لگا اور جب بختاں نیم بے ہوشی کی حالت میں بے دم سی پڑی تھی تب کرمو نے اسے کیسی چار چوٹ کی مار لگائی تھی سارے پپھی واس اکٹھے ہوگئے تھے خوب تماشہ لگا تھا۔

سب کرمو کو کہنے لگے ایسی کم رو بیوی اوپر سے بیمار۔ چھوڑ دے اسے اور کر لے۔ بختاں جلدی سے اٹھ کر مانگنے چلی گئی تھی۔

بختاں نے جھرجھری سی لی ابھی بھی بدن میں اس مار کی ٹیسیں سی اٹھتی تھیں۔ بختاں سوچ رہی تھی اگر میں خالی ہاتھ گھر گئی تو کرمو مجھے چھوڑے گا نہیں۔ میرا جینا دوبھر کر دے گا۔ چین نہیں لینے دے گا۔

بختاں پھر سے کمر کس کے میدان میں اتری۔ شاید کوئی ترس کھا لے۔ وہ چلتے چلتے ایک گھر کے سامنے رک گئی۔ یہ نسرین کا گھر تھا یہ عورت دھندہ کرواتی تھی۔ عورتیں اس کے پاس جاتی تھیں مردوں کا بھی اس کے گھر میں آنا جانا تھا جہاں جسم فروشی کا کام مل جاتا تھا اس گھر سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ جیسی عورت ویسے دام مل جاتے۔ بختاں نسرین کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ آج بھوک اور ضمیر کا مقابلہ تھا، بھوک جیسے زور آور پہلوان سے نحیف فاقہ زدہ ضمیر کا ہار جانا یقینی تھا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''شرافت اور نیک نامی نے مجھے بھوکا مار ڈالا آج میں بھی نسرین کے گھر جا کر خود کو بیچوں گی اور روٹی خریدوں گی۔''

بختاں نے سوچا اور نسرین کی دھلیز پار کر لی، معاً وہ رکی اور خود کو دیکھنے لگی۔ انیس سال کی عمر میں ہی کیسی چوسی اور ڈھلکی ہوئی عورت کا روپ دھار چکی ہوں میں۔ میرے بھلا کیا دام لگیں گے۔ وہ خود ترسی کا شکار ہو کر خود کو دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے جانا چاہیے۔ اس کا ذہن بیک وقت بہت سی سوچوں کی آماہ جگاہ بنا ہوا تھا۔ جو بھی ملے جتنا بھی ملے کر مو کے کچھ دن اچھے گزر جائیں گے نصیرا جی بھر کر دودھ پی لے گا۔ بختاں کے پستانوں میں ایک بوند بھی دودھ کی نہیں تھی نچڑی ہوئی چھاتیاں اس قابل نہیں تھیں کہ نصیرا سیر ہو کر دودھ پی سکے۔۔ بختاں گومگو کی حالت میں نسرین کے دروازے میں کھڑی تھی اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے۔

''حرام کے پیسے سے دودھ پیئے گا تو حرام ہی کھائے گا پھر نصیرا'' ایک کڑوی سچائی نے اسے جھنجھوڑ دیا وہ جیسے خواب سے بیدار ہوئی۔

''نہیں۔ نہیں میں اسے ایسی کمائی نہیں کھلا سکتی''

وہ وہاں سے نکلی اور نہر کنارے درختوں کے سائے میں آگے بڑھنے لگی ایک یہ راستہ بھی اس کی جھگی کو جاتا تھا۔ اس کے پیروں میں کنکر لگ رہے تھے بختاں نے گھسی ہوئی چپل پہن رکھی تھی چپل میں سوراخ سے بن چکے تھے۔ بختاں بار بار چپل اتار کے اس میں سے مٹی اور پتھر جھاڑتی تھی پھر پہنتی تھی مگر کچھ دیر ہی چلنے سے ٹوٹی ہوئی جوتی پھر سے چھوٹے چھوٹے کنکروں سے بھر جاتی تھی۔

بختاں کا دل منوں بوجھ تلے دبا جا رہا تھا اس کا دماغ گرمی ابل رہا تھا گرم لوا سے اور نصیرے کو مارے دے رہی تھی بختاں لمبے لمبے سانس لیتی نہر کنارے بیٹھ گئی یہ وہ جگہ تھی جہاں پر پکھی واس عورتیں اور مرد اکثر آ کر نہایا کرتے تھے۔ بختاں پانی میں ٹانگیں ڈال کر بیٹھ گئی نصیرے کو اچھی طرح نہلایا۔ دو درختوں کے ساتھ اپنا دوپٹہ باندھ کر اس نے نصیرے کے لیے جھولا بنایا اور بختاں نے نصیرے کو اس جھولے میں ڈال کر اسے جھولے دینا شروع کیے تو کچھ ہی دیر میں نصیرا سو گیا۔

بختاں نصیرے کو سلا کر پھر سے نہر کنارے آ کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں کا پیالا بنا کر وہ پانی بھر بھر کر اپنے اوپر ڈالنے لگی ایک بہت پر لطف سی سنسنی اس کے رگ و پے میں سرائیت ہو رہی تھی۔ بختاں کو ایسا لگا کہ وہ بارش میں نہا رہی ہے وہ چھوٹی سی بچی اس کے خیالوں میں سما گئی جو اپنے گھنے بالوں کی دو چوٹیاں لہراتی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ بہت دور ریلوے اسٹیشن کے ساتھ چھوٹا سا کچا آنگن جس میں بختاں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہا کرتی تھی اس کا باپ ریلوے اسٹیشن پر ایک قلی تھا بختاں بہت لاڈلی تھی حمید کبھی خالی ہاتھ گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ جب وہ کبھی ایسے ہی بازو لٹکائے آ جاتا تو بختاں روٹھ جاتی تھی منہ پھلا کر کسی کونے کھدرے میں چھپ جاتی اور حمید کی تو جان پر بن آتی تھی پھر وہ بازار جاتا اور بختاں کے لیے پکوڑے اور گرما گرم جلیبیاں لے کر آتا بختاں کے ترلے کرتا ناز اٹھاتا تب کہیں جا کر وہ مانتی تھی۔ بختاں چوری دار پاجامہ اور کلیوں والا فراک پہنے سارا دن ریلوے اسٹیشن کی رونقیں اور گہما گہمی دیکھا کرتی تھی بچپن سے وہ ریل اور اس کی آواز کے سحر میں مبتلا تھی۔ وہ گھر سے باہر آ کر آتی ریل کی مخصوص آواز سنا کرتی تھی۔ اسے ریل اور پٹریوں سے خاص انسیت محسوس ہوتی تھی اسے ریل کی چھکا چھک مبہوت سا کر دیتی تھی۔

۔حمید اس کی کوئی فرمائش نہیں ٹالتا تھا جو وہ مانگتی

www.pakistanipoint.com

لے کر دیتا تھا۔ اور پھر حمید ہی نہ رہا اور ماں نے کرمو سے بیاہ دیا۔

وہ خوابوں خیالوں کی حسین وادیوں میں اتری جانے کہاں کی کہاں پہنچ گئی تھی جہاں محبتیں تھیں خوشیاں تھیں رنگ تھے من مانیاں تھیں لاڈ تھے وہ خود کو ہواؤں میں رقص کرتے دیکھ رہی تھی بارش میں بھیگتی وہ ہنس رہی تھی ماں پکوڑے تل رہی تھی ابا اس کے ساتھ نہا رہا تھا تبھی وہ سی کر کے رہ گئی۔ بختاں ایک لمحے میں حقیقت کی دنیا میں واپس آئی تھی۔ اس کا پاؤں پر کسی نے زور کی چٹکی لی تھی اور اُف کیسا درد اٹھا تھا۔ بختاں نے پانی سے اپنا پاؤں باہر نکالا تھا اس کا پاؤں من بھر کا ہو رہا تھا کسی چیونٹی نے کاٹ لیا تھا ایسا لگتا تھا کہ بہت زہریلی تھی درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا سارے سہانے خواب جو ماضی میں جھانک رہے تھے کسی مالا کی طرح بکھر گئے تھے۔

بختاں کا سانس سوکھ رہا تھا حلق میں کانٹے اگ آئے تھے۔ نصیرا کو پیٹ کے خالی پن نے سوتے سے جگا دیا تھا اب وہ مسلسل جھولے میں پڑا روئے جا رہا تھا۔ بختاں بہت مشکل سے اٹھی تھی اس کا پاؤں نیلا ہو رہا تھا وہ عجلت میں اٹھی لڑکھڑائی پھر سنبھلی۔ اس نے نصیرا کو جھولے سے نکالا اور کندھے سے اس کو لٹکا کر بختاں چلنے لگی۔

بختاں کا پاؤں سوج رہا تھا وہ بہت تکلیف میں تھی اس کا نقاہت سے برا حال تھا وہ بری طرح نڈھال اور ادھ موئی سی ہو رہی تھی۔ اس کو اتنی زور سے چکر آ رہے تھے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا وہ خود کو سنبھالنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔ نصیرا کھینچ کھینچ کر اکھڑی سانسیں لے رہا تھا۔ سامنے ہی ہاشمی صاحب کے گھر کے سامنے بڑے سے میدان میں زرق برق لباس میں ملبوس خواتین ادھر سے ادھر چکراتی پھر رہی تھیں اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو سارے میں چکراتی پھر رہی تھی۔ بختاں جہاں سے چلی تھی وہیں آن رکی تھی۔ اس کی جھگی کے سامنے ہی تو شادی کا اہتمام کیا گیا تھا ایک طرف رزق کی اتنی فراوانی اور دوسری طرف دو دن سے بھوکی پیاسی بختاں اور اس کا بچہ۔ اللہ کی تقسیم پر بختاں کا دل بھر بھر آیا۔ بختاں اور نصیرے کی سانسیں ایک دوسرے میں مدغم ہو رہی تھیں بختاں کو اتنی زور کا چکر آیا اس نے ہاشمی صاحب کی تقریب میں کھانا کھاتے لوگوں کو دیکھا بہت حسرت اور مایوسی سے۔ اس کی آس ٹوٹ گئی۔ سر گھوما اور وہ زمین پر گرتی چلی گئی۔

وہ ساری رات وہیں بے ہوشی کی حالت میں پڑی رہی تھی دن چڑھے اس نے آنکھ کھولی تو اپنے پہلو سے لگے نصیرے کے بدن سے سردی سی پھوٹ رہی تھی وہ چونکی اس نے نصیرے کو سیدھا کیا نصیرے کا بدن اکڑا ہوا تھا اس کا زندگی سے ربط نجانے کب ٹوٹ گیا تھا۔ بھوک کے مارے بختاں کے دل سے اٹھی چیخ ہونٹوں تک آتے آتے دم توڑ گئی۔

ہاشمی صاحب ملازموں سے برتن اکٹھے کروا رہے تھے۔

''صاحب ایک دیگ میں کچھ چاول پڑے ہوئے ہیں ان کا کیا کروں۔'' ایک لڑکے نے ان کے پاس آ کر پوچھا۔

''کوٹھیوں کے پچھواڑے خالی میدان میں پھینک آؤ۔ کتے کھا لیں گے۔'' ہاشمی صاحب کے کہنے پر وہ لڑکا چاول نکالنے لگا۔

بختاں کے آنسو گالوں پر بہہ رہے تھے تبھی ہاشمی صاحب کا نوکر چاولوں کی پرات لے کر گزرا بختاں اٹھی اور اس کے پیچھے بھاگی۔

''مجھے دے دو چاول۔ کیا میں کتوں سے بھی بد تر ہوں۔''

عشق نمبر

◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◄◆►►►►►►►►►►►►►►►►►►

کون ہے ایسا جس نے عشق نہ کیا ہو؟

راتوں کو جاگ کر محبوب سے ملنے کی آرزو نہ کی ہو......

بے وفائی پر جان بھی دینے والے کم نہیں

اپنے اردگرد نظر ڈالیے اور صفحہ قرطاس پر بکھیر دیجیے' عشق کی وہ داستان جس کو لکھنے والا قلم بھی سیاہی نہیں لہو بکھیرتا ہے......

ہر لفظ چیختا' بلکتا محسوس ہوتا ہے

لکھنے والے ہاتھ کپکپاتے ہیں اور آنکھیں خون بہاتی ہیں

ایسی عشق کی داستان قلم کریں جس کو پڑھ کر مجنوں بھی لیلہ لیلہ کرتا ماضی کے اوراق سے نکل آئے

رانجھا بھی گم صم رہ جائے...... مہیوال کی آنکھوں سے محبوبہ کے دریا برد ہونے کا منظر محو ہو جائے' بھمنبھور کی وادیاں سسی پنوں کو پھر سے یاد کریں اور جام تماچی نوری کی تلاش میں سرگرداں نظر آئے۔

تصانیف بھیجنے کی آخری تاریخ 10 مئی ہے

Wegar Azeem
www.pakistanipoint.com

قبولہ شریف سے ارسال کردہ انہونی کہانی

سفارش

جس دور میں صرف سفارش کا ہی سکہ چلتا ہو وہاں نفع اور نقصان بھی ایک سکے کے دو رخ ہوتے ہیں مگر جیت ہمیشہ نقصان اٹھانے والے کا نصیب ہوتی ہے.....

ایم حسن نظامی

جب کوئی بات' کام یا عمل انسان کی پہنچ سے دور ہو اور منزل تک پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو تو وہ کوئی سہارا آسرا یا وسیلہ تلاش کرتا ہے تاکہ اس کا بقیہ سفر خیر و عافیت سے طے ہو جائے وہ اپنی مطلوبہ جگہ' مقام اور منزل تک رسائی حاصل کر سکے۔ اسے سفارش کا نام دیا جاتا ہے اس کی کئی ایک قسمیں ہیں شاید.....

سفارش وہ شخص کرتا ہے جو اسے انتہائی قریب سے جانتا ہو اور یہ بھی کہ یہ شخص کام درست انداز میں سرانجام دے سکے گا اور سفارش کرنے والے کو قطعی گلا نہیں ہوگا۔ جس سے سفارش کی گئی ہو وہ اس کے بدلے اس شخص سے کوئی بھی کام لے سکتا ہے اور بعض اوقات کسی کی زندگی سنوارتے ہوئے سفارش کے بدلے اپنا آپ بھی قربان کرنا پڑ جاتا ہے پھر انسان کے مقدر اور نصیب میں فقط آنسو آہیں اور سسکیاں ہی سدا کے لیے رہ جاتے ہیں تب تک پانی کئی پلوں سے گزر کر دور جا چکا ہوتا ہے..... بہت دور.....

☆.....☆.....☆

صاحبہ سنگھار میز کے قد آور آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بھرپور سرخ و گداز ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا رہی تھی۔ آج اس نے گہرے اوودے رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ جس میں اس کا سرخ و سفید رنگ اور بھی دلفریب لگ رہا تھا۔ آدھی آستین کی قمیض میں اس کی قدرے نیم عریاں گداز باہیں کسی غضب ناک ناگن کی طرح پھن پھیلائے نظر آ رہی تھیں۔

وہ اس کی طرف پشت کیے کھڑی تھی۔ پھر بھی وہ اور اس کا سراپا متاثر کن نظر آ رہا تھا۔ وہ مسحور سا ہو کر رہ گیا۔

صاحبہ کو کسی بھی رنگ کی لپ اسٹک کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس کے ہونٹوں کی تدرتی رنگ اتنا جاذب نظر تھا کہ دنیا کا ہر رنگ اس کے سامنے ہیچ تھا مگر وہ وقت کے ساتھ چل رہی تھی شاید.....

جس دفتر میں وہ ورکر تھی اس کے ماحول کے لیے اس کا یوں سج دھج کر جانا ضروری تھا اس دفتر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

میں کام کرنے والی اکثر عورتیں لپ اسٹک لگا کر آتی تھیں۔

صاحبہ نے اسے آئینے میں یوں خاموش کھڑے دیکھ لیا تھا اس نے لپ اسٹک میز کی دراز میں رکھی' دوپٹہ اُٹھا کر سلیقے سے اوڑھا پھر اپنا پرس اٹھایا اور اس کی طرف گھوم کر مسکرائی۔

احسن کو روزانہ کی طرح آج بھی یوں محسوس ہوا جیسے وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی ہے۔ اس کا دلکش سراپا احسن کی آنکھوں میں جذب ہونے لگا۔ ضدی نگاہیں تھیں کہ پلٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ وہ اس کی طرف بڑھی تو مہک کا ایک دلفریب جھونکا احسن کی نس نس میں سما گیا۔

''کہو احسن جی..... کیسے ہو؟'' اس نے نقرئی آواز میں اپنائیت سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

''رات تم کافی دیر سے گھر آئے ہم لوگ کھانے پر تمہارا انتظار کرتے رہے۔'' اس نے صاحبہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو اس نے انتظار کیے بنا اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔

''صاحبہ.....'' جس لمحے وہ اس کے قریب سے گزری احسن نے اس کا بازو تھام لیا۔ اس نے رکتے ہوئے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ صاحبہ کی بڑی بڑی خوبصورت سیاہ آنکھوں میں افق تا افق حیرانی بھر گئی۔ احسن کی یہ حرکت اس کے لیے اچانک اور خلاف توقع تھی شاید.....

چند برسوں میں کتنی ہی بار وہ دونوں تنہائی میں یک جا ہوئے تھے۔ گھنٹوں بیٹھ کر ہر موضوع پر کھل کر باتیں کی تھیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے صاحبہ کا بازو تھاما ہو یا کسی غیر نگاہ سے دیکھا ہو۔

اس کے دل کے کسی کونے میں میل نہیں آیا تھا اس لیے کہ صاحبہ اس کی محبت تھی۔ اس کا خواب..... اس کی زندگی نیز اس کا مکمل وجود تھی۔ اس کی ذات کا ایک ایسا جز جسے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنی محبت زندگی اور وجود کو میلا اور داغ دار کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"کیا بات ہے احسن ......" اس کی حیرت بھری نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں احسن کے چہرے پر بھی استعجاب تھا۔

وہ اس وقت ایک عجیب سی اذیت میں مبتلا تھا اس کے ذہن میں اک کشمکش سی جاری تھی۔ اس نے صاحبہ کا بازو پکڑ کر کس لیے روکا تھا۔ اس لیے نہیں کہ اس کے بازو کا لمس اس کی رگوں میں بجلی کی لہروں کی طرح اترتا چلا گیا ہو...... نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اگلے لمحے اسے یاد آیا۔ وہ دل کی بات زبان پر لانے کے لیے کئی دنوں سے سوچ رہا تھا۔

جس نے اسے کرب ناک اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اور جو اس کے سینے میں خلش بنی ہوئی کسی خنجر کی طرح پیوست تھی اور وہ ڈرتا تھا کہ کہیں یہ اس کے سینے کا ناسور نا بن جائے۔

وہ اس سے کہنا چاہتا تھا۔

"صاحبہ...... تم اتنا بن سنور کر نہ نکلا کرو۔ اتنا نفیس میک اپ نہ کیا کرو۔ کیونکہ بن سنور کر تمہارے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں تمہاری نگاہیں زمین پر ہوتی ہیں مگر دنیا کی نظریں تم پر......"

وہ چاہتے ہوئے بھی دل کی یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا تھا خلش کا خنجر اتنی آسانی سے نکالا بھی تو نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اس کی ملکیت تو نہیں تھی۔ وہ اس کی چچا زاد تھی وہ دونوں ایک دوسرے کو اس وقت سے چاہتے آئے تھے جب بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی......

ایک دوسرے کے دکھ سکھ کو محسوس کرتے تھے بہتی ندی کے کناروں کی طرح دور رہتے ہوئے بھی دور نہ تھے۔

"احسن...... کیا بات ہے؟ یہ تم اچانک کس سوچ میں ڈوب گئے ہو۔" اس نے صاحبہ کا نرم و نازک ہاتھ اپنے شانے پر محسوس کیا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو؟"

"کچھ نہیں......" احسن نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ نا چاہتے ہوئے بھی سر تا پا جائزہ لیے بغیر نہ رہ سکا۔

"تمہارے دفتر کی گاڑی تمہیں لینے آ رہی ہوگی۔"

"تم...... تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو شاہد......" وہ اس کے ذرا اور قریب آ گئی۔

"آج تم بہت دل گرفتہ دکھائی دے رہے ہو کیا تم مجھے اپنی پریشانی اور بے قراری نہیں بتاؤ گے؟"

"نہیں...... پریشانی کی کوئی بات نہیں۔" وہ ذرا سا ہنسا تو اس کی مسکراہٹ مردہ اور کھوکھلی سی تھی۔

"نا جانے کیا کچھ سوچ کر آیا تھا...... بھول گیا۔ میں نے تم سے کبھی کوئی بات چھپائی ہے بھلا۔" وہ بولا۔ ادھر اس کی دفتر کی وین آ گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ آہستگی سے چھڑایا اور پھر دھیرے دھیرے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا دیے اور احسن سبھی کچھ کہتے ہوئے بھی کچھ نہ کہہ سکا۔

☆......☆......☆

چند برس قبل صاحبہ کے ماں باپ ایک المناک حادثے میں اسے تن تنہا چھوڑ گئے تو احسن کے ابو اسے اپنے گھر لے آئے۔ وہ ان دنوں بی اے کر رہی تھی احسن کے گھر والے چاہتے تھے کہ اسے اپنی بہو بنا لیں لیکن یہ سبھی کچھ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک احسن اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوتا تھا۔ بدقسمتی سے وہ ملازمت سے محروم

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھا اور گریجویشن کا آخری سال تھا۔ اس نے پرائیویٹ کام تلاش کیا مگر چند ماہ سے زیادہ نہ مل سکا۔

گریجویشن کے بعد صاحبہ کو چنگ سینٹر میں داخلہ لے کر کمپیوٹر کورس کرنے لگی۔ پھر احسن کے باپ کی اچانک موت پر گھر میں تنگ دستی اور بدحالی کے گہرے سائے چھا گئے اور گھر کا سارا بوجھ احسن کے ناتواں کندھوں پر آ گیا۔ اس کی ماں مریم بیگم سلائی کڑھائی سے گھر چلانے لگیں مگر اس کی اجرت بہت کم تھی۔ جو کام کروالیتا کل پر ٹرخا دیتا اور پھر وہ کل..... کبھی بھی نہ آتا شاید.....اور بقیہ روپے نہ ملتے.....

موجودہ صورت حال کو بھانپتے ہوئے صاحبہ نے کہا۔

''میں نوکری کروں گی میں بھی تو آخر اس گھر کی فرد ہوں۔ میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا دوسروں کا ہے۔ کیوں نہ میں اپنی موجودہ قابلیت کا فائدہ اٹھاؤں اور اس گھر کو بدحالی سے نجات کا ذریعہ بنوں۔''

احسن اور مریم بیگم اس کی ملازمت کرنے سے نہیں بلکہ اس کے حسن و جمال اور ہیجان خیز کشش کی وجہ سے خائف تھے اس کی منہ زور جوانی اور خوبصورتی مردوں کو بہکا سکتی تھی۔ دفتروں کا ماحول بہتر بھی تھا اور برا بھی..... مردوں کو پھنسنے کا اس وقت موقع ملتا ہے جب عورت کی ذات اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مسکراتی ہے۔

ورنہ غیر مردوں کی کیا مجال کہ میلی آنکھ سے بھی دیکھیں۔ احسن نے اُسے کچھ دن اور رکنے کا مشورہ دیا۔ اور خود جاب کے لیے اٹھ کھڑا ہوا مگر کئی دنوں کی بھاگ دوڑ پر بھی اسے کوئی مناسب سروس نہ مل سکی۔

اس لیے کہ اس کے پاس سفارش نہیں تھی اور سفارش کے ساتھ ضمانت کی بھی ضرورت ہوتی ہے یہ دونوں چیزیں اس کے اختیار سے باہر تھیں کہ وہ ایک درمیانے درجے کے گھرانے سے تھا۔ اور گھر میں غربت کا بسیرا تھا۔

اِدھر صاحبہ کا اصرار روز بروز بڑھتا گیا اور ایک روز اس نے احسن اور ماں سے کہا۔

''امی..... بھلا میں کوئی بچی نہیں جو کوئی مجھے بہکا دے گا میں ایک پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی ہوں۔ اچھے برے کی بہت جلد تمیز کر سکتی ہوں کوئی میری طرف انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا جب تک احسن کو کوئی بہتر جاب نہیں مل جاتی میں نوکری کرتی رہوں گی مجھے اپنے اوپر بہت اعتماد ہے۔ میں نے کالج میں تعلیم پائی ہے جہاں بے شمار لڑکے میرے ہم جماعت تھے اور پُرخلوص دوستوں کی طرح تھے۔''

یوں مریم بیگم نے کچھ سوچنے کے بعد اسے اجازت دے دی..... وہ نوکری کی تلاش میں نکلی تو سبھی اندازے درست ثابت ہوئے۔

احسن جانتا تھا کہ اسے ملازمت بڑی آسانی سے مل جائے گی اس لیے کہ اس کے پاس حسن بلا خیز اور کشش کی سفارش ہے۔

اس نے ملازمت کے حصول پر بیکراں خوشی محسوس کی اور سبھی گھر والوں کو مٹھائی کھلائی۔

عورتوں کی چال ڈھال مسکراہٹ اور حسن جوانی مردوں کو بے حد متاثر کرتی ہے۔ اس میں ایک عجیب سی دل فریبی اور دلکشی ہوتی ہے۔ عورت کی جوانی مستی سے سرشار ہوا کرتی ہے۔ جو اس کی شخصیت کے وقار میں بے پناہ اضافہ کرتی ہے عورت کی مدھ بھری آنکھوں میں سرشاری اور دلفریبی ہوا کرتی ہے اور اس کے انوکھے اور منفرد

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

روپ ہوتے ہیں۔

اس روپ نے اسے آتش فشاں بنادیا تھا جسے کسی بھی رشوت یا سفارش کی قطعی ضرورت نہ تھی۔

صاحبہ ایک ملٹی نیشنل فرم میں ایم ڈی کی پرائیویٹ سیکریٹری بن گئی اور یہ بھی کچھ اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس کے لیے اس عہدے پر کام کرنا بہت بڑے اعزاز کی بات تھی۔

اس لیے کہ اس کے پاس موجودہ ملازمت کا کوئی تجربہ بھی نہیں تھا۔ لیکن ایک خوبرو حسینہ کے لیے کوئی مشکل نہ تھا۔

اس نے جب اپنی پہلی تنخواہ مریم بیگم کے ہاتھ پر رکھی تو احسن کا سر ندامت سے جھک گیا۔

''نہیں بیٹی نہیں.....'' ماں کا رنگ بھک سے اڑ گیا اس کی وجہ رقم نہیں احسن تھا۔ انہوں نے چند لمحوں کے بعد کہا۔

''میں اتنی بڑی رقم نہیں لے سکتی۔''

''ماں..... آپ نے غیریت برتی تو مجھے دکھ ہوگا۔ میں بھی تو اس گھر کا فرد ہوں۔ آپ مجھے بیٹی کہتی ہیں تو کیا میں اپنی ماں' بہنوں اور بھائی کے لیے اتنا بھی نہیں کرسکتی کیا میں آپ لوگوں سے الگ ہوں۔ میں بھی آپ کی لخت جگر ہوں۔''

یوں ماں نے خاموشی سے کچھ رقم صاحبہ کو بطور خرچہ دی اور بقیہ سنبھال لی۔

احسن کے وجود پر جیسے چابک سے برسنے لگے۔ اس نے پھر سے ملازمت کے لیے بھاگ دوڑ شروع کردی۔ وہ بھلا کیسے برداشت کرتا کہ صاحبہ کی کمائی پر گزارہ کرے اس کی ماں اور رشتے دار جیسے اسے ملتے اسے محسوس ہوتا وہ اسے طعنہ دے رہے ہوں ان کی ہنسی میں اسے اپنی تضحیک محسوس ہونے لگی اور وہ ان سے آنکھیں نہیں ملا سکتا تھا۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا کہ وہ صاحبہ سے کہہ دے بس نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤ تم نے مجھے ایسے جہنم میں جھونک دیا ہے کہ میں اس سے باہر نہیں آسکتا۔

تم مجھ پر عذاب ڈھا رہی ہو۔ مگر ایسا اس لیے نہیں کہہ سکتا تھا کہ جب تک اسے ملازمت نہیں مل جاتی گھر میں فاقہ کشی ہونے لگتی۔

☆.....☆.....☆

اس روز احسن اپنی بہنوں کو کالج چھوڑنے گیا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا کالج کے گیٹ پر انہیں چھوڑ کر اپنی درخواستیں سمیٹیں اور پھر دفتروں کے چکر لگانے لگا۔

ایک کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے دفتر پہنچا مگر پھر ڈھاک کے تین پات اس لیے کہ اس کے پاس سفارش نہ تھی بے شک وہ نمبرز اور میرٹ پر پورا اترتا تھا۔

وہ دلگرفتہ ہوکر مین روڈ پر آ گیا۔ پھر اس علاقے میں پہنچا جہاں اعلیٰ درجے کے ہوٹل اور ریسٹورنٹ تھے۔ اس کا جی چاہا کہ کسی ہوٹل میں ویٹر ہی کی ملازمت کرلوں۔ اس نے یہ سوچا کہ تنخواہ کم بھی ہوئی تو کیا دنیا کی نظروں میں تو سرخرو ہوجاؤں گا۔

اور من بھی پُرسکون ہوگا۔

اس کا وہاں اس کی ایک جانی پہچانی شخصیت سے سامنا ہوا۔ اس نے دادا جٹ جو اس کے باپ کا دوست تھا سے کہا۔

''انکل آپ میری سفارش کردیں میں یہاں کام کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ چند ثانیے خاموش رہا جیسے کچھ سوچ رہا ہو پھر بولا۔

waqar Azeem pakistanipoint.com

''بیٹا..... ویٹر بننا اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ اس کے لیے تجربہ اور تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اس ملازمت کے لیے ایک موٹی رقم پگڑی کی صورت دینا پڑتی ہے کوئی ویٹر منہ مانگی رقم دے کر ہی اپنی جگہ بناتا ہے۔ جیسا ہوٹل ہوتا ہے ایسی ہی پگڑی ہوتی ہے۔

اور یہ رقم تیس اور چالیس ہزار کے درمیان چل رہی ہے۔

وہ مایوس اور نامراد ہوکر ایک بند دکان کے چبوترے پر بیٹھ کر اپنی ناکامی کا ماتم کرنے لگا۔ وجود کے گوشے گوشے میں ناکامی اور دکھ سے بوجھل پل بھرنے لگا۔ وہ اس قدر دل برداشتہ ہوگیا کہ کسی کنویں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلے۔

اس بے غیرتی اور بے کاری کی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔

وہ اس سے قبل کبھی اتنا جذباتی نہیں ہوا تھا اگر اس کے گھر میں اتنی رقم ہوتی یا اس کے بدلے اتنی رقم کی کوئی چیز ہوتی تو وہ بیچ کر ویٹر کی ملازمت کرلیتا۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ قریبی ریسٹورنٹ کے سامنے ایک لمبی اور سرمئی رنگ کی مرسیڈیز آکر رکی۔ اس ہوٹل کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں سفیر، وزراء اور بڑے بڑے صنعت کار کھانا کھاتے آتے ہیں۔ اس میں مبالغہ نہیں تھا۔

ہوٹل کے باہر جو پارکنگ تھی وہاں بیس پچیس گاڑیاں پارک تھیں وہ سبھی قیمتی اور نئے ماڈل کی تھیں باوردی ڈرائیور ان گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جو گاڑی آکر رکی تھی اس کا ڈرائیور بھی سفید وردی میں ملبوس تھا۔ اس نے جونہی گاڑی پارک کی ڈرائیور پھرتی سے نکلا اور پچھلا دروازہ کھولنے لگا۔

دروازہ کھلتے ہی گاڑی سے سرمئی رنگ کے لباس میں ملبوس ایک شخص باہر آیا وہ وجیہہ اور خوبصورت بھی تھا اور دوسرے ہی لمحے ہوٹل کے ملازم نے بڑھ کر دوسری طرف کا دروازہ کھولا اس دروازے سے ایک سراپا نکلا۔ اس کی نظروں کے سامنے کوندا سا لپکا اسے لگا کہ گاڑی کے اندر سے چاند طلوع ہوا ہے اور وہ اگلے لمحے یوں اچھل پڑا جیسے اُسے کسی بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ وہ آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا اور اُسے اُن آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

وہ صاحبہ ہی تھی اس کے ہونٹوں پر دلکش اور پُرکشش ہنسی پھیلی ہوئی تھی اس کا چہرہ گلابی ہورہا تھا۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی جیسے اس نے کوئی محاذ فتح کرلیا ہو۔

وہ اس شخص کے ساتھ ریسٹورنٹ میں کسی فاتح کے سے انداز میں داخل ہوکر احسن کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ یہ خواب نہیں بلکہ جیتی جاگتی حقیقت تھی۔

یہ لمحہ اس کی زندگی کا مشکل ترین اور دشوار گزار تھا اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ اپنے آپ کو حرکت دے سکے۔ کلیجہ کٹ کر باہر آرہا تھا۔ آج وہ جس صدمے اور حیرت سے گزر رہا تھا اس سے پہلے کبھی دوچار نہ ہوا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر یونہی گم صم اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا جیسے پتھر کا کوئی بے جان مجسمہ ہو اس کی رگوں میں لہو برف کی طرح یخ ہورہا تھا اس میں جو حرکت تھی اسے صاحبہ نے سرد کرکے رکھ دیا تھا۔ پھر اس کی جذباتی کیفیت میں شدت سی بیدار ہونے لگی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ یہی شخص صاحبہ کا ایم ڈی ہے اور پھر یقینی کیفیت نے

www.pakistanipoint.com

کہا واقعی وہ اس دفتر کا ایم ڈی ہے تو کیا صاحبہ روز ہی اس شخص کے ساتھ لنچ اور سیر و تفریح کرنے کے لیے جاتی ہے۔

وہ سوچوں کے بھنور میں چکرانے لگا۔ اسے صاحبہ سے ایسی توقع ہرگز نہ تھی آج جو راز کھلا وہ بڑا جانکسل تھا۔ آج اُسے یقین ہو چلا کہ صاحبہ جس مقام پر پہنچ گئی ہے وہ اسے دیکھ تو سکتا ہے نا چھو سکتا ہے اور نا حاصل کر سکتا ہے۔ صاحبہ اب ایم ڈی کے سونے کے پنجرے میں پر کٹے پنچھی کی مانند قید ہو کر رہ گئی ہے۔

آج وہ سبھی کچھ نہایت غیر متوقع طور پر درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔ جو اس کا سرمایہ اور اثاثہ تھا اس کے خواب، تصورات اور وفا سبھی ملبے کا ڈھیر بن گئی تھی آج وہ سب کچھ نگاہوں کے سامنے آ گیا جس کے بارے میں اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس نے جسے سبھی کچھ اپنا سمجھا وہ غیر نکلا۔

کوئی ایک گھنٹے بعد وہ دونوں باہر آئے ان کے چہروں پر ایک عجیب سی دمک اور ہونٹوں پر تبسم رقصاں تھا گزرے لمحوں کا فسانہ چہروں پر رقم تھا وہ دونوں ہنس ہنس کر نڈھال ہو رہے تھے اور احسن کے سبھی جذبات اتھل پتھل ہو رہے تھے۔

☆......☆......☆

''لگتا ہے نوکری کی تلاش میں سارا سارا دن مرے مارے پھرتے رہتے ہو۔ دیکھو تمہاری صحت کتنی گر گئی ہے رنگ بھی سانولا سا ہو چلا ہے۔'' صاحبہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے صاحبہ...... کوئی سارا دن نوکری کی تلاش میں خوار ہوتا ہے کوئی اپنے ماتحت کے ساتھ اعلیٰ ہوٹلوں میں لنچ کرتا پھرتا ہے۔'' اس کے بھرے بھرے گداز ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ رقصاں ہو گئی اور وہ ایکدم کھل کھلا کر ہنس پڑی ذرا توقف کے بعد بولی۔

''میں نے تمہیں دیکھا تھا احسن......'' صاحبہ سنجیدہ ہو کر بولی۔

''تم اس بند دکان کے چبوترے پر اُداس، فکر مند اور تھکے ہوئے بیٹھے تھے۔ وہاں تم کیسے آئے تھے؟'' احسن ایک دم ہی اچھل پڑا۔

''تم نے مجھے کب دیکھا تھا؟'' اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''مم...... مگر تم نے تو ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا؟''

''احسن...... محبت کی ایک نہیں ہزاروں آنکھیں ہوتی ہیں۔ میں نے تمہیں دور سے دیکھ لیا تھا اگر میں ایم ڈی کے ساتھ نہ ہوتی تو ضرور تمہارے پاس آتی۔''

''یہ کیسی محبت ہے صاحبہ......'' احسن نے دل پر گراں جبر کر کے پوچھا۔

''ایک طرف تو تم بچپن سے لے کر آج تک چاہتی آ رہی ہو۔ دوسری طرف ایم ڈی سے محبت کا کھیل تو نہیں کھیل رہی ہیں؟''

''مجھے معلوم تھا کہ تمہارے دل میں میرے خلاف شدید قسم کی نفرت نے جنم لے لیا ہوگا، مرد بڑا شکی مزاج ہوتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مرد عورت کو کبھی سمجھ نہیں پاتا ہے تم مجھ پر اور میری محبت پر سراسر بہتان لگا رہے ہو۔ جو بچپن سے میرے دل میں پرورش پا رہی ہے۔ عورت زندگی میں صرف ایک مرد سے سچی محبت کرتی ہے صرف ایک بار کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں؟''

''اگر یہ بات تم دل سے کہہ رہی ہو تو پھر یہ بتاؤ کہ تم ایم ڈی کے ساتھ لنچ کرنے کیوں گئی تھیں، بڑے والہانہ انداز سے کیوں کر رہی

تھیں۔" احسن کا لہجہ سپاٹ اور سرد تھا۔ اس نے بڑی بے دلی سے یہ بات کہی تھی تاکہ اس کے من کے نہاں خانوں میں چبھ جائے۔
"میں اس کی پرائیویٹ سیکریٹری ہوں۔" صاحبہ نے بغیر کسی جھجک کے کہا۔
"میری ڈیوٹی اور فرائض میں شامل ہے کہ میں اپنے باس کے ساتھ خوش مزاجی اور خلوص سے پیش آؤں' میری اس صورت حال پر تمہیں محبت کا گمان ہونے لگا ہے..... کیوں؟ کیا تمہاری نظر میں محبت اتنی کمزور اور سطحی ہوتی ہے؟" وہ روہانسی ہونے لگی۔
"شک محبت کے پیڑ کی ایک شاخ ہوتی ہے صاحبہ..... تم یقین دلا رہی ہو تو میں تم پر اعتماد کر لیتا ہوں۔ لیکن انسان کو بھٹکنے میں صدیاں نہیں لگتیں۔ بس ایک ذرا سی مسکان پر بھی وہ دل ہار دیتا ہے۔ پھر وہ اپنے خونی رشتوں اور بیکراں محبتوں کی بھی ذرا بھر پرواہ نہیں کرتا۔"
احسن نے ایک گہرا سانس لے کر اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے کہا۔ جانے کیوں اس کے من میں ایک انجانا سا خوف کسی عفریت کی طرح سما گیا تھا۔
"اس خوبصورت شام میں تم بھی کیسا موضوع لے بیٹھے۔ اور ہاں تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ اس وقت تم وہاں کیا کرنے گئے تھے۔" اس نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا۔
"مم..... میں وہاں کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں ویٹر کی ملازمت تلاش کرنے نکلا تھا۔" احسن گویا ہوا۔
"مگر میری بدقسمتی وہاں بھی آڑے آئی۔ پتا چلا کہ ویٹر کے لیے ایک بڑی رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ پگڑی چلتی ہے جیسا ہوٹل ویسی پگڑی..... تیس سے پچاس ہزار کی رقم چاہیے۔"
"اوہ..... تم ویٹر بننا چاہتے ہو۔" وہ چونک کر بولی۔ اس کے چہرے پر بلا کا کرب چھا گیا۔
"نہیں احسن..... نہیں....." اس کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ اس کا لہجہ ٹوٹ گیا۔
"آخر اس میں کیا برائی ہے صاحبہ؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"امریکہ' یورپ' سعودیہ نیز ہر غیر ملک میں جو لوگ ملازمت کے لیے جاتے ہیں۔ ملازمت نہ ملنے کی صورت میں ہوٹلوں پر برتن دھوتے ہیں۔ سڑکوں پر جھاڑو بھی دیتے ہیں۔ وہاں یہ بات معیوب نہیں ہے تو پھر یہاں قباحت کیسی؟"
"سنو احسن..... وہاں کے معاشرے کی بات نہ کرو بلکہ اس معاشرے کی بات کرو۔ جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ سانس لے رہے ہیں۔" وہ کہنے لگی۔
"وہ ذہنی طور پر بہت بلند اور حقیقت پسند بھی ہیں انہوں نے کسی بھی کام کے کرنے کو معیوب نہیں سمجھا اور ہمارے ملک اور معاشرے سے زیادہ ترقی کر لی۔ ہم اس کے برعکس ہیں۔ اتنا دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں صبر اور حوصلہ رکھو اللہ نے چاہا تو تمہیں بہت جلد.....!"
"مایوس نہ ہوں تو اور کیا کروں؟" اس نے صاحبہ کا فقرہ کاٹتے ہوئے مردہ سے لہجے میں کہا۔
"آخر کب تک تمہاری کمائی سے گھر چلتا رہے گا اور میں کب تک بے غیرت بن کر یونہی پھرتا رہوں گا۔ ردی کاغذ کی طرح چکراتا پھروں گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ دور خلاؤں میں گھورنے لگا۔
"جب تم میرے ہو تو میری ہر چیز تمہاری ہے آخر اس قدر جذباتی ہوتی اور حوصلہ ہارنے کی کیا

Waqar Azeem www.pakistanpoint.com

ضرورت ہے۔'' اس نے احسن کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

'' دیکھو آئندہ ایسی باتیں زبان سے نہ نکالنا..... تم نہیں جانتے اور میں بتا نہ سکوں شاید کہ تمہاری زبان سے یہ باتیں سن کر میرے دل پر کیسی قیامت گزر رہی ہے۔''

'' دنیا تو اس انداز سے نہیں سوچتی صاحبہ.....'' اس نے بیکراں کرب سے کہا۔

'' نہ ہی کسی کے دکھ کو سمجھتی ہے' دنیا کی نگاہیں میرے دل پر برچھیاں برساتی محسوس ہوتی ہیں۔ ماں اور بہنوں کی نظروں تک میں میری عزت نہیں رہی۔ سچ پوچھو تو میں خود اپنی نظروں میں اتنا گر گیا ہوں کہ موت کی تمنا کرنے لگا ہوں' کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ میں اپنی ہونے والی شریکِ حیات کی کمائی پر گزارہ کر رہا ہوں۔''

'' مجھے دنیا کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کن نظروں سے دیکھتی ہے اور کیا سوچتی ہے میرے دل میں آج بھی وہی محبت' وہی عزت اور وہی جگہ ہے جو شروع دن سے تھی تم اور میں کبھی الگ الگ نہیں ہیں جب تمہیں ملازمت مل جائے گی اس روز میں نوکری سے الگ ہو جاؤں گی۔ میں یہ جاب خوشی سے نہیں کر رہی۔ میں اس گھر کی چار دیواری کو عورت کے لیے عزت وقار اور تقدس کا مقام سمجھتی ہوں۔ تم جس طرح رکھو گے خوش رہوں گی۔ کبھی کوئی شکایت تم سے نہیں کروں گی' اب اس وقت میری خوشی کے لیے مسکرا دو۔''

احسن خاموشی سے اس کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ وہ پھر گویا ہوئی۔

''احسن اگر میری خوشی کے لیے تم نہ مسکرائے تو میں سمجھوں گی کہ تمہیں مجھ سے پیار ہی نہیں ہے۔'' اور پھر اس نے ناچاہتے ہوئے بھی ہنس کر اس کی کلائی تھام لی اور وہ بھی مسکرانے لگی۔

☆.....☆.....☆

شب کے دو بج رہے تھے اور نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی وہ بستر پر لیٹا کروٹیں بدل رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ مہنگائی کے اس دور میں یونہی بے کار تمام دن گزارنا اس کی زندگی کے لیے کس قدر خطرناک ہے جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وقت انہیں بہت پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہ منزل پر کبھی نہیں پہنچا کرتے۔ اسے بھی کوئی چھوٹا موٹا کام کر لینا چاہیے تاکہ خود تو کسی پر بوجھ نہ بنے۔

'' احسن بیٹے..... رات پچھلے پہر میں داخل ہو رہی ہے تم ابھی تک سوئے نہیں طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' ماں نے دروازے کا کواڑ کھول کر پوچھا۔

'' نہیں..... میں بالکل ٹھیک ہوں.....'' وہ اٹھ بیٹھا۔

''اور آپ..... خیریت تو ہے ماں جی..... کیسے آنا ہوا اس وقت؟'' اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

'' بیٹے..... مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ اِن باتوں نے میری نیند اڑا دی ہے۔'' وہ جیسے رونے کو تھیں۔

'' بیٹھیں.....'' اُس نے اُن کا ہاتھ تھام کر پلنگ پر بٹھایا اور پھر حیرانگی سے اُن کی طرف متوجہ ہوا۔

'' کہو ماں اِس قدر پریشان کیوں ہو؟'' جب انہوں نے احسن کو مخاطب کیا تو اُن کی آواز بہت دور سے آتی سنائی دی۔ وہ سرگوشی میں دھیرے سے بولیں۔

'' کل تمہاری پھوپو جان آئی تھیں۔ اپنے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بیٹے طاہر کا رشتہ لے کر..... تمہاری بہن صائمہ کے لیے وہ کہہ رہی تھیں۔'' انہوں نے بولنا چاہا۔

''مگر امی.....'' احسن نے تیزی سے کہا۔

''صائمہ تو ابھی پڑھ رہی ہے..... وہ ابھی انٹر میں ہے اسے گریجویشن تو کرنے دیں۔ آخر پھوپو کو ایسی کیا جلدی ہے انہیں بھی اس بات کا علم ہے کہ صائمہ پڑھ رہی ہے اور ہم نے اس کی شادی کے بارے میں سوچا تک نہیں ہے۔''

''وہ کہہ رہی تھیں کہ صائمہ کو گریجویشن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے اپنی بہو سے نوکری نہیں کروانا ہے، وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں میں بھی یہی چاہتی ہوں۔'' ماں نے کہا۔

''آپ ابھی سے اس کی شادی کر کے کیا اس کا مستقبل تاریک کریں گی۔ اس غریب کو گریجویشن تو کرنے دیں۔ اس کے خوابوں کو چکنا چور نہ کریں۔'' احسن نے احتجاج کیا۔ وہ چند لمحے توقف کے بعد گویا ہوئیں۔

''ہم لوگ لڑکیوں کو ضرورت سے زیادہ پڑھا کر ان کا مستقبل خراب کرتے ہیں اگر اسے ایسا ہی شوق ہے تو وہ شادی کے بعد گھر بیٹھ کر پورا کرسکتی ہے۔ لڑکیوں کی شادی کی بھی عمر ہوتی ہے صائمہ کی شادی جس قدر جلدی ہوجائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اس جیسے رشتے نصیب سے آتے ہیں۔ اور یہاں شادی کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ لڑکی اپنی پھوپو ہی کے گھر جائے گی بھرم بھی رہ جائے گا۔ زیادہ خرچ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔''

''جیسے آپ مناسب سمجھیں مگر یہ سبھی کچھ مجھے سنانے کا کیا مقصد ہے ماں جی؟'' احسن نے پریشانی میں پوچھا۔

''تم سے بات کرنے کا مقصد یہ ہے بیٹا کہ روپوں پیسوں کا بندوبست کرو زیادہ نہیں تو پچاس ساٹھ ہزار ضرور کرو۔'' احسن کا سر گھوم گیا۔ بھلا وہ اتنی بڑی رقم کہاں سے لائے جبکہ انہیں معلوم بھی ہے کہ وہ ابھی بے روزگار ہے۔

''ٹھیک ہے مگر امی..... آپ منگنی کردیں۔ شادی کے لیے سال ڈیڑھ کا وقت مانگ لیں۔ خدا نے چاہا تو تب تک مجھے ملازمت مل جائے گی پھر سبھی مشکلیں آسان ہوجائیں گی۔'' احسن نے رائے دی۔

''میری شادی کی فکر ابھی چھوڑیں۔''

''اچھا تو ڈیڑھ سال صائمہ کی شادی کے لیے اور پھر دو سال صاحبہ جو تمہارے انتظار میں جل رہی ہے۔'' مریم بیگم نے تپے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ایسے لگتا ہے کہ یہ سال بھی نوکری کی تلاش میں گزر جائے گا اور صائمہ اور ثناء کیا یونہی بیٹھی رہیں گی۔ تمہیں اس گھر اور اس میں بسنے والوں کی کوئی فکر اور احساس نہیں..... یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟''

''مجھے جاب نہیں مل رہی تو اس میں میرا کیا قصور ہے ماں.....'' اس نے جز بز ہو کر کہا۔

''یہ بات جانتے ہوئے بھی آپ مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ میں شادی کے اخراجات کے لیے رقم کا بندوبست کروں۔ میں..... چوری کروں..... ڈاکہ ڈالوں..... یا کوئی بینک لوٹوں.....'' وہ جذباتی ہونے لگا۔ ماں نے موجودہ صورت حال دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں پتہ احسن..... مجھے چند دنوں تک رقم چاہیے.....''

''مگر میں کہاں سے لاؤں ماں.....''

''یہ میرا نہیں تمہارا مسئلہ ہے۔'' ماں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''ایک بیٹا' ایک بھائی اور اس گھر کا فرد ہونے کی حیثیت سے تمہارا فرض بنتا ہے کہ بہنوں کی شادی کرو مجھے دو ایک سال میں دو لاکھ روپے چاہیں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئیں اور احسن کی بیکراں سوچیں رہی سہی نیند بھی اڑا گئیں۔

☆.....☆.....☆

شام گہری ہو رہی تھی احسن اپنے کمرے میں اُداس' دکھی اور غمگین سا پلنگ پر لیٹا تھا اسے کسی پل چین نہیں مل رہا تھا بیکراں سوچیں اس کے اعصاب پر چابک برسا رہی تھیں۔ اسے ہر طرف اندھیرا اور تاریکی نظر آ رہی تھی اس سے کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے صاحبہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

''او..... اوئے..... بھئی یہ چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں ابھی تو شام ہی ڈھلی ہے اٹھو..... میں آپ کو ایک خوشخبری سناؤں۔'' اس نے احسن کا بازو تھام کر بٹھاتے ہوئے کہا۔ وہ پلنگ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''ہاں کیسی خوشخبری.....؟'' اس کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔

''احسن..... اگر صائمہ کی پھوپو رشتہ کرنا چاہتی ہیں تو انہیں کرنے دو دیکھو نا..... اگر وہ پڑھنا چاہتی ہے تو شادی کے بعد بھی ایسا ہو سکتا ہے گھر میں جوان بیٹیوں کا یوں بیٹھنا اچھا شگون نہیں ہے۔''

''مگر میں نے کب انہیں شادی سے روکا ہے بھلا..... میں..... میں تو ..... تمہیں کس نے کہا ہے؟'' وہ حیرانگی سے بولا۔

''احسن میں نے ماں جی اور تمہاری رات کو ہونے والی سبھی باتیں سن لی تھیں رہی بات اس کے جہیز کے لیے رقم کی تو وہ میں سبھی کچھ کرلوں گی کیا ہوا تمہیں ملازمت نہیں ملی۔''

''مم..... مگر.....'' اس نے بولنا چاہا۔

''اگر مگر کچھ نہیں..... مجھے اپنا سمجھتے ہو تو میں بھی اس گھر کا فرد ہوں اور موجودہ صورت حال میں تمہاری کمی میں پوری کروں گی۔ میں..... میں نے اپنے ایک عزیز سے دو لاکھ روپے کی سفارش کر دی ہے..... مگر وہ..... ہاں وہ تمہاری ملازمت ملنے کے بعد جب تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ گے تو واپس کر دیں گے اور وہ بھی قسطوں میں.....''

''صاحبہ..... میرا ضمیر ایسا کبھی گوارا نہیں کرتا اور نہ ہی میں کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گا۔''

''یار.....'' اس نے احسن کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔

''رقم تم نہیں میں لا کر تمہارے ہاتھ میں دوں گی پھر تم ماں جی کو دے دینا۔ رہی بات واپسی کی تو وہ بھی میں واپس کروں گی تمہیں کبھی کوئی نہیں پوچھے گا۔''

''تم..... اپنے آپ کو سوچوں اور پریشانیوں میں ہلکان نہ کرو میں تمہیں خوش خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہاری خوشی میری خوشی ہے تمہارا خوش رہنا ہی میرے لیے زندگی ہے اور ہاں..... اب ماں جی سے فضول بحث نہ کرنا میں خود ہی اُن سے بات کرلوں گی وہ تمہیں کبھی پریشان نہیں کریں گی۔ تم انہیں کہہ دو کہ وہ صائمہ کے رشتے کی ہاں کر دیں۔ میں روپے پیسے کا بندوبست کر دوں گا۔ اب تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ بغور اُسے دیکھنے لگا۔ نگاہیں صاحبہ کے مسکراتے چہرے پر ایسے ٹکی تھیں جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی ہوں مگر اس کے من پر گراں بوجھ سا

www.pakistanipoint.com

بڑھ رہا تھا۔

اگلی صبح صاحبہ نے ماں جی کے پاس جا کر ان کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کر دیں۔

''آپ لوگوں کے علاوہ بھلا کون ہے اس بھری دنیا میں جس پر اپنی کمائی خرچ کروں۔'' وہ یونہی چلتے ہوئے امی کو اپنے کمرے میں لے گئی اور پھر پتہ نہیں کون کون سی باتیں ان کے درمیان ہوئیں۔

احسن نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب وہ اس گھر میں نہیں رہے گا نہ رہے گا بانس نہ بجے کی بانسری..... کسی اور شہر جا کر کوئی مزدوری کر لے گا۔ منڈی میں پھل خرید کر بیچ لے گا یا کسی ریلوے اسٹیشن پر قلی بن کر رہ لے گا۔

جب صاحبہ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ بولی۔

''تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ گے تو میرے لیے ایک ایک دن سو جانِ روح ہو جائے گا۔'' یوں اسے صاحبہ کی بات کے سامنے اپنا سر خم کرنا پڑا کیونکہ وہ اس کی کوئی بات رد نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی چاہت ہی ایسی تھی کہ احسن کی کسی بھی بات کا گہرا اثر لے سکتی تھی۔ وہ کچھ روز تو گھر میں اپنے آپ کو اجنبی سا محسوس کرتا رہا۔ ماں جی اس سے سخت ناراض تھیں بہنیں بھی اس سے کھنچی کھنچی سی رہ رہی تھیں صرف ایک صاحبہ ہی ایسی ہستی تھی جس کے پیار اور خلوص و محبت میں احسن کے لیے کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس واقعے کی وجہ سے اس کی محبت میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ پہلے سے زیادہ اس کا خیال رکھنے لگی تھی۔ ایک شوہر پرست اور مثالی بیوی کی طرح، تمام برائیوں اور خامیوں کے باوجود وہ اس سے محبت کر رہی تھی۔

کبھی کبھی تو اسے یوں محسوس ہوتا جیسے یہ سب جھوٹ اور فریب ہے جو وہ اپنے آپ کو دے رہا ہے یہ ایسا سپنا ہے جو روز ہی وہ دیکھتا ہے وہ ہر طرح سے قابل اور باصلاحیت تھا۔ تعلیم یافتہ تھا لیکن جاب تھی کہ کہیں بھی نہیں مل رہی تھی یہ اس کی بدقسمتی تھی یا تقدیر اس پر رحم دل نہیں ہو رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹا تھا۔ سر میں درد ہو رہا تھا کمرے میں گھٹن سی محسوس کرتے ہوئے وہ اٹھ کر صحن میں پڑی چارپائی پر لیٹ گیا۔ دودھیا چاندنی ہر سو بکھری تھی۔ آسمان پر مسکراتا چاند اسے زہریلے نشتر سے چبھ رہا تھا۔ احساس کمتری اور احساس پشیمانی نے اس کے دل کو بہت اداس کر دیا تھا۔ وہ دیر تک خاموش تماشائی بن کر چھن چھن کرتی چاندنی کو دیکھتا رہا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے چند لمحوں تک انگلیوں سے پیشانی دباتا رہا۔ چند لمحے بھی نہیں بیتے تھے کہ اس نے اپنی پیشانی پر نرم و نازک ہاتھ کا لمس محسوس کیا اور اسے محسوس ہوا جیسے ایکدم ہی سارا درد جاتا رہا ہو۔ اور اسے آرام سا آنے لگا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا یہ زمین کا چاند اس کا اپنا چاند صاحبہ تھی۔ جو چودھویں کے چاند سے کہیں بڑھ کر حسین تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے اردگرد رات کی رانی مہک رہی ہو۔

''صاحبہ..... تم .....'' اس نے اس کا نرم و نازک بازو تھامتے ہوئے سر گھما کر اسے دیکھا اور بولا۔ وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی اس کے چہرے پر چاندنی کی سی روشنی بکھری تھی اور مسکراتی آنکھیں بہت ہی بھلی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ اپنا ہر غم اور پریشانی بھول جایا کرتا تھا۔ جینے کی تمنا کرنے لگتا تھا۔ وہ سوچتا صاحبہ نہ ہوتی تو وہ بھی نہ ہوتا شاید.....

صاحبہ کے خوبصورت نازک لبوں پر تبسم بکھرتا

www.pakistanipoint.com

چلا لیا۔

''ہاں ..... میں.....'' وہ اس کے بالوں کو ہلاتی ہوئی بولی۔

''مجھے نیند نہیں آ رہی تھی تمہیں صحن میں لیٹا ہوا دیکھا تو چلی آئی۔

مجھے تو نیند اس لیے نہیں آئی کہ میرے بہت سے غم ہیں تمہیں کیا ہوا؟ تم دنیا کی سب سے حسین اور خوش نصیب عورت ہو۔'' احسن نے ایک گہری سانس کھینچی۔

''جیسے تم میرے ہو احسن..... ویسے ہی تمہارے غم بھی میرے اپنے ہیں۔'' وہ بولی۔

''میں اپنے آپ کو حسین تو نہیں سمجھتی البتہ خوش قسمت ضرور تصور کرتی ہوں اس لیے کہ میرا ساتھ میرا پیار میری محبت تم ہو۔ تم اس طرح جگراتوں میں اپنی صحت برباد نہ کرو۔''

''اور اس وقت جو تم جاگ رہی ہو۔ ایک تو آٹھ دس گھنٹے دفتر میں کام کرتی ہو گھر آ کر ماں بہنوں کا ہاتھ بٹاتی ہو۔ بہنوں کو پڑھاتی ہو تھک نہیں جاتی ہو بھلا.....'' وہ ہنس کر بولی۔

''میری نگاہوں کے سامنے تم رہتے ہو تو ساری تھکن سبھی اُلجھنیں بھول جاتی ہوں۔ اپنے آپ کو بھول جاتی ہوں مجھے تمہارے سوا کسی اور کا خیال نہیں آتا۔ میں تمہارے خیالوں میں بروقت کھوئی رہتی ہوں۔'' وہ قریب سے اٹھ کر ایکدم ہی احسن کے سامنے آ بیٹھی۔ تب اس نے آسمان کے چاند سے بھی خوبصورت چاند کو دیکھا جس کے چہرے پر حیا کی سرخی نمایاں تھی۔

''صاحبہ..... میرا بس چلے تو تمہیں ایک پل بھی گھر سے باہر نہ نکلنے دوں کہ دنیا کی نگاہیں پتہ نہیں ہر ہر چہرے میں کیا کیا کھوجتی رہتی ہیں۔'' وہ اُداس ہونے لگا۔

''میرا بس چلے تو تمہیں ساری زندگی یونہی بٹھا کر کھلاؤں اور تمہیں اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرنے دوں مگر.....'' وہ چند ثانیے خاموش رہ کر دور خلاؤں میں گھورنے لگا۔ اور پھر بولا۔

''مم..... میں ان حسین لمحوں کو خواب سا محسوس کر رہا ہوں مجھے اچنبھا سا ہے کہ خواب ٹوٹنے پر تعبیر کی کرچیاں سمیٹنے سے بھی نہ سمٹ پائیں گی بلکہ میرے پورے وجود کو لہولہان کرتی رہیں گی' پھر میں تڑپتا رہوں گا۔''

''خدا نہ کرے۔'' اس نے احسن کے ہونٹوں پر اپنا نرم و نازک ہاتھ رکھ دیا۔ چند لمحے گہری خاموشی کی نذر ہو گئے۔ آخر اسی نے اس سکوت کو توڑا اور گویا ہوئی۔

''احسن..... مرد عورت کو نہیں جانتا وہ اسے آج تک نہیں سمجھ سکا تم بھی مجھے نہیں سمجھ سکے شاید..... میں سمجھانا چاہوں بھی تو تمہیں سمجھا نہ سکوں گی۔''

''میں..... میں یہ بات تم سے پہلے بھی دو ایک بار کہہ چکی ہوں..... خیر..... چھوڑو ان باتوں کو' اب تم سو جاؤ میں بھی سونے کے لیے جا رہی ہوں۔ صبح دفتر جانے کے لیے بھی اٹھنا ہے۔''

''میری جان..... تم حوصلہ نہ ہارو..... دنیا تمہارا ساتھ دے نہ دے میں تمہارا ساتھ دوں گی' آخری دم تک آخری سانس تک عورت دکھ غم اور مصیبت میں کسی مرد کا ساتھ دیتے وقت اس سے بے زار نہیں ہو جاتی بلکہ اس کی محبت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے اور قریب آ جاتا ہے عورت ہی دکھ کی ساتھی ہوا کرتی ہے مگر یہ مرد اچھے دنوں میں عورت کو سب سے پہلے بھلا دیتے ہیں اپنی زندگی سے نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ کیا پتہ کل تم بھی میرے ساتھ ایسا کرو مگر مجھے تب بھی

www.paksociety.com

کوئی غم نہ ہوگا۔''

اس نے بات ختم کرتے ہوئے پنے ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھرلیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی تو وہ ٹوٹے لہجے میں بولا۔

''تم سچ کہتی ہوشاید..... مگر میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں میں تو.....'' وہ اس پر جھک گئی پھر احسن کی پیشانی پر بوسہ ثبت کرتے ہوئے جلدی جلدی قدم بڑھانے لگی۔ اور وہ ہنسے بنا نہ رہ سکا۔

☆.....☆.....☆

طے شدہ پروگرام کے مطابق صاحبہ نے ڈیڑھ لاکھ روپے لاکر اسے تھمادیے۔ اور بولی۔

''جاؤ ماں جی کو دے آؤ۔'' اس نے روپے تھامتے ہی پلنگ پر رکھ دیے جیسے یہ رقم نہ ہو بلکہ سانپ بچھو ہوں جو اسے فوراً ہی ڈس لیں گے۔

اِدھر صاحبہ نے ماں کو آواز دی۔

''جی بیٹی..... میں آئی۔'' وہ بولیں اور پھر ان کے کمرے میں آنے پر صاحبہ بولی۔

''لو ماں جی..... احسن اپنے دوست سے روپے لے آیا ہے۔ اب تم جلدی سے ہماری بہن کے ہاتھ پیلے کردو.....''

''مگر..... یہ رقم..... کہاں سے آئی؟'' وہ حیران ہوتے ہوئے بولیں۔

''آپ اس کی فکر نہ کریں ماں جی..... مجھے سبھی معلوم ہے یہ رقم اپنے دوست سے یہ کہہ کر لایا ہے کہ ملازمت ملنے پر لوٹادوں گا۔''

''دیکھو بیٹی..... کہیں اتنی بڑی رقم ہمارے لیے وبال جان نہ بن جائے۔ ہم تو پہلے ہی غربت کی چکی کے پاٹوں میں پس رہے ہیں۔''

''کچھ نہیں ہوگا ماں جی..... میں ہوں نا..... آپ فکر مند نہ ہوں۔ ہم سبھی کچھ سنبھال لیں گے۔'' وہ کبھی احسن کی طرف کبھی رقم کی طرف اور کبھی صاحبہ کی طرف حیرانگی سے دیکھتی رہیں۔ پھر روپے سمیٹ کر بولیں۔

''خدا آپ دونوں کا بھلا کرے۔'' اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ صاحبہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور وہ اپنے دل پر گراں بوجھ لیے اپنے بستر پر دراز ہوگیا۔

صائمہ کی پھوپو کو دن دے دیا گیا پھر چند ہی دنوں میں اس کی شادی کردی گئی اور وہ پیا دیس سدھار گئیں۔ ماں کے دل کا بار تو ہلکا ہوگیا مگر احسن کے دل پر جو بوجھ آپڑا تھا وہ اس کی نس نس کو اعصاب شل کرگیا۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس سے اس کی زندگی اور صاحبہ دونوں روٹھنے والی ہیں اور یہ دن دور نہیں شاید.....

☆.....☆.....☆

وہ کچھ دنوں سے صاحبہ کو اداس اور مضموم سا دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ گھر کے اور اس کے حالات سے کبیدہ خاطر نظر آرہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں سوچ سی بھری رہتی تھی اسے متفکر اور کھویا کھویا سا دیکھ کر وہ اپنے دل پر تازیانہ سا محسوس کرتا تھا۔ اسے فکر تھی کہ آخر وہ کب تک دن رات دفتر میں سر کھپاتی رہے گی۔ اسے اس کی محبت اور رفاقت کی بھی تو ضرورت ہے۔ ان کے درمیان میں جو زمین و آسمان کا فاصلہ ہے وہ کب ختم ہوگا۔

وہ روزانہ درخواستیں ٹائپ کرتے ہوئے دفتروں کو بھیجتا رہتا۔ اور روز ہی انٹرویو کے لیے بلایا جاتا۔ اس روز بھی وہ جلدی تیار ہونے لگا۔ صاحبہ نے اُسے یوں جلدی تیار ہوتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''آج صبح ہی صبح تیار ہوکر کہاں جارہے ہو؟

www.pakistanipoint.com

ناشتہ بھی نہیں کرو گے؟''

''میں ایک کمپنی میں انٹرویو دینے جارہا ہوں۔ ان لوگوں نے صبح نو بجے بلایا ہے۔'' وہ بولا۔

''یہ پہلا انٹرویو ہے جو اتنی جلدی کیا جارہا ہے۔''

''اللہ تمہیں کامیاب کرے۔'' صاحبہ نے اس کا سرتاپا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ذرا دیر بعد وہ پھر بولی۔

''تم پانچ بجے انارکلی بازار کی نکڑ پر ملنا مجھے تم سے ضروری بات کرنا ہے۔'' وہ او کے کہہ کر باہر نکل گیا۔

پانچ بجے وہ انارکلی کی نکڑ پر تھا۔ صاحبہ پانچ بج کر دس منٹ پر آئی اور اسے ساتھ لیے ملبوسات کی بڑی سی دکان میں داخل ہوگئی۔ اس نے اس کے لیے دو تین پینٹ اور عمدہ شرٹس خریدیں۔ میچنگ ٹائی رومال اور جرابیں بھی لیں۔ احسن نے اُسے منع کرنا چاہا مگر اس نے منہ پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور اپنے لیے بھی خریدے پھر وہ شہر کی سب سے بڑی جوتوں کی دکان پر لے گئیں یہاں سب سے عمدہ اور آرام دہ دو جوڑی جوتے خریدے۔ اس کے بعد وہ اسے لے کر عمدہ اور مہنگے ریسٹوران میں پہنچی اور عمدہ اور لذیذ کھانے کا آرڈر دیا۔ کھانے کے بعد اس نے قدرے پھولا ہوا لفافہ احسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اس میں کچھ رقم ہے اسے رکھ لو جب کبھی تم انٹرویو دینے جاؤ تو رکشہ یا ٹیکسی پر جانا بسوں میں دھکے نہیں کھاؤ گے۔''

''مگر تم نے تو دس ہزار کا پہلے ہی مجھے مقروض کردیا ہے اور اب.....'' احسن نے رقم لینے سے انکار کردیا۔

''کیا آج تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے جو تم نے دو دو جوڑے کپڑے اور جوتے خریدے ہیں اتنا کچھ خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ بولا۔

''احسن..... میں کئی دنوں سے سوچ رہی تھی کہ تم آخر کسی انٹرویو میں کامیاب کیوں نہیں ہورہے۔ جبکہ تم اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو' قابل اور ہر لحاظ سے باصلاحیت بھی ہو..... آج صبح مجھے اچانک احساس ہوا کہ تم انٹرویو دینے کے لیے جس حالت میں جاتے ہو وہ انٹرویو لینے والے کو متاثر نہیں کرتا۔ آج ایک آدمی کی پہچان' اس کی ذات' اس کی قابلیت اور صلاحیت ہرگز نہیں۔ یہ سب ثانوی باتیں ہیں۔ آج آدمی کو نہیں اس کی خوش پوشی کو دیکھا جاتا ہے اب جبکہ تم انٹرویو دینے جاؤ گے تو اس نئے لباس میں ایک دم ٹپ ٹاپ ہوکر جاؤ گے۔''

اس نے جو کچھ کہا تھا وہ قطعی غلط نہیں تھا اس نے احسن کی شخصیت کے نکھار کے لیے جو کچھ کیا وہ حالات کو دیکھ کر محسوس کرتے ہوئے کیا۔ نئے لباس میں وہ دو تین جگہ انٹرویو دے آیا تھا کامیاب بھی ہوا مگر پھر بھی نوکری نہ مل سکی

وہ جانتا تھا کہ بہت اچھی ملازمت لباس سے نہیں' سفارش سے ملتی ہے بڑی سفارش ہونی چاہیے اس کے پاس پر زور تو کیا۔ معمولی سی بھی سفارش نہیں تھی جو اسے منزل مقصود تک پہنچاتی۔ وہ روزانہ دفتروں کے دھکے کھاتے ہوئے خوار ہورہا تھا۔ شاید اس کی قسمت میں ابھی رسوائیاں تھیں۔ یا تقدیر کو یہ بھی کچھ گوارا نہ تھا کہ وہ اسے مزید گھسیٹ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

انسان کی زندگی میں ایسا مقام بھی آتا ہے جب ہر شے سے ناطہ ٹوٹ جاتا ہے پھر وقت کی دھارا اپنے ساتھ سبھی کچھ بہا کر دور لے جاتی ہے اور ہم ساحل پر کھڑے چپ چاپ تماشہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

احسن بھی ان دنوں ایسی کیفیت میں مبتلا تھا۔ بے روزگاری کے عذاب سے اس کے دل کو جو تکلیف ہو رہی تھی صرف وہی جانتا تھا اور اگر صاحبہ اس وقت نہ ہوتی تو اس پوری فیملی کا نا جانے کیا حشر ہوتا۔ رہی بات چار پانچ تولے زیور کی تو وہ کب تک چلتا۔ اس کے ختم ہونے کے بعد ان کے پاس اور کیا چیز تھی بھلا جسے وہ بیچ کر گھر کا خرچ اور بیٹیوں کی تعلیم جاری رکھ سکے۔ صاحبہ ان کے لیے فرشتہ ثابت ہوئی جو سبھی دکھ غم اور اپنی جوانی کی بہاریں بھلا کر بھی اس خاندان کا حصہ بن رہی تھیں۔ اسے اس قدر اپنی فکر نہیں تھی جتنا اس گھر اور اس میں بسنے والوں کی.....

اس شام بھی صاحبہ نے احسن کو مسکراتے ہوئے خوشخبری سنائی۔

''احسن..... کل کے تمام اخبارات میں ہماری کمپنی کا اشتہار ہے۔ انہیں پروڈکشن منیجر کے عہدے کے لیے ایک آدمی کی ضرورت ہے تنخواہ پندرہ سے بیس ہزار روپے ہوگی۔ رہنے کے لیے مکان بھی ملے گا اس کے علاوہ گاڑی اور دوسری سہولتیں بھی ملیں گی۔ اس کمپنی کے سال میں چار بونس بھی ملتے ہیں۔ تین ماہ کی عبوری مدت کے بعد تمہاری نوکری نا صرف پکی ہوگی بلکہ تنخواہ میں بھی اضافہ ہو جائے گا..... تم وہاں درخواست دو۔'' وہ حیرانگی سے بولا۔

''کیا مجھے بھلا پروڈکشن منیجر کی جگہ مل سکتی ہے؟ جبکہ میرے پاس اس کا کوئی تجربہ نہیں میں تو اس معاملے میں کاغذ کی طرح صاف ہوں۔''

''کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔'' صاحبہ نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تم نے اس سے قبل کتنی درخواستیں دی ہیں اِدھر بھی ایک درخواست دے کر قسمت آزمائی کر لو کام بن جائے شاید.....''

''وہ مجھے انٹرویو کے لیے کیوں بلائیں گے۔ میری درخواست ہی پھاڑ کر پھینک دی جائے گی رہی بات انٹرویو کی تو میں پورے چودہ مہینوں سے انٹرویو دیتا چلا آ رہا ہوں۔ میں نے اپنی کامیابی کی صورت تک نہیں دیکھی۔ میں نہیں مانتا کہ کامیابی کس چڑیا کا نام ہے۔ خیر کوئی بات نہیں ایک انٹرویو تمہارے ایما پر سہی' وہ مایوسی کی کیفیت میں بولتا چلا گیا۔

اتفاق سے انٹرویو کی نوبت آ گئی۔ اس کا انٹرویو ایک ڈائریکٹر نے لیا جو بے حد تجربہ کار اور خرانٹ قسم کا تھا۔ وہ مسلسل تجربے پر زور دے رہا تھا جس نے اسے نا امید کر دیا۔ مگر وہ ہر بار اسے یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا کہ میں ہر طرح سے اپنے آپ کو اس عہدے کا اہل ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ آپ مجھے ایک موقع دے کر تو دیکھیں۔ مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی وہ اس کی ہر بات سنی اَن سنی کر رہا تھا۔

شام کو اس نے صاحبہ کو بتایا کہ ایسی جاب بغیر کسی سفارش کے نہیں ملا کرتی۔ تم اپنے ایم ڈی سے میری سفارش کر دو تو بات بن جائے شاید..... میری زندگی میں تم میری پہلی اور آخری ہستی ہو جو میری سفارش کر سکتی ہو۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ایسی ملازمت کا طلب گار ہوں جس کے ایم ڈی کی تم سیکریٹری ہو۔ کسی ملٹی نیشنل کمپنیکے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ایم ڈی کی پرائیویٹ سیکریٹری ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے میں صحیح کہہ رہا ہوں نا..... صاحبہ.....''

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی اسے اس بات کا فوری جواب دینے میں کچھ گریز ہو رہا تھا شاید.....اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی سی طاری ہوگئی۔ وہ تذبذب کے بعد بولی۔

''میں اپنے یم ڈی سر عرفان راجہ سے بات کروں گی۔ میں نے آج تک کسی کی سفارش نہیں کی۔ نہ میں سفارش کو پسند کرتی ہوں۔ مگر میں تمہارے اور بہنوں کے مستقبل اور روزگار کے لیے اپنا اصول توڑ دوں گی۔ اگر ایم ڈی صاحب نے میری بات نہ مانی تو نوکری سے استعفیٰ دے دوں گی۔''

پھر صاحبہ نے ایم ڈی کے خانگی حالات بتانے شروع کیے کوئی چھ مہینے پہلے اس کی اپنی بیوی سے علیحدگی ہو چکی ہے اس کی ایک بچی ہے ایک ذرا سی بات پر ان دونوں کے پانچ برسوں کے تعلقات کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ گئے۔ اس کی بیوی بڑی خود سر، سرکش اور بدمزاج عورت تھی۔ اس نے ایم ڈی سے طلاق لے کر کسی بینک کے صدر سے شادی کر لی۔

دولت ہو رتبہ اور حیثیت ہو تو سوسائٹی میں ایک مطلقہ عورت کو دوسرا شوہر بھی جلد مل جاتا ہے اور اسے مل گیا اور وہ بے حد خوش ہے۔

☆.....☆.....☆

شام صاحبہ گھر پہنچی تو وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھا اس کا دل سینے میں بری طرح دھڑکنے لگا۔ اسے قطعی امید نہ تھی کہ ایم ڈی نے اس کی سفارش قبول کر لی ہوگی وہ اس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ رہا تھا کہ اس کی سفارش کام نہیں آئی۔ کیونکہ اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا اور زردی سی بکھری تھی۔ اس کے پورے وجود پر اُداسی سی چھائی تھی۔ احسن کو یوں لگا جیسے وہ اپنی سفارش کی ناکامی پر بڑی دل گرفتہ اور مایوس ہے۔

احسن کو اس بات کا کوئی دکھ اور افسوس نہیں تھا کہ وہ ان ناکامیوں اور مایوسیوں کا عادی ہو چکا تھا پھر یہ کوئی نیا زخم تو نہ تھا جس کی کھسیں اُسے اذیت میں مبتلا کرتیں۔ وہ ذرا اس کے قریب ہوا۔

''تم آج کچھ زیادہ ہی افسردہ ہو کیا بنا تمہاری اس سفارش کا آخر اس سے نا رہا گیا۔ تمہارا اترا ہوا چہرہ اس بات کی چغلی کھا رہا ہے کہ تمہاری سفارش بھی میرے کام نہ آسکی۔''

وہ اِدھ کھلی کھڑکی سے باہر دور تک دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

''میری سفارش ایم ڈی نے مان لی ہے تمہیں ایک دو دن میں تقرر نامہ اور ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ بھی مل جائے گی.....اب تم اس فیکٹری کے پروڈکشن منیجر ہو گے۔'' یہ کہتے ہوئے اُس کی آواز رندھ سی گئی۔

''کیا.....؟'' وہ حیرت اور خوشی سے اچھل پڑا۔ جیسے اُسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا ہو۔

''سچ.....'' اس نے صاحبہ کا بازو تھاما۔

''اگر یہ سچ ہے تو تمہارے چہرے پر یہ اُداسی کیسی ہے؟''

''کیا تمہیں میری بیکراں ناکامیوں کے بعد.....اس کامیابی پر خوشی نہیں؟''

''مجھ سے زیادہ بھلا اور کون خوش ہو سکتا ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ چند لمحوں بعد وہ پھر بولی۔

''بات یہ ہے احسن.....'' وہ گھوم کر اس کے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اس کا تھاما ہوا ہاتھ بے حد سرد سا ہوتا چلا گیا۔ اس کی آواز میں بلا کا کرب اور سارے جہاں کا درد بھر گیا۔ وہ بولی تو احسن کو اُس کی آواز ڈوبتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

''کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے احسن..... تبھی آدمی کچھ پا سکتا ہے۔''

''کیا مطلب..... میں تمہاری بات نہیں سمجھا صاحبہ.....'' اس نے حیرت اور پریشانی میں اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''کیا تمہیں میری ملازمت کے لیے..... میرے مستقبل کے لیے تمہیں کچھ کھونا پڑا صاحبہ..... بولو صاحبہ.....'' اس کا دل دھڑکتا ہوا جیسے حلق میں آ گیا اور وہ تڑپ اٹھا۔

''میں..... میں نے آج تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو دیا احسن.....'' اس کی آواز میں درد ہی درد بھرا تھا۔

''تم نے مجھے کھو دیا..... کیا مطلب؟'' اس نے چونک کر بغور اسے دیکھا۔ صاحبہ نے اپنی نظریں جھکا لیں اس کا چہرہ سفید پڑتا چلا گیا۔ جیسے لہو کی ایک بوند بھی نہ ہو۔

''مم..... میں کچھ نہیں سمجھا صاحبہ.....'' اس نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''م..... میں.....'' صاحبہ کی زبان لڑکھڑا گئی چند لمحوں بعد وہ بولی تو اس کی آواز جیسے دور کسی کنویں سے آ رہی ہو۔

''میں..... میں اگلے مہینے ایم ڈی سے شادی کر رہی ہوں..... اس لیے کہ.....'' اس کی آواز گنگ ہو گئی اور وہ بری طرح سسکنے لگی۔ پھر اس سے ایک لفظ بھی نا بولا جا سکا۔

''کیا.....؟'' احسن کے لیے ایک دھماکہ سا ہوا۔ اس کا سر گھومنے لگا اور نگاہوں کے سامنے ہر سو تارے سے ناچنے لگے۔ پھر جلد ہی اس کا پو وجود بوجھل سا ہوتا چلا گیا۔ جیسے اس پر کسی نے نیچ سی گرا دی ہو۔ چند ثانیے وہ خاموش تماشائی بغور اُسے تکتا رہا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے اپنی سماعت پر دھوکے کا احساس ہوا۔ پھر ایکد ہی چونک کر بولا۔

''کہہ دو صاحبہ یہ جھوٹ ہے بہت بڑ جھوٹ.....''

''یہ سچ ہے احسن.....'' اس کا لہجہ زخم خورد سا تھا۔ اس شادی کے وعدے پر اس سودے بازی پر تو تمہیں تمہیں اس قدر اچھی اور معیاری جاب مل رہی ہے میری ایم ڈی سے شادی ہی سفارش بنی ہے۔''

''نہیں.....'' وہ ہذیانی انداز میں چیخ پڑا۔

''مجھے نہیں چاہیے ایسی نوکری جو میرے عمر بھر کے ارمانوں کا خون کرتے ہوئے ملے۔ میں روزگار کے بدلے تمہیں نہیں کھونا چاہتا صاحبہ..... تم کہہ دو یہ جھوٹ ہے۔'' اس پر جیسے غموں کے پہاڑ سے ٹوٹ پڑے پھر اس سے ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔ وہ ہونقوں کی طرح اُسے تکنے لگا۔

صاحبہ کا چہرہ اسی کسی مردے سے بھی بدتر محسوس ہو رہا تھا۔ اور اس وقت احسن کے دل کی جو حالت تھی وہ ناقابل برداشت تھی اس کا سینہ شق ہوا جا رہا تھا۔

دل کسی زخمی پرندے کی مانند پھڑ پھڑا کے باہر آنا چاہتا تھا۔ اسے ساری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے کوئی بھونچال سا آ گیا ہو۔ ایسا ہی تھا شاید..... نہ اندر سردی تھی۔ اور نہ باہر لیکن اس کے بدن میں سردی کی لہر اٹھ رہی تھی۔

اس نے کپکپاتے ہونٹوں سے پوچھا۔

www.paksociety.com

"میری...... اور...... تمہاری...... محبت......
کیا وہ سب محض ایک کھیل تھا ایک فریب تھا؟"

"صاحبہ...... تم نے تو محبت کے بڑے بڑے دعوے کیے تھے۔ کیا ہوا اس محبت اور ان وعدوں کا......؟"

"محبت آج بھی زندہ ہے اور کل بھی زندہ رہے گی......" صاحبہ سرگوشی میں بڑی آہستگی سے بولی۔ پھر اس کے آنسو آنکھوں کی منڈیروں کو توڑتے ہوئے اُس کے چہرے پر ندیاں بناتے چلے گئے اور نگاہیں دھندلانے لگیں۔

"محبت زندہ کیسے رہ سکتی ہے جیسے دولت نے ڈس لیا اور...... تم تو اپنا تابناک مستقبل بنانے کے لیے ایم ڈی سے شادی کر رہی ہو...... نا......" اس کے لہجے میں جانے کہاں سے نفرت اور حقارت سی بھر آئی۔

"اس دنیا کی ہر عورت فریبی، مکار اور جھوٹی ہے خودغرض ہو تم......" احسن کی آواز تیز ہوگئی۔

"آج تم بھی ان عورتوں میں شامل ہوگئی ہو صاحبہ۔"

"مم...... میں...... میں نے اپنا نہیں تمہارا اور تمہاری بہنوں کا مستقبل بنانے کے لیے اپنی محبت، اپنا ایمان، اپنا سبھی کچھ کھو دیا ہے۔ میں تم سبھی کے لیے ایم ڈی سے شادی کر رہی ہوں۔ صرف تم لوگوں کی خواب ناک زندگی کے لیے اپنی محبت اور اپنے ارمانوں کا خون کیا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو پھر تمہارا اور معصوم بہنوں کا مستقبل کبھی نہ بنتا۔

تم ساری زندگی یونہی دربدر خاک چھانتے پھرتے کبھی اچھی جاب نہ ملتی۔ اس لیے کہ تمہارے پاس سفارش جو نہیں ہے۔ اور سنو...... اس سے قبل بھی روپے میں نے ایم ڈی ہی سے لیے تھے۔"

"ساری زندگی سکے کماتے پھرتے تمہاری بہنیں جوانی کی دہلیز عبور کر جاتیں۔ تمہاری ماں تمہارے اس دکھ غم میں مر جاتی۔ اور پھر ایک روز یہ سب کچھ ملبے کا ڈھیر بن جاتا پھر عمر بھر تمہاری ذات پر انگلیاں اٹھتی رہتیں۔"

"مم...... میں...... نے تم اور تمہاری فیملی پر اپنی محبت قربان کردی ہے احسن...... مجھے...... مجھے کبھی بھی ہرجائی اور دھوکے باز کا طعنہ مت دینا۔ عورت فریبی، مکار اور جھوٹی کبھی نہیں ہوا کرتی احسن......"

"زمانے کی چیرا دستیاں، پریشانی اور دکھ اسے ایسے مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں کبھی بھائی کی قربانی دینا پڑتی ہے تو کبھی بہن قربان کرنا پڑتی ہے۔ زمانے کے دستور اور فرسودہ رسمیں کبھی کبھی اس کے سامنے اس قدر اونچی فصیلیں کھڑی کر دیتے ہیں کہ اسے اپنا آپ تک قربان کرنا پڑ جاتا ہے۔"

"تمہاری فیملی کی غریبی مٹانے کے لیے ایک محبت تو کیا مجھے اپنا آپ بھی قربان کرنا پڑتا تو میرے لیے سودا قطعی مہنگا نہ ہوتا۔"

"احسن...... تمہیں جاب مبارک ہو۔ تمہارا مستقبل سنورنے لگا ہے۔" وہ بولتے بولتے ایکدم چپ سی ہوگئی۔ اس کی آنکھوں کے آسمان پر آنسوؤں کے بے شمار تارے ٹمٹمانے لگے۔ پھر اس نے اپنا خوشنما سر جھکا لیا۔

احسن کو اس کی سفارش بڑی مہنگی پڑی۔ اس نے روشن مستقبل کی جاب پا کر بہت کچھ کھو دیا تھا اور جو کھویا تھا وہ عمر بھر نہیں پا سکتا تھا شاید...... کہ محبت بار بار نصیب نہیں ہوا کرتی۔

☆☆......☆☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کراچی سے ارسال کردہ مکافاتِ عمل کا عملی نمونہ تحریر

گرداب

جوانی کا دور پلک جھپکتے گزر جاتا ہے انسان کو چاہیے جوانی میں
تیاری آخری وقت کی کرے نا کہ بڑھاپا بے عزتی سے گزرے.....

نزہت جبیں ضیاء

عابدہ بیگم ایک لمحے کے لیے چکرا گئیں۔ قطب الدین اور شافعہ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ نوبت یہاں تک آ گئی تھی۔ ان کو ان کے اپنے گھر سے بے دخل کیا جا رہا تھا اور اس میں بیٹے کی بھی سو فیصد مرضی شامل تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف آئیں' بیڈ پر گر گئیں۔

''یا اللہ..... مجھے معاف کر دے میرے مالک' شاید یہ سب میرے اعمال کی سزا ہے۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو مچلنے لگے' وہ ماضی کے دھندلکوں میں کھونے لگیں۔

ساجد اپنی اماں سے کہو کہ کمرے سے باہر نہ نکلا کریں ورنہ مجھے کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ غضب خدا کا اتنا موذی مرض لے کر سارے گھر میں دندناتی پھرتی ہیں ذرا سا احساس بھی نہیں کہ گھر میں بچے بھی ہیں۔'' عابدہ بیگم کا لہجہ غضبناک تھا۔

''ہاں ہاں کہہ دوں گا تم غصہ نہ ہو۔'' ساجد الدین نے بیوی کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں کہا۔

''ایسے کیسے نہ کروں غصہ بچے ہیں میرے خدانخواستہ بیماری لگ گئی تو تم کو تو کوئی احساس نہیں ہے اب میں بھی غصہ نہ کروں ان محترمہ کی سمجھ میں میری بات آتی ہی نہیں مجبوراً مجھے ان کا دروازہ باہر سے لاک کر کے رکھنا پڑے گا۔'' عابدہ بیگم کا انداز جارحانہ تھا ساجد الدین سر کھجا کر منمنائے۔

''نہیں نہیں میں بات کروں گا اماں سے ایسا مت کرو۔''

''ہنہ.....'' عابدہ بیگم نے سر جھٹک کر ہنکارا بھرا۔

ساجد الدین اپنی بیوہ ماں نصیرہ بیگم بیوی عابدہ اور دو بچوں قطب الدین اور مہر الدین کے ساتھ متوسط طبقے کی آبادی میں رہتے تھے۔ گورنمنٹ ملازم تھے آمدنی گزارے لائق تھی۔ اماں خاموش طبع خاتون جبکہ بیوی تیز اور طرار تھی۔ شادی کے پہلے دن سے ہی عابدہ بیگم کو

www.pakistanipoint.com

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ساس کا وجود کانٹا لگنے لگا تھا۔ وہ روک ٹوک کرتیں تو عابدہ بیگم کو پتنگے لگ جاتے ساجد الدین سیدھے سادھے اور شریف انسان تھے جو اماں اور بیوی کے درمیان سینڈوچ بن کر رہ گئے تھے۔ ان کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے قطب الدین اور مہر الدین ہو گئے۔ نصیرہ پوتوں پر جان چھڑکتی تھیں بچے ذرا بڑے ہوئے تو نصیرہ کو ٹی بی ہو گئی۔ اب تو عابدہ بیگم کو موقع مل گیا بچوں کو دادی سے دور کرنے کا......

انہوں نے بچوں کو دادی کے پاس جانے سے منع کر دیا۔ بیچاری نصیرہ بیگم تڑپتی رہتی لیکن عابدہ بیگم پر کوئی اثر نہ ہوتا بچے زیادہ تر ننھیال میں رہتے۔ ان کو بھی دادی سے کوئی خاص لگاؤ نہ رہا تھا۔ پھر اماں نے بھی نہ جانے ان کے حوالے سے کیا کیا باتیں ان کے معصوم ذہنوں میں بٹھا دی تھیں۔ بچے دادی سے رسماً تعلق رکھتے۔ نصیرہ بیگم نے اس حالت میں ایک رات چپکے سے آنکھیں موند لیں۔ عابدہ بیگم نے ان کے کمرے کی تفصیلی صفائی کرائی ان کے کپڑے ان کے استعمال کی ایک ایک چیز گھر سے نکال دی گھر کو پینٹ کروایا اور ساجد الدین سر جھکائے بیوی کا پلو پکڑے ایک ایک حکم کی بجا آوری کرتے' عابدہ بیگم نے اپنی مرضی اور پسند کی زندگی گزاری میاں مٹھی میں اور بچے چٹکلے میں تھے۔

بچے بڑے ہو گئے تعلیم تو زیادہ حاصل نہیں کی مگر مہر الدین کو باہر جانے کا چانس ملا تو وہ سعودی عرب چلا گیا اور قطب الدین نے یہاں پر جاب کر لی۔ عابدہ بیگم نے قطب الدین کی شادی دھوم دھام سے کر دی اور اپنی پسند سے اپنی سہیلی کی بیٹی شافعہ کو بیاہ کر گھر لے آئیں اس دوران مہر الدین نے انکشاف کیا کہ ان کو سعودی عرب میں ایک لڑکی پسند آ گئی۔ اس کی فیملی عرصہ دراز سے وہیں ہے تو مہر الدین نے وہاں پر نکاح کر لیا ہے۔ عابدہ بیگم نے پہلے تو خوب شور شرابہ کیا بھلا ان کو کہاں گوارا تھا کہ بیٹا اپنی مرضی سے اتنا بڑا قدم اٹھا لے سو اسے اپنی زندگی سے نکال دیا اب

صرف قطب الدین اور اس کی بیوی شافعہ اور ساجدالدین ان کے ساتھ تھے۔

اس دوران شافعہ کو ایک بیٹا شایان اور بیٹی ورشہ ہوگئے۔ شافعہ نے شروع شروع ساس کا ہٹلر پن برداشت کیا لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی سیر پر سوا سیر ہوگئی۔ بھلا کون زیادتی برداشت کرتا ہے وقت آگے بڑھتا رہا۔ ساس بہو میں ٹسل چلتی رہی بچے بڑے ہونے لگے۔ غضب تو یہ ہوا تھا کہ قطب الدین بھی بیگم کی ہی بولتا۔ اب اس کو غلطی اماں میں ہی نظر آتی ساجد الدین کی موت کے بعد تو عابدہ بیگم کی حالت معذول حکمران جیسی ہوگئی تھی۔

نہ بچے خاطر میں لاتے نہ بہو اور نہ بیٹے کے پاس اماں کے لیے کہاں وقت ہوتا' عابدہ بیگم تنہائی کا شکار ہوگئی تھیں۔ بیمار رہنے لگی تھیں طراری دکھانے کی ناکام کوشش کرتیں لیکن پوتا' پوتی بہو اور بیٹے کے آگے بے بس ہوکر رہ جاتیں گویا ان کے رحم و کرم پر تھیں۔ اللہ کی مصلحت تھی کہ ان کو بھی ٹی بی جیسا مرض ہوگیا تھا گو کہ بیماری میں شدت نہیں تھی مگر تھا تو وہی مرض جس کو بیں بنا کر انہوں نے اپنی ساس کو ایک کمرے تک محدود کردیا تھا۔

آج...... آج وہ خود...... اس کمرے میں اس طرح بے بسی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ اوپر سے...... آج بیٹے اور بہو کے درمیان ہونے والی گفتگو نے پیروں تلے زمین نکال دی جس میں شافعہ ان کو سینی ٹوریم میں داخل کروانے کا کہہ رہی تھی۔ ان کا مرض اتنا تو نہیں تھا کہ آخری اسٹیج پر ہو' لیکن...... شافعہ اور قطب الدین...... ان کو اپنی زندگی سے نکالنا چاہتے تھے۔ بیماری کو بہانہ بنا کر......

داد

جو لوگ مشاعرے میں ناکام رہتے تھے۔ ان میں' میں خود' ناصر کاظمی حفیظ ہوشیار پوری' قیوم نظر' مختار صدیقی اور یوسف ظفر کو دیکھا ہے۔ مجھے بھی کبھی بہت اچھی داد نہیں ملی مگر جس طرح ٹنوں کے حساب سے پروین شاکر داد وصول کرتی تھی وہ بات کسی اور کے نصیب میں نہیں آئی۔

(کشور ناہید کی کتاب ''شناسائیاں رسوائیاں'' سے اقتباس)

مرسلہ: حمنہ دانش۔ کراچی

''یا اللہ......!'' عابدہ بیگم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چکراتا سر تھام لیا۔ یہی مکافاتِ عمل تھا۔ عروج زوال کی داستان' مجبوری اور بے بسی کا یہ سلسلہ...... تب انہیں احساس ہوا کہ نصیرہ بیگم کے دل پر کیا قیامت گزرتی ہوگی۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ کافی دیر تک رونے...... پچھتانے اور سوچنے کے بعد وہ اٹھیں بیگ میں مختصر سا سامان ڈالا...... اور رات کی تاریکی میں گھر سے نکل پڑیں۔ ان کا رخ ایدھی سینٹر کی طرف تھا۔ جہاں ان جیسی بے شمار خواتین اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہی تھیں۔

کاش...... ہم رشتوں کے تقدس کا احترام کریں کاش صبر اور حوصلے سے رشتوں کو نبھائیں۔ ایک دوسرے پر برتری لے جانے کی بجائے میانہ روی اور خلوص کے ساتھ...... ایک دوسرے کے دکھ درد اور رشتوں کی اہمیت کی پاسداری کریں تو کبھی بھی کسی بوڑھی ماں کو اولاد کے ہوتے ہوئے کسی فلاحی ادارے کا رخ نہ کرنا پڑے...... کاش......

لاہور سے ارسال کردہ بے مثال تحریر.....

بیٹا جی

جیسے ہر چمکنے والی شے سونا نہیں ہوتی اسی طرح بیٹا بول کر سر پر ہاتھ رکھنے والا ہر انسان اچھا نہیں ہوتا.....

حنا بشریٰ

''بیٹا جی.....'' اس شخص کا تکیہ کلام تھا۔ یا پھر زبان پر برسوں سے چڑھا کوئی لفظ..... وہ یہ لفظ دل سے کہتا تھا یا پھر نوک زبان سے بولا کرتا تھا' خود کو لوگوں کے سامنے 'امیرِ شرفاء' ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا یا پھر کسی بزرگ کی صحبت میں رہنے کا بس اثر چڑھ گیا تھا۔ یہ سب سوال اکثر تنہائی میں خود سے کرتی ہوں تو جواب ملنے کی بجائے ذہن اور اُلجھ جاتا ہے یوں جیسے اُلجھا ہوا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ریشم...... جس کو سلجھانا صرف وقت کا ضیاع ہو۔

وہ شخص نہ جوان تھا اور نہ ہی بہت عمر رسیدہ کمر خمیدہ بزرگ ہاں درمیانی عمر کا تندمند شخص تھا اکثر ہی سفید شلوار قمیض میں ملبوس ہوتا۔ چہرے سے پڑھا لکھا نظر آتا تھا چہرے پر مناسب سی داڑھی مزید مہذب و معتبر ثابت کرتی تھی۔ نظریں اکثر جھکی ہوتیں...... یا پھر کبھی اٹھانے کی ضرورت پیش آتی بھی تھی تو نہایت محتاط روی کے ساتھ......

ایسی نظر کو دیسی زبان میں مرد کی 'اڑتی ہوئی نظر' کہتی ہوں۔ مطلب کہ سامنے والے کا مکمل جائزہ بھی لے لیا اور اُسے خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ بھی دیکھ لیا کہ سامنے کھڑی صنف نازک دوشیزہ ہے یا خاتون...... یہ بھی جانچ لیا کہ محترمہ ابھی پڑھتی ہیں یا پڑھاتی ہیں۔ یہ بھی اچھی طرح سے معائنہ کرلیا کہ آنکھیں 'جھیل' جیسی گہری ہیں یا 'چیل' جیسی تیز......

ناک ستواں ہے یا پھر گوبھی کا پھول......

ہونٹ گلابی رس بھرے ہیں یا پھر سیاہ بے رونق رنگت گلابی و عنابی ہے یا پھر چہرہ پیدائشی کول تاری...... یوں مکمل جائزہ بھی ہوگیا اور سامنے کھڑی بے خبر صنفِ نازک کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ 'ریڈار نما' بھوری آنکھوں والے نے سب دیکھ لیا ہے مگر بہت چالاکی...... ہوشیاری سے یا پھر ادب کی زبان میں 'محتاط روی' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

☆......☆......☆

اس شخص سے میری پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں نے علاقے کے معروف گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا۔ ارے لفظ 'کالج' پڑھتے ہی آپ سب یہ تو نہیں سوچنے لگے کہ وہ شخص مجھے کالج گیٹ کا برہ نظر آیا...... جو مستقل مزاجی کے ساتھ کالج کی حسین و جمیل لڑکیوں کا 'ایکسرے' کررہا تھا۔ اچھا خاصا نظر باز قسم کا بابا...... جس کی نظروں کی تیزی عقاب' باز' شکرے' کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔

ایسا مرد جو زندگی کی پچاس بہاریں دیکھنے کے بعد ابھی بھی خود کو' کالج بوائے' سمجھتا ہو اور صرف سمجھتا ہی نہ ہو بلکہ دوسروں پر ثابت کرنے کے لیے کہ' ائی ایم بوائے' ریڈ کلر کی شرٹ بلو جینز جو گھٹنوں سے پھٹی ہوئی ہو اور سر پر' پی کیپ' جس کو دانستہ کبھی دائیں بائیں کبھی آگے یا کبھی پیچھے کر کے خود کو زیادہ جاذب نظر دکھانے کی 'سنگین کوشش' کی جاتی ہو۔

نہیں نہیں...... ایسا بالکل نہیں...... وہ شخص ہرگز ایسا نہ تھا۔ اصل میں وہ شخص شاپ کیپر تھا...... کالج روڈ پر بہت اچھی لوکیشن پر اس کا بک اسٹور تھا۔ اور بک اسٹور بھی بہت زبردست اور کمال کا تھا۔ جس کی کشش اس قدر طاقتور تھی کہ اکثر لڑکیاں کالج سے واپسی پر صرف اس کی شاپ پر اس لیے آجاتی کہ وہاں دیدہ زیب گفٹ' ڈائریاں' ڈیکوریشن پیسز' اور ہر طرح کی کتب جن میں ناول اور شعر و شاعری بھی شامل تھی۔ اس کشش کی ایک اور وجہ تھی کہ شاپ میں اے سی کی بھی سہولت موجود تھی۔ اکثر لڑکیاں صرف اے سی کے ٹھنڈے جھونکوں کے چکر میں وہاں پہنچ جاتیں۔

''انکل...... میتھ کے پانچ سالہ پیپر آگئے؟''

حالانکہ انہوں نے بے چارے انکل سے ایک بار بھی لانے کا نہیں کہا تھا۔

''اوہ...... بیٹا جی...... معافی چاہتا ہوں بھول گیا'' لہجہ اس قدر حلیم اور شفیق الفاظ بھرے ہوتے کہ اکثر لڑکیاں تو اس نرم گفتاری پر ڈھے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

جاتیں۔ لفظ 'بیٹا جی' سن کر اُن کی آنکھیں نم ہوجاتیں۔ اس نرم مزاجی' خوش گفتاری کا موازنہ اپنے باپ اور بھائی سے کیا جاتا جو ہر وقت غصے میں بھرے رہتے۔ جنہوں نے کبھی بھول کر بھی 'بیٹا جی' نہیں کہا۔ ایسی صورت میں تو انکل کا مقام و مرتبہ اور بلند ہونے لگتا..... وہ اور اپنے اپنے لگتے' اور دل بے اختیار اُن کی عزت پر مجبور ہوجاتا۔

''انکل..... فزکس کی پریکٹیکل کا پیپز آگئی ہیں۔'' حالانکہ حقیقت تو یہ تھی کہ اکثر کے بیگ میں فزکس' کیمسٹری اور بائیو کی بھی پریکٹیکل کاپیاں زندہ سلامت موجود تھیں مگر انہیں کوئی نہ کوئی بہانہ تو تراشنا ہوتا تھا۔

''مس ٹیک ہوگئی بیٹا جی۔'' بھولے بھالے انکل کچھ دیر پوری تندہی کے ساتھ پریکٹیکل کی کاپیاں تلاش کرتے اور جب ناکام ہوجاتے تو معذرت بھی اس پیارے انداز میں کرتے کہ اکثر لڑکیوں کو دل ہی دل میں شرمندگی سی ہونے لگتی کہ خواہ مخواہ اے سی کے چکر میں اتنے گریٹ انکل کو 'بدھو' بنایا۔

''ایک دن کا ٹائم دو بیٹا جی۔ کل واپسی پر آپ شاپ سے لیتے جانا۔'' پوری جانفشانی اور مستعدی کے ساتھ انکل اپنے رجسٹر میں نوٹ کرتے اور ذمے داری سے تاکید کرتے۔ اور اگلے دن نہ لڑکیاں شاپ پر آتیں اور انکل کے ذہن سے بھی محو ہوجاتا۔ ایک ہفتے بعد لڑکیاں دوبارہ شاپ پر آتیں اور کوئی چھوٹی موٹی چیز خرید ہی لیتیں۔

ایسا نہیں تھا کہ شاپ پر سارے گاہک ایسے ہی آتے جو اے سی کے جھونکوں کو 'ترسے' ہوتے ایسا بالکل نہیں تھا۔ گاہک خوب آتے تھے۔ انکل خوب چابکدستی سے کام کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ہیلپر لڑکا بھی رکھا تھا مگر زیادہ کام خود ہی دیکھتے تھے۔ ویسے بھی میں نے بتایا نا کہ انکل کوئی بہت عمر رسیدہ نہیں تھے۔ مرد کا دل تو ویسے بھی سدا جوان ہی رہتا ہے۔ سو انکل کا دل بھی 'خاصا' جوان تھا۔ جس کا اندازہ مجھے بہت دیر بعد ہوا۔

''انکل..... یہ ناول کتنے کا ہے؟'' میں ناول کی بے حد شوقین ہوں اس لیے اُن کی دکان پر اکثر چلی جاتی۔

یہ بھی حقیقت بتاتی چلوں کہ میں 'اے سی' کے جھونکوں کی ترسی نہیں تھی۔ کیونکہ میرے گھر میں اے سی کی سہولت موجود تھی۔ وہ الگ بات تھی کہ بل اور مہنگائی کی وجہ سے ابو بہت کھینچ کر چلاتے تھے۔ بلکہ انہوں نے دن میں اے سی چلانے کا ٹائم رکھا ہوا تھا۔ دوپہر صرف دو گھنٹے اور رات کو دو گھنٹے سے تین گھنٹے..... اور اس سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں..... اور اگر گرمی کا مارا من مانی کی کوشش کرتا تو وہ طعنے ملتے کہ الامان الحفیظ.....

''خود کماؤ گے تو پھر پتہ چلے گا بیٹا جی..... یہ موج مستیاں کیسے پوری کی جاتی ہیں۔'' اتنی بے عزتی کہ من مانی کرنے والا دل ہی دل میں قسم کھالیتا کہ میں نے ایک منٹ بھی اضافی چلایا تو مجھ سے زیادہ 'بے شرم' اور 'بے غیرت' اس پورے زمانے میں کوئی نہ ہوگا۔

لفظ 'بیٹا جی' ابو یوں استعمال کرتے کہ 'توبہ توبہ' جیسے توپ کے آگے باندھا گولہ کمان سے چھوٹنے والا تیر' کہاں ابو کا 'بیٹا جی' کڑوا' کسیلا' زہریلا اور انکل کا 'بیٹا جی' میٹھا' شیریں' بالکل لڈو' چم چم اور بالو شاہی جیسا..... میں یہ موازنہ کرتے ہوئے دل ہی دل میں جل بھن کر رہ جاتی اور سوچتی کہ ابو کا 'بیٹا جی' انکل کی طرح اپنائیت بھرا کیوں نہیں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوتا۔ انکل یوں پیار سے پکارتے کہ دل خود بخود احترام کی طرف مائل ہونے لگتا۔ حالانکہ یہاں تو تعلق بھی صرف گاہک اور دکاندار کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ وہ غیر و اجنبی ہوکر اتنے پیار و محبت سے مخاطب کرتے تھے اور جہاں باپ اور اولاد کا رشتہ تھا یہ رشتہ کیوں خالی تھا اپنائیت سے..... محبت سے؟ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ شکوہ دل میں تیزی سے بڑھنے لگا تو اکثر زبان پر بھی مچل جاتا امی مجھے ڈانٹ دیا کرتی۔

''شرم کرو..... آج باپ کے بارے میں ایسا بول رہی ہو کل ماں سے بھی بدگمان ہونے لگو گی۔'' ان کی ڈانٹ کھا کر میری زبان تالو سے چپک جاتی مگر دادی جن کی میں لاڈلی تھی ان کے ساتھ شکوہ و شکایت کرنے لگی۔

''دادی..... آخر ابو اتنے سخت مزاج کیوں ہیں؟'' ابو کی سختی سے نالاں میں دادی کے سامنے اُن کی درشتی طبع کی شکایت کرتی اور دل ہی دل میں ان کا موازنہ انکل سے کرتی جو اتنے خوش اخلاق و خوش مزاج تھے۔ انکل بھی تو ابو کی عمر کے تھے مگر اُن کا مزاج بالکل بھی چڑچڑا نہ تھا۔ وہ کتنے ہنس مکھ تھے' اتنے کہ سامنے والے پر چھائی اُداسی و مردگی بھی دور بھاگ جاتی۔ جبکہ ابو کے مزاج کا یہ عالم تھا جیسے شہر کوتوال نے ہر پل ہر لمحہ ہاتھ میں کوڑا پکڑ رکھا ہو کہ ذرا سی غلطی پر کھال ادھیڑ دی جائے گی۔

''ارے پاگل یہ خوش اخلاقیاں سب باہر دکھانے کے لیے ہوتی ہیں..... بیٹا جی..... چندا..... گڑیا..... گھر میں ان مردوں کی زبان کی جگہ دو دھاری خنجر لگا ہوتا ہے۔'' دادی بھی شاپ والے انکل کے بارے میں کافی قصیدے سن چکی تھیں اور اس 'کافی' کچھ میں زیادہ انکل کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہوتا تھا۔

''ہر ایک کا ظاہر دیکھ کر تعریفوں کی پوری کتاب نہ تیار کرلیا کر..... انسان کا اصل پتہ تو اس کے باطن سے چلتا ہے۔'' شاید دادی بھی میرا دن رات ابو اور انکل کا موازنہ سن سن کر تنگ آ گئی تھیں۔ انہوں نے میرے سامنے 'فلسفہ ظاہر و باطن' ہی چھیڑ دیا۔

''ناٹک ہوتا ہے یہ سب..... باہر تو یوں خوش مزاجیاں دکھاتے ہیں کہ لوگ واہ واہ کریں اونہہ.....'' دادی نا جانے کتنے اپنے اور پرائے مردوں کی کے مزاج کی ڈسی دادی میری نہ ہی کسی بات سے قائل ہوتی اور نہ ہی انکل کی تعریف و توصیف سے متاثر..... اور میری اندرونی حالت یہ تھی کہ میں ان کے 'فلسفہ ظاہر و باطن' کو دل ہی دل میں رد کر دیا کرتی جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ شاپ والے انکل کے مزاج کے دھیمے پن نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔

''بیٹا جی..... یہ ناول تو پانچ سو کا ہے مگر آپ کو ڈھائی سو کا دے دوں گا۔'' انکل نے کتاب کو الٹ پلٹ کے اس کی اصل قیمت تلاش کی جو میری نظروں سے اوجھل رہی تھی اور پھر قیمت اصل سے آدھی بتائی تو میں خوشی سے دیوانی ہوگئی۔

''کتابوں پر ڈسکاؤنٹ چل رہی ہے انکل؟'' اتنا موٹا تازہ' پلا پلایا پہلوان جیسا ناول انہوں نے آدھی قیمت میں بتا کر میری تو لاٹری نکال دی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ مجھے پاکٹ منی نہیں ملتی تھی..... ملتی تھی بالکل ملتی تھی لیکن صرف پڑھائی کے لیے..... یہ ناول ٹائپ چیزیں خریدنے کے لیے بالکل نہیں..... اگر ابو سے چھپ کر کچھ پاکٹ منی اس شوق کی نذر کر ہی دیتی تو میرے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ذوق مطالعہ اور شوق کتب خریداری کو ایسے بھگو بھگو کے جوتے مارے جاتے کہ کئی روز تک اس خریدی ہوئی کتاب کو دیکھنے کو دل نہ چاہتا۔

''نہیں بیٹا جی..... ڈسکاؤنٹ آفر تو نہیں..... ہاں البتہ۔'' میں جو کتاب خوشی سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی' انکل کے یوں جملے کو ادھورا چھوڑنے کو نظر انداز نہ کر پائی..... میری بے اختیار نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں..... جو بہت شفقت سے مسکرائے میری طرف بغور دیکھ رہے تھے۔

شاید وہ چاہ رہے تھے کہ میں ان کے کہے بغیر ہی بات کا مطلب سمجھ جاؤں۔ مگر میں جو ازل سے ذرا کم فہم سی تھی ان کے ادھورے جملے کے مطلب کو سمجھنے سے قاصر رہی۔

''تو پھر؟''

''وہ اصل میں بیٹا جی آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے نا..... بالکل میری طرح۔'' (انکل نے لگے ہاتھوں اپنا ذوق شوق بھی مجھے بتا دیا)

''مجھے آپ کی یہ عادت بہت اچھی لگی ہے بیٹا جی۔'' میں نے اس پورے عرصے میں ایک بات بڑی باریک بینی سے نوٹ کی تھی کہ جہاں وہ اور لوگوں کو ایک دفعہ 'بیٹا جی' کہہ کر مخاطب کرتے تھے میرے لیے اس لفظ کا استعمال دو دفعہ کرتے تھے۔ مطلب جملے کے اول میں بیٹا جی..... جملے کے آخر میں بیٹا جی..... بالکل وظیفے کے کسی اول و آخر ورد کی طرح.....

اکثر سوچتی تھی کہ اس خصوصی شفقت کی کیا وجہ ہے مگر سوچ کر بھی کبھی اصل بات تک نہیں پہنچ پائی تھی۔ لیکن یہ ایک حقیقت تھی کہ مجھے ان کی 'خصوصی شفقت' اپنے لیے بہت بھاتی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خاص شفقت کے لیے مجھے ابو نے ترسا کر رکھا ہوا تھا سو باہر سے ملتی دکھائی دی تو میں خوشی سے سرشار ہی ہوگئی۔ کئی دفعہ تو دل میں عجب سی خواہش پیدا ہوتی کہ.....

''کاش..... انکل کی میں سگی بیٹی ہوں اور وہ اس شفقت و محبت سے مجھے صبح و شام مخاطب کرتے چونکہ میں دادی کے 'فلسفہ ظاہر و باطن' سے بالکل متفق نہیں تھی اس لیے مجھے انکل کا ظاہر بھی زبردست نظر آتا اور باطن بھی پرفیکٹ.....

''آپ کو کوئی بھی ناول پڑھنا ہو تو آدھی قیمت پر مل جایا کرے گا..... بلکہ.....'' ایک بار پھر مجھے ان کا توقف کچھ خاص نوعیت کا لگا۔

''پیسوں کے بغیر ہی لے جایا کرو..... اور پڑھ کر ہفتہ دس دن میں واپس کر دیا کرو۔'' مطلب کہ شاندار آفر یہ ایک اور دلکش آفر..... انکل کی اس آفر نے تو مجھے رنگین پروں کا جوڑا لگا دیا مجھے اپنا آپ رنگ برنگی تتلی سا لگنے لگا جو خوشی میں بالکل بلند و بالا افاق کا ایک پورا چکر لگا آتی۔

''یعنی مفت.....'' مجھے تو کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انکل بھی میرا جوش دیکھ کر مسکرائے اور پھر ایک محتاط نگاہ ارد گرد ڈالتے اپنی آواز کو ضرورت سے اتنا زیادہ مدھم کیا کہ مجبوراً مجھے ان کے قریب اپنا کان کرنا پڑا یہ الگ بات ہے کہ ان کی یہ سب حرکات مجھے معنی خیز سی لگی۔

''بیٹا جی..... یہ آفر اپنے تک ہی رکھنا اپنی سہیلیوں کو نہ بتانا.....'' انہوں نے پھر نظر گرد و پیش پر ڈالی۔

''سمجھ گئی نا بیٹا جی.....'' پتہ نہیں وہ کس نیت اور ارادے کے تحت یہ 'تاکید' کر رہے تھے اور میں اس کا مطلب صرف یہ نکال پائی کہ وہ نہیں چاہتے کہ ہر ایک کو اس 'مفت آفر' کا علم ہو اور پھر ہر کوئی ہاتھ دھو کر ہی انکل کے پیچھے پڑ جائے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''سمجھ آ گئی نا بیٹا جی۔'' استفسار دہرایا گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے سوال پوچھتے اپنا مضبوط مگر بہت نرم سا ہاتھ میرے سر پر پھیرا تو میرا دل ہی بھر آیا۔ اور آنکھوں کی نمی بمشکل چھپاتے میں شاپ سے باہر نکل آئی۔

''عظیم..... گریٹ..... فرشتہ۔'' اور نا جانے کن کن الفاظ سے پورے راستے میرا دل انکل کی اعلیٰ ظرفیوں کو سلام پیش کرتا رہا..... اور گھر پہنچنے تک نا جانے کتنی بار ان کے دستِ شفقت کا تصور مجھے خوشی سے نہال کرتا رہا۔

☆.....☆.....☆

مجھے اپنے شوق کو پورا کرنے کا بہت آسان اور سستا راستہ مل گیا تھا۔ وہ بھی انکل کی وجہ سے..... جس پر میں اُن کی بے حد شکر گزار تھی۔ میں ہفتہ دن دس کے اندر کتاب ختم کرتی اور صحیح سلامت اُن کو واپس کر دیتی' اور وہ مجھے کوئی اگلی کتاب پڑھنے کو دے دیتے' کبھی میں اپنی پسند سے بھی لے لیا کرتی اور کبھی وہ میری رہنمائی کر دیتے۔

''اب کی بار یہ کتاب پڑھنا بیٹا جی..... پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ کتنے خاصے کی چیز دی ہے آپ کو پڑھنے کے لیے۔'' اب اُن کا معمول بن گیا تھا۔ جب بھی بات کرتے تو سر پر محبت و شفقت سے ہاتھ رکھنا نہ بھولتے اور یہ عمل اس صورت میں زیادہ ہوتا جب میں شاپ میں اکیلی ہوتی اگر دکان میں گاہکوں کا رش ہوتا تو وہ احتیاط برتتے خاص کر میری سہیلیوں کی موجودگی میں تو بالکل انجان ولاتعلق سے رہتے۔

میں اکثر ہی مطالعے کے لیے کتب لانے لگی تو گھر والوں کی توجہ خود بخود مبذول ہونے لگی۔ امی سمجھتی کہ میں یہ کتابیں خرید کر لاتی ہوں سو انہوں نے تنقید کی..... وہ جانتی تھیں کہ ابو کو پتہ چلے گا تو کتابوں کا بھی برا حال کر دیں گے اور مجھے الگ ذلیل.....

''اڑاؤ باپ کی کمائی دونوں ہاتھوں سے ان بیکار اور فضول مشغلوں پر' جس دن خود کمانے نکلو گی تو پتہ چلے گا کہ کیسے ان عیاشیوں پر اپنی کمائی خرچ کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے بیٹا جی۔'' ایک تو اتنا کڑوا انداز گفتگو نرمی و محبت سے عاری..... ساتھ میں 'بیٹا جی' لگا کر طنز کرنا۔ میں دعا کرتی کہ ابو کو یہ لفظ ہی بھول جائے جو وہ اتنے درشت انداز میں استعمال کرتے ہیں کہ تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے۔

کبھی دل چاہتا کہ ابو کو کہوں کہ ایک دن شاپ والے انکل کے ساتھ گزاریں اور سیکھیں یہ لفظ کس طرح بولنا ہے کب بولنا ہے اور بولتے ہوئے لہجہ کیسا مٹھاس بھرا رکھنا ہے تاکہ سرخ انگارہ آنکھوں سے گھورتے ہوئے طنز کے تیر برسا کر مقابل کو لہولہان کر دینے کے بعد کہا جائے۔

''ڈاکٹر سے دوا لے لینا بیٹا جی۔'' اور اس وقت دل چاہے کہ 'بیٹا جی' اپنا رہا سہا خون خود ہی رگوں سے کھینچ نکالے اور ابا جی کی نظروں سے دفع ہو جائے۔

امی کی باز پرس پر تو میں نے یہ کہہ دیا کہ کسی دوست سے پڑھنے کے لیے لیتی ہوں۔ مطلب آدھا سچ بول کر اپنی جان بچائی مگر دادی جان سے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ وہ تو میرے لیے مرشد کی طرح تھیں..... ڈانٹتی بھی تو اچھا لگتا تھا' سمجھاتی تو میں کبھی دل پر نہ لیتی' کبھی ہلکی سی چپت بھی لگا دیتیں تو میں اِسے بھی ان کی محبت ہی گردانتی۔

''سچ بتا یہ کون سی سہیلی ہے؟'' اور پھر اُن کے

www.pakistanipoint.com

کھوجنے کریدنے پر میں نے بنا گول مول کیے پوری بات جو سچ تھی بتا ڈالی۔ جس کو سننے کی دیر تھی کہ دادی نے سوالوں کی بوچھاڑ میرے اوپر کسی 'اینکر پرسن' کی طرح کردی بس 'مائیک' کی کمی تھی۔ اور سوال بھی 'جلیبی' کی طرح ایسے ٹیڑھے میڑھے کہ زندگی میں پہلی بار افسوس ہوا کہ مرشد سے بھی سچ چھپا ہی لیتی۔

''ارے..... کیوں دیتا ہے وہ تمہیں یہ کتابیں؟''

''کیا اور لڑکیوں کو بھی دیتا ہے؟''

''ہونا ہو اس کے من میں کوئی چکر ہے۔''

باقی سوالات تو قابل برداشت تھے میں نے ہنستے ہنساتے سن لیے مگر یہ من میں 'چکر' والی بات مجھے دادی کی سخت بری لگی۔ ایک شخص میرے ساتھ بالکل بے لوث ہو کر بھلائی کر رہا تھا اور اس بات کو پورا ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ کتنی اپنائیت کے ساتھ وہ مجھے نئی آنے والی ہر کتاب دیتا تھا۔ مجھے لگا کہ دادی نے اس فرشتہ صفت انسان کی بھلائی کو اس کریہہ بدگمانی سے کسی غلیظ گٹر میں پھینک دیا ہو اور پھر دادی نے اسی 'فلسفہ ظاہر و باطن' پر اچھا خاصا لیکچر دے ڈالا۔

''یہ مرد بڑے گھنے ہوتے ہیں منہ سے بیٹا جی' کہتے ہیں اور دل میں ان کے شیطان ناچ رہا ہوتا ہے۔''

''شاطر..... دو منہ کے ناگ..... عیار نا جانے کون کون سے القابات سے مردوں کو نوازتے دادی نے انکل کو بھی بیچ میں لپیٹ لیا۔ وہ تو جیسے بس تل ہی گئی تھیں کہ وہ انکل کو 'عیار' دوغلا' اور من کا کھوٹا' ثابت کر کے چھوڑیں گی۔

''فوراً بند کرو یہ سلسلہ..... اور کوئی ضرورت نہیں اب مزید کتابیں لینے کی۔'' دادی کے مطابق مرد کبھی بھی کوئی بھی بھلائی کوئی کام بے غرض و بے لوث ہو کر نہیں کرتے' اور وہ بھی پرائی عورت کے ساتھ' ان کے دل میں کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے..... ان کے دماغ میں کوئی اور ہی کیڑا پل رہا ہوتا ہے' پہلے میٹھے بن کر خود کو کھرا اور سچا عورت کے سامنے ثابت کرتے ہیں' اپنا یقین بٹھاتے ہیں' اپنے باکردار ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں اور پھر آخر میں ایسے خفیہ طریقے سے کوئی چال چلتے ہیں کہ عورت کو 'تخت' سے 'تختے' تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔

''مرد ایسا منافق ہوتا ہے کہ عورت تو اس کی منافقت تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔''

☆.....☆.....☆

دادی کے منع کرنے نے مجھے نئی اُلجھن میں ڈال دیا تھا۔ مگر اب 'مرشد' کا حکم ماننا میرے لیے ضروری تھا۔ سو میں نے اپنے طور طریقے آہستہ آہستہ بدلنا شروع کر دیے۔ انکل کی شاپ پر کم سے کم جاتی۔ ایک کتاب دیر سے ختم کرتی تاکہ انکل دوسری کتاب پڑھنے کو نہ دیں۔ میں انہیں ایک دم منع بھی نہیں کر سکتی اور اصل بات بھی کھل کر نہیں بتا سکتی تھی کہ میرے گھر والوں نے آپ کی اس 'مفت آفر' کو خطرناک قرار دے دیا ہے۔

''بیٹا جی..... بہت دنوں بعد آنا ہوا؟'' مطلب کہ انکل میری طویل غیر حاضریوں کے حوالے سے بالکل بے نیاز نہیں تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ میں پورے دو ہفتوں بعد شاپ پر آئی ہوں۔

''وہ بس پیپرز ہو رہے ہیں نا انکل۔'' میں نے الٹا سیدھا بہانہ بنایا اور خاموشی سے ان کی دی ہوئی کتاب لوٹا دی۔

''کتاب پسند نہیں آئی بیٹا جی۔'' شاید انکل نے میری خاموشی بھی محسوس کر لی تھی۔ میری عادت تھی جب بھی کتاب واپس کرتی تو کتاب کے اچھے یا

www.paksitanipoint.com

برے ہونے پر تبصرہ لازمی کرتی اور اس کے علاوہ انکل کے 'انتخاب' پر تو کمنٹ دینا کبھی نہ بھولتی۔

''نہیں انکل..... کتاب تو بہت اچھی تھی۔''

مجھے اپنا لہجہ بے حد کچا سا لگ رہا تھا۔

''کوئی پریشانی ہے بیٹا جی؟''

شاید اس نئی صورت حال نے میرے لہجے کی شوخی' اور خوش اخلاقی کو روکھائی میں بدل دیا تھا' جو میری مجبوری تھی اور مجبوری بھی ایسی جو دادی کے حکم کی پابند تھی۔ جبکہ اصل بات تو یہ تھی کہ اس 'مجبوری' کو میں نے دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ میرے نزدیک یہ ایک صاف دل انسان کی نیک نیتی پر شک تھا۔

اس کے کردار کے حوالے سے خواہ مخواہ کے وسوسے اور بدگمانی تھی اور بلکہ سچ تو یہ تھا کہ ایک شریف آدمی کے کردار پر بیکار میں کیچڑ اچھالا جا رہا تھا۔ اور یہ کیچڑ اچھالنے والی کون تھی؟ میری دادی..... دوسرے لفظوں میں میری مرشد.....

میرے مطابق تو یہ عمل انتہائی بے ضرر سا تھا کہ انکل میرے شوقِ مطالعہ کو دیکھتے ہوئے مجھے ہر نئی سے نئی کتاب پڑھنے کو دے دیا کرتے تھے جبکہ ہر شاپ کیپر ایسا 'مہربان' نہیں ہوتا۔ میں ان کی مہربانی کو احسان و بھلائی سمجھ رہی تھی اور جبکہ دنیا والے اس کو غلط رنگ دے رہے تھے۔ ایسا رنگ جو بدنما تھا..... ایسا رنگ جو برائی کا رنگ تھا ایسا رنگ جو آگے جا کر دامن کا بدصورت دھبہ بھی بن سکتا تھا۔

''انکل ایسی کوئی بات نہیں .....'' میں نے مصنوعی مسکراہٹ سے چہرے پر مع کاری کی' اپنے لہجے کی روکھائی کو پچھاڑتے اس میں نرمی کا عنصر شامل کیا جبکہ اندر مجھے اپنا آپ نہایت بناوٹی لگ رہا تھا۔ اپنی مسکراہٹ کھوکھلی لگ رہی تھی۔ اور اپنے الفاظ جعلی و نقلی لگ رہے تھے۔

انسان کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے اپنی فطرت سے ہٹ کر چلنا اور ان انداز کا سہارا لینا جو اس کے اپنے حقیقی نہ ہوں مگر یہ میری مجبوری تھی اور مجبوری میں انسان کو بہت کچھ اپنے خلاف کرنا پڑتا ہے۔ اپنے آپ کو ہوا کے مخالف سمت میں چلانا پڑتا ہے۔ اپنا اصل رنگ بدلنا پڑتا ہے نا چاہتے ہاتھ میں تلوار پکڑنی پڑتی ہے اور نہ چاہتے اس تلوار سے کاری ضربیں بھی لگانی پڑتی ہیں۔

''یہ کتابیں واپس کرنے آئی تھی پیپرز ختم ہو جائیں تو پھر کوئی اور کتاب لینے آؤں گی۔'' میں نے الٹا سیدھا بہانہ بنایا میری کوشش تھی کہ میں جلد از جلد شاپ سے نکلوں اور مزید سوالوں سے خود کو بچاؤں مگر انکل کی اپنائیت ایک بار پھر راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔

''نہیں بیٹا جی..... یہ کتاب تو آپ کو لینی پڑے گی۔'' ایک نئی نکور کتاب انکل کے ہاتھ میں تھی۔

''یہ واپس کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ.....'' ان کا انداز کچھ رازدارانہ سا لگا۔

''یہ تحفہ ہے آپ کے لیے بیٹا جی۔'' ان کی مسکراہٹ پہلی بار مجھے کچھ بدلی ہوئی محسوس ہوئی اور ان کے دیکھنے کا انداز بھی عجیب سا..... انہوں نے دھیمی آواز میں کہا اور ہمیشہ کی طرح میرے سر پر ہاتھ پھیرا مگر..... میں جو اپنا دوپٹہ ہیر پن سے سر پر ٹکاتی تھی اس روز پن لگانا بھول گئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سر بے ردا انکل کے نیچے پھسلتے ہاتھ کے ساتھ ہو گیا۔

صرف یہی نہیں ان کی چوڑی گرم ہتھیلی میری گردن کو مس کر گئی تو میری ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر گئی۔ ایک خوف بھرا احساس مجھے اپنے دل و دماغ کی سرزمین پر نمو پاتا ہوا محسوس ہوا۔

میں چند قدم گھبرا کے پیچھے ہٹی مجھے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا۔ انکل مخمور نگاہوں سے

www.pakistanipoint.com

مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کے لبوں کی مسکراہٹ اور آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا لگ رہا تھا۔ ایسا رنگ جو پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بھوری مسکراتی ہوئی آنکھوں میں خمار تھا عجیب سا' مشتاق تھی انجانی سی...... سرور تھا' لذت تھی' اُن کی آنکھوں کا رنگ اس تیزی سے بدلا تھا کہ انہیں خود خبر نہ ہوئی تھی یا شاید ہوگئی تھی۔ مگر میں بے خبر رہی تھی آخر یہ رنگ کیوں بدلا تھا؟ اس سرور لذت کے پیچھے کیا وجہ تھی؟ میرا دل انجانے خوف سے سہا تو ایک لمحہ بھی وہاں رُکنا محال ہوگیا۔ تیزی سے دوپٹہ سر پر رکھا اور گھبراہٹ کے عالم میں کتاب پکڑتے ہوئے شاپ سے نکل آئی۔

اس بار کتاب میں شوقیہ نہیں لائی تھی۔ بلکہ ہڑبڑاہٹ میں لے آئی تھی۔ سو دل میں 'چور' تھا جو دادی سے چھپاتی پھر رہی تھی۔ مگر وہ بھی تھیں پکی مرشد......

''تم پھر کتاب لے آئی ہو؟'' مجھے سارا قصہ بتانا پڑ گیا کہ انکل کے 'اصرار' پر مجبور ہوکر لے آئی تھی مگر دادی میری کسی بات پر قائل نہ ہوئیں۔

''کل کو وہ کسی اور بات پر زبردستی کرے گا تو......؟'' دادی کی بات گہرائی رکھتی تھی۔ انہیں انکل کی زور زبردستی بے مقصد نہیں لگی تھی۔ وہ اپنے تجربات کی عینک سے دیکھ رہی تھیں اور انہیں یہ 'زبردستی' ایک مرد کی لگ رہی تھی۔ اور میں ہمیشہ کی طرح اس سارے معاملے کو بہت ہلکا لے رہی تھی۔

''فوراً یہ کتاب واپس کرکے آؤ۔'' میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ اگلے روز ہی کتاب واپس کر آؤں گی۔ لیکن اس واپسی سے قبل ایک بار کتاب کو سرسری دیکھنے لگی تو حیرتوں کے پہاڑ مجھ پر ٹوٹتے چلے گئے۔ کتاب شعروشاعری کی تھی۔ انکل جانتے تھے کہ مجھے شعروشاعری سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی پھر بھی انہوں نے کتاب کیوں دی تھی۔

اس کتاب کے بے باکانہ کلام کے بارے میں فقط یہی کہہ سکتی ہوں کہ صنف نازک کے متعلق شاعر کے برہنہ خیالات کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پہلی حیرت تو مجھے انکل کے انتخاب پر ہوئی کہ انہوں نے ایسا کلام پڑھنے کو کیوں دیا؟ اس بات کا مقصد کیا ہے؟ ابھی میں اس مقصد کی تلاش میں تھی کہ کتاب کے بالکل آخر سے ملنے والے خط نے مجھے ہر سوال کا از خود جواب دے دیا۔

یہ خط حقیقت میں 'محبت نامہ' تھا۔

یا دوسرے لفظوں میں پیام محبت جو انکل نے میرے نام بھیجا تھا۔ جس میں انہوں نے اپنی بے پناہ چاہتوں کا ذکر کیا تھا۔ اپنے جذبات واحساسات کا حال بیان کیا تھا۔ محبت نے انہیں کتنا بے بس و دیوانہ کردیا تھا وہ بھی اس عمر میں کہ انہیں اپنا 'غم' بیان کرنا پڑا تھا۔

تحریر سے بالکل نہیں لگ رہا تھا کہ میں اپنے باپ کی عمر کے شخص کے الفاظ پڑھ رہی ہوں بلکہ یوں محسوس ہورہا تھا کہ 'کسی نوآموز عاشق' جو پہلی بار میدانِ عشق میں کودا ہو اُس کے دل کا حال پڑھ رہی ہوں جو اپنے یکطرفہ جذبے کو دوطرفہ جذبے میں ڈھالنے کا خواہش مند تھا۔

ابھی میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہی سب پڑھ رہی تھی کہ موبائل کی میسیج ٹون نے توجہ منعطف کی نامعلوم نمبر تھا۔

اے پھولوں سے گندھی لڑکی
تم نے مجھ پر آشکار کیا
یہ دنیا محبت ہے
تم محبت ہو
میں محبت ہوں

مجھے بالکل پتہ نہ چلتا اگر یہ سوال نہ پوچھا گیا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوتا کہ 'تحفہ پسند آیا جانِ جان؟' مطلب کہ انکل مجھ سے اس کتاب کے بارے میں پوچھ رہے تھے جو انہوں نے مجھے 'محبت' کا پہلا تحفہ دی تھی۔ رات کے ایک بجے انکل 'بیٹا جی' کو کتنی شدت سے یاد فرما رہے تھے۔ سمجھ تو گئے ہوں گے آپ..... میری سوچیں جنونی گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگ رہی تھیں کہ آخر انکل کو میرا سیل نمبر کیسے ملا؟ آخر بہت لمبی دوڑ کے بعد سوچوں کا گھوڑا بے دم ہو کر گر پڑا تو یاد آیا کہ ایک مرتبہ میری نوٹ بک 'جناب' کی شاپ پر رہ گئی تھی۔ جسے انہوں نے سنبھال کر رکھا تھا اور اس سے کہیں زیادہ سنبھال کر میرا نمبر اپنے دل و دماغ کی ڈائری میں محفوظ کر لیا تھا۔

''بیٹا جی..... بیٹا جی.....'' کا شور میرے دماغ پر بے دردی سے ضربیں لگانے لگا۔

آپ سوچ سکتے ہیں میری کیا حالت ہوئی ہوگی کہ جس شخص کو میں باپ جیسا مقام دے رہی تھی وہ میرے سامنے 'آوارہ پھچھورے ہیرو' کی شکل میں آیا تھا۔

''منافق' کھوٹ' من کا چکر۔'' میرے ذہن میں دادی کے الفاظ گونجنے لگے۔

''بیٹا جی.....'' کی آڑ میں اپنائیت و خلوص کا کھیل کھیلنے والا شخص بھی عام مردوں کی طرح بے حد 'عام' سا نکلا۔ جس نے مجھے 'بیٹی' کی حیثیت سے نہیں دیکھا تھا بلکہ ایک عورت کے طور پر لیا۔ کب اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا' مجھے خبر ہی نہ ہوئی۔ کب دل میں شیطان وسوسے ڈالنے لگا۔ کب نفس کا گھوڑا منہ زور ہوا کہ وہ میرے بارے میں یوں غلط انداز سے سوچنے لگے مجھے خبر ہی نہ ہوئی۔

وہ ایک گھاگ شکاری کی طرح شکار کو پھانسنے کے منصوبے تیار کرنے لگا تھا اور خود کو شکار کی نظروں سے چھپانے کے لیے 'بیٹا جی' کو ڈھال بنا رکھا تھا۔

یعنی ایک مرد نے ثابت کر دیا کہ اُس کا کوئی بھی عمل 'بے مقصد' نہیں ہوتا۔ کوئی بھی عمل سادگی پر مبنی نہیں ہوتا۔

(مرد حضرات سے معذرت کے ساتھ) مگر مجھے آج کہہ لینے دیں جو میرے منہ میں آ رہا ہے۔

(آہم) کتاب دینے کے بہانے بڑے میاں دیوانے بنتے گئے تھے۔ اُس راستے پر چل پڑے تھے جس پر چل کر انہیں کسی نے اپنی فلم میں 'ہیرو' تو نہیں لینا تھا ہاں بے راہ روی کے راستے پر چلتے دیکھ کر شیطان نے ضرور تالیاں پیٹنی تھی دیکھو میرا 'شاگرد' آ رہا ہے۔

اور مجھے ایسے راستے پر چلنے کا کوئی شوق نہیں۔ جس کا آغاز بھی ذلت ہو اور انجام بھی..... نا جانے یہ شخص 'بیٹا جی' کا سہارا لے کر کتنی وارداتیں کر چکا تھا اور اب مزید کتنی کرنے کا ارادہ تھا۔

اب آپ سب یہ بتائیں کہ ایک شخص جس نے مجھے ایک طویل عرصے تک 'بیٹا جی' پکارا۔ اُس کا 'پیغام محبت' کیسے قبول کروں؟

اس سے بہتر تو میرے ابو جی ہیں جو شیر کی نظر سے دیکھ کر 'بیٹا جی' کہتے ہیں (وہ الگ بات ہے کہ سونے کا نوالہ پھر بھی نہیں دیتے چلو خیر کوئی بات نہیں) مگر ان کے دل میں خلوص تو ہوتا ہے۔ اپنی اولاد کی فکر ہوتی ہے مجھے اس تجربے کے بعد 'ابو جی' کا خونخوار 'بیٹا جی' قبول ہے۔

تعجب ہے کہ اس شخص کو اپنے ہی کہے لفظ کا پاس نہیں رہا تھا۔ اُس نے ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچا کہ میں اس ساری صورت حال پر کیا سوچوں گی۔ کتنی پگلی تھی میں ایک غیر مرد کے 'بیٹا جی' کہنے پر یوں نہال ہوئی کہ جان ہی نہ پائی کہ ایک مرد کی نگاہ کب بدل گئی۔

□□.....❁.....□□

www.pakistanipoint.com

سوال نامہ برائے رائٹر/ ریڈرز

☆.....آج کل زندگی کیا کہہ رہی ہے؟

☆.....ماضی کے جھرکوں کو وا کرنے پر کیسا محسوس کرتی ہیں/کرتے ہیں؟

☆.....لکھنے کا آغاز کب کیا اور کیا مطمئن ہیں آج کل جو چھپ رہا ہے اُس سے؟

☆.....تبدیلی پر یقین رکھتی ہیں/رکھتے ہیں؟

☆.....کون سے ایسے رویے ہیں جو دکھ دیتے ہیں؟

☆.....سردیوں کی بارش سے خوشی محسوس ہوتی ہے یا یاد کے جگنو آنکھوں کو نم کر دیتے ہیں؟

☆.....فلموں سے دلچسپی ہے؟ کیسی فلمیں پسند ہیں؟

☆.....کیسے لوگ اچھے لگتے ہیں، زندگی سے کیا سیکھا؟

☆.....سچی کہانیاں/ دوشیزہ کا ساتھ کیسا پایا؟

©Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سوال

ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں کیونکہ سوال پوچھنے والے کو اگر جواب نہ ملے تو پھر سمجھداری پر سوالیہ نشان آ جاتا ہے.....

بشریٰ خان

چلچلاتی دھوپ میں سڑک کنارے بیٹھا نذیر موچی آج سخت پریشانی کا شکار تھا۔ ہاتھ بے شک اس کے جوتے گانٹھنے میں مصروف تھے لیکن دماغ کہیں اور ہی تھا۔ دماغ مسلسل اس خرچے کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اچانک سے ان پر آن پڑا تھا۔

چھوٹا بیٹا کھیلتے ہوئے چھت سے گر پڑا تھا اور ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ اسپتال میں داخل کروانا پڑا لیکن خرچے کے نام پر نذیر کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اسپتال بے شک سرکاری تھا لیکن دوائیں اور اوپر کے اخراجات' ڈاکٹروں نے اچھا کھانے کا بھی مشورہ دیا مگر یہ اچھا کھانا نذیر موچی کہاں سے لائے یہ وہ نہیں بتا سکے۔ اسی لیے نذیر موچی صبح سے پریشان آج وقت سے پہلے ہی اپنی چھوٹی سی جگہ پر آن بیٹھا تھا تاکہ گاہک زیادہ مل جائیں۔ دو تین گاہک جوتے پالش کروانے کو دے کر گئے تھے۔

نذیر موچی نے انہیں دلجمعی سے پاش کرنے کا سوچا ہوا تھا کہ شاید گاہک خوش ہو جائیں اور چند پیسے زیادہ مل جائیں۔ اب وہ ایک گاہک کی جوتی گانٹھ رہا تھا اور پالش کرنے والے جوتوں میں سے ایک جوڑا سامنے ہی رکھا تھا۔ موچی جوتی گانٹھ کر اس جوڑے کی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہا تھا کہ ایک چمچماتی سیاہ کار سڑک پر تیز رفتاری سے آئی اور کیچڑ میں سے گزرتی ساری چھینٹیں نذیر موچی پر اڑاتی گئی اور کچھ فاصلے پر ایک جوس کارنر کے پاس رک گئی۔

اپنے اوپر کیچڑ پڑنے کی تو نوید موچی کو کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن گاہک کے جوتوں کو بھی جب اس نے کیچڑ میں لت پت دیکھا تو دھک سے رہ گیا۔ گاہک واپسی کے لیے آنے ہی والا تھا۔ سخت گرمی' اوپر سے گاڑی والے کی یہ بے رحمی گھر کے خرچے ان سب باتوں نے نذیر موچی کا پارہ چڑھا دیا اور وہ بنا سوچے سمجھے اس کار کی طرف لپکا اور پھر مغلظات کا ایک ڈھیر تھا جو اس کی زبان سے نکلا۔

www.pakistanipoint.com

کار والا ایک معمولی سے موچی جسے وہ شاید اپنے آگے کچھ سمجھتا ہی نہ تھا یہ مغلظات سن کر آپے سے باہر آ گیا۔ کار سے باہر نکلتے ہی اس نے ایک زوردار دھکا نذیر موچی کو دیا اور ساتھ ہی موٹی سی انگریزی گالی دی، اردگرد لوگ جمع ہونے لگے۔ نذیر موچی بار بار وہ جوتے سب کو دکھاتا اور اپنی بے بسی بھی کہ اب وہ گاہک کو کیا کہے گا۔

آہستہ آہستہ مجمع بڑھتا گیا دونوں کے درمیان بات اب گالم گلوچ سے آگے بڑھ کر ہاتھا پائی پر اتر آئی۔ لوگ اب گروہوں میں تقسیم ہونے لگے تھے ایک گروہ موچی کی حمایت میں کھڑا ہونے لگا تو دوسرا کار والے کی لیکن ان کو چھڑوانے کی کوشش کسی نے نہیں کی۔ سامنے کریانے کی دکان پر بیٹھا منظور کریانے والا کافی دیر سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ بات اتنی بڑھتے دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا وہ دکان سے اٹھ کر بھیڑ کی طرف بڑھا یہ دیکھے بغیر کہ دکان پر موجود اس کا آٹھ سالہ پوتا بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے آ گیا تھا۔

دھوکا

طلاق کے مقدمے میں جج نے عورت کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''اپنے شوہر سے بے وفائی کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ بولو تم نے اپنے شوہر کو دھوکا کیوں دیا۔'' معصوم عورت بولی۔

''جج صاحب دھوکا میں نے نہیں انہوں نے مجھے دیا ہے۔ کہا تھا تین دن کے بعد آؤں گا اور یہ اسی رات واپس آ گئے۔''

رضا خان۔ کراچی

منظور نے آتے ہی دونوں کو بڑی مشکل سے چھڑوایا۔ نذیر موچی نے منظور کو دیکھتے ہی اپنا دکھڑا دہرایا۔

''غلطی ہو جاتی ہے نذیر...... تجھے اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' منظور نے نذیر موچی کو سمجھایا تو وہ بے بسی سے بولا۔

''غصہ تو اس نے بھی کیا ہے منظور بھائی،'

Waqar Azeem www.paksitanipoint.com

غلطی اس کی ہے لیکن یہ مانتا نہیں اوپر سے گالیاں بکتا ہے ایک تو میرا نقصان کیا اوپر سے مجھ پر چڑھائی کرتا ہے۔" منظور نے پہلے تو مجمع کو چھٹنے کا اشارہ کیا۔ آہستہ آہستہ لوگ ہٹنے لگے۔ جب اِکا دُکا لوگ رہ گئے تو منظور نے نذیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نذیر یہ تو بڑے لوگ ہیں صاحب لوگ ہیں یہ تو غصہ کر سکتے ہیں تجھے اتنا مشتعل ہونے کی کیا ضرورت تھی۔" یہ بات سنتے ہی کاروالے کا سینہ تن گیا اور موچی کو بھی احساس ہوگیا کہ اس کی مراد یہاں کوئی نہیں سننے والا وہ بھی کیچڑ زدہ کپڑوں کے ساتھ وہ کیچڑ زدہ جوتے اٹھائے اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ منظور دکان کی طرف بڑھ گیا دکان پر پوتے کو نہ پا کر وہ پریشان ہوگیا۔ وہ پیچھے مڑا ہی تھا کہ ننھا احمد دروازے میں کھڑا تھا معصوم آنکھوں میں سوال لیے۔ منظور اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں وہ......" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"وہاں آپ کے پیچھے تھا دادا...... دادا آپ نے کل بتایا تھا نا کہ اسلام میں غصہ حرام ہے۔" منظور نے نا سمجھی سے سر ہلایا۔

"ہاں میرے بچے اسلام میں غصہ حرام ہے اس لیے آپ نے غصہ نہیں کرنا کیونکہ غصہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔"

"لیکن دادا پھر آپ نے یہ کیوں کہا بڑے لوگ تو غصہ کر سکتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ بڑے لوگوں کے غصہ کرنے پر ناراض نہیں ہوتے؟"

معصوم بچے کے معصوم لہجے میں پوچھے گئے سوال نے منظور کو سن کر دیا تھا۔ جواب دینے کو جیسے سارے الفاظ ہی ختم ہوگئے تھے۔

غزل

مانگ لینا صلہ تو جائز ہے
مل گیا' نہ ملا تو جائز ہے

دوستوں سے شکایتیں کیسی
دوستوں سے گلہ تو جائز ہے

ہم سے ملنا اگر نہیں ممکن
بات کا سلسلہ تو جائز ہے

اس کو اثبات مانا جائے گا
بھول کر سر ہلا تو جائز ہے

کب ہوا کا گزر ہوا دل سے؟
پھول پھر بھی کھلا تو جائز ہے

رخشندہ نوید

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کراچی سے ارسال کردہ بھٹکے ہوئے انسان کی کتھا

خاندانی وقار

وہ نوجوان تھی حسین تھی تبھی تو شادی شدہ مرد کو اپنے جال میں پھنسالیا تھا.....

رفعت خان

یہ قصہ ہمارے دور کے جاننے والوں کا ہے جو کہ بہت مشہور ہوا تھا کیونکہ اس میں صرف اور صرف بدنامی کا عنصر شامل تھا یعنی خاندان کی بدنامی کا قصہ جو کہ اب کافی پرانا ہوگا ہے مگر لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں حالانکہ اس قصے کے افراد ایک ایک کر کے گم ہو چکے ہیں مگر لوگ تو پرانی یادیں اور پرانے زخم ادھیڑنے میں ماہر ہوتے ہیں اب آتے ہیں کہانی کی طرف.....

یوا یوں کہ جمال صاحب جو کہ بہت اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے، پڑھے لکھے اور پُروقار شخصیت کے مالک اور چھ بچوں کے باپ انتہائی اونچی پوسٹ پر فائز اور شان سے زندگی گزارنے والے جمال صاحب اچانک سے ہی پینترا بدل گئے یعنی کہ وہ اس وقت پچاس پچپن کے تھے مگر اعلیٰ شخصیت نے ان کو پینتیس چالیس کا بنا دیا تھا وہ کہیں سے بھی چھ بچوں کے باپ نہیں لگتے تھے اس وقت سب سے بڑی بیٹی بائیس سال کی تھی اور سب سے چھوٹا بیٹا اس وقت پانچ سال کا تھا۔

جمال صاحب نے اپنی زندگی بڑی محنت کر کے بنائی تھی کیونکہ چھ ماہ کی عمر میں باپ کی محبت سے محروم ہو کر نانا ماموں کی دہلیز پر آ کر بیٹھ گئے۔ تین بھائی اور تھے یہ سب سے چھوٹے تھے اور بہت ہی کھلنڈرے اور اعلیٰ ذوق کے مالک تھے۔ نانا ماموں جدی پشتی خاندانی شان وقار کے مالک تھے اور بہت بڑی حویلی میں نوابوں کی سی زندگی گزر رہی تھی نوکروں کی فوج ہر وقت گھر میں موجود رہتی بیک وقت پانچ چھ گاڑیاں حویلی سے گارڈن پارک میں موجود رہتیں یہ سب بتانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے خود محنت کی اور گورنمنٹ کی اعلیٰ پوسٹ پر حاصل کی ساتھ میں ہاکی کے شوق میں ہاکی کے پلیئر بھی رہے اور قومی ٹیم میں کچھ میچز بھی کھیلے اس وقت ان کے بہترین دوست صلاح الدین تھے پھر اچانک سے ایکسیڈنٹ نے ان کو اس کھیل سے محروم کر دیا کیونکہ ان کے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی جو کہ بڑھاپے میں ان کی تکلیف کا باعث بن گئی تھی۔

www.pakistanipoint.com

نانا ماموں نے ان کی شادی کروادی۔ ان کی بیوی کا تعلق ایک سید اور اعلیٰ خاندان سے تھا شادی کے وقت ان کی بیوی کی عمر پندرہ سال تھی کہیں سے بھی وہ شادی شدہ نہ لگتی تھی اور انتہا سے زیادہ خوبصورت تھیں اچھی بھلی زندگی گزر رہی تھی کہ ایک انتہائی چالاک اور خوبصورت لڑکی نے ان کے دفتر میں سیکریٹری کی پوسٹ حاصل کی نہ جانے سب کو یہ کیوں لگنے لگا تھا یہ سب کچھ ایک پلاننگ ہے خیر تو ذکر ہو رہا تھا سیکریٹری کا جس کا نام عروسہ تھا وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی ادائیں بھی دلفریب تھیں حالانکہ صرف میٹرک پاس تھی مگر جمال صاحب کو اس کی تعلیم کی کمی اس کی خوبصورتی کے آگے محسوس نہ ہوتی اور تھوڑی سی چھان بین کے بعد پرسنل سیکریٹری کی پوسٹ دے دی گئی عروسہ نے دفتر میں آ کر آہستہ آہستہ اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا۔

جو کہ سب کو ہی نظر آنے لگا عروسہ نے ا
جال بچھایا کہ جمال صاحب اس میں پھنس گئے ا
اچھی بھلی زندگی میں دراڑیں پڑ گئیں حالانکہ جما
صاحب کی بیوی کسی سے کم نہ تھیں لیکن وہ ایک
سیدھی سادی عورت تھیں اور زیادہ پڑھی لکھی نہ تھیں
اور بہت ہی معصوم اور اعلیٰ ظرف کی مالک تھیں۔

وہ عروسہ جیسی چالاک لڑکی کا کیا مقابلہ کرتیں
عروسہ بی بی جمال صاحب کے ساتھ کھانے میں
شریک ہونے لگیں یوں لنچ کا ایک گھنٹہ بھی وہ جمال
صاحب کے کمرے میں ہی گزارتی۔

آہستہ آہستہ عروسہ کے فرمائشی کھانے جمال
صاحب کے گھر سے پک کر آنے لگے اور ساتھ ہی
ساتھ کھانا بھی اضافی آنے لگا چونکہ عروسہ باقی کھا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اپنے گھر بھی لے جانے لگی اور ساتھ میں تعریفوں کے پل بھی باندھنے لگی۔

''سچ میرے گھر والے تو آپ کے گھر کے کھانوں کے شیدائی ہو گئے ہیں کیا تکہ کیا بروسٹ اور کیا بریانی واہ واہ کیا مزہ ہے مزید آپ کے خلوص نے اسے چار چاند لگا دیے واقعی آپ لوگ نوابی خاندان سے ہیں۔'' اور یہ سب کچھ جمال صاحب کو بہت اچھا لگتا اور وہ بہت خوش ہوتے' جب شام کو گھر جاتے تو راستے میں دوسرے دن کے لیے کھانے کا مینو لے لیتے اور بیگم کے حوالے کر دیتے۔

''بیگم کل لنچ ٹائم میں نوکروں سے بنوا کر خوب مزے دار کھانا بھجوا دینا۔'' اور جمال صاحب کی دیوی بیوی یہ بھی نہ پوچھ پاتیں کہ اچانک سے کھانوں میں اضافے کی وجہ کیا ہے اس وفا کی دیوی نے تو اپنے شوہر پر آنکھ بند کر کے اعتماد کیا ہوا تھا اور پھر وہ جمال صاحب کے معاملات میں بولتی بھی نہ تھیں وہ تو بے چاری ہر سال ایک ننھے مہمان ہی میں مصروف رہتی اوپر سے سسرالی رشتہ داروں کی مہمان نوازی نے اپنے وجود سے بے گانہ کر دیا تھا وہ اس پر بھی بہت پیاری لگتی تھیں نور ان کے چہرے سے بغیر میک اپ کے بھی چھلکتا تھا اور سب سے بڑھ کر ان کو اپنے شوہر پر اعتماد تھا اور اس اعتماد نے ان کے وجود کو کرچی کرچی کر دیا تھا خیر تو ذکر ہو رہا تھا کھانوں کا یعنی کے لنچ ٹائم کا اس لنچ ٹائم میں صرف کمرے میں عروسہ اور جمال صاحب ہوتے۔

باقی لوگ باہر جا کر لنچ کرتے تھے کمرے کا خواب ناک ماحول اے سی کی ٹھنڈک اور ایئر فریشنر اور جسم کی ملی جلی خوشبوؤں نے ماحول کو خوابیدہ تو کرنا ہی تھا بھلا مرد کو کیا چاہیے ایک خوبصورت لڑکی کا ساتھ جو کہ اداؤں کے ساتھ چرب زبان بھی ہو تعریفوں کے پل بھی ہوں تو مرد بھلا کیوں نہ بہکے گا بس یوں کہ وہ عروسہ کے دام الفت میں گرفتار ہوتے گئے اور اس دوران انہوں نے وہ سب کچھ لٹا دیا جو انہوں نے اپنی بیوی بچوں کے لیے جمع کر رکھا تھا حیرت تو اس بات کی ہے کہ ان سب ڈرامے میں عروسہ کے گھر کے سارے فرد شامل تھے۔

اور اس طرح سے سب نے اپنا جال بنا کر آخر وقت تک کسی کا احساس نہ ہو سکا یعنی کہ عروسہ نے جمال صاحب کے گھر والوں کو بھی گرویدہ کر لیا تھا وہ اس طرح سے کہ وہ اکثر جمال صاحب کے گھر کے ممبر کی سالگرہ کا دن اپنی ڈائری نوٹ کر کے رکھتی جہاں کسی ممبر کی سالگرہ کی تاریخ آتی فوراً جمال صاحب ہی کے پیسوں سے گفٹ لے کر اپنے کسی بہن بھائی کے ساتھ کیک اور گفٹ لے کر پہنچ جاتی اور بڑے دلفریب انداز میں مبارکباد دے کر یہ باور کرانے کی کوشش کرتی۔

''دیکھ لیجیے سر آپ کے گھر والے میرے نزدیک کتنی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ سب دیکھ کر جمال صاحب بچھ بچھ جاتے اور تو اور دعوتیں بھی کرتی عروسہ ہر خاص تہوار پر لیکن اس کے پیسے بھی پہلے ہی جمال صاحب سے بٹور لیے جاتے اور جمال صاحب یہ سب کچھ عروسہ کی محبت سمجھ کر خوش ہو جاتے۔ ایک دن اچانک عروسہ نے جمال صاحب کو عندیہ دیا کہ ان کی بہن کی شادی ہو رہی ہے اچانک سے رشتہ طے ہو گیا ہے اب اتنی رقم کا کہاں سے بندوبست کریں اور یہ کہہ کر خوب لمبی انگڑائی لی یہی تو عورتیں ہیں جو مرد کو اپنے دام میں پھانس کر گناہ کی مرتکب ہوتی ہیں یہ بھی نہیں سوچتیں کہ خدا کے ہاں ان کا انجام کیا ہوگا۔

www.pakistanipoint.com Waqar Azeem

بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ جمال صاحب عروسہ کا گھر بھی چلا رہے تھے بلکہ کافی حد تک ذمہ داریاں اٹھائی ہوئی تھیں کبھی کوئی فرمائش کبھی کوئی دوا کبھی کسی کا آپریشن کبھی کسی کا ایڈمیشن اور ٹیوشن کی فیس کہیں کسی بھائی کو کاروبار کے لیے رقم درکار غرض کے ہر طرح سے ان کو زیر بار کیا ہوا تھا یعنی کے جمال صاحب کی آنکھوں پر پٹی بندھ چکی تھی اور یوں پوری شادی جمال صاحب نے کی حتی کہ دولہا کو سلامی بھی جمال صاحب نے دی اب آپ لوگ اندازہ لگالیں کہ کتنے شاطر تھے عروسہ کے گھر والے بلکہ حیرت کی بات ہے کہ ان کے باپ اور بھائی کیسے تھے کہ ان کی بیٹی کسی کا گھر اجاڑنے پر تلی ہوئی ہے اور وہ بے غیرت اور انجان بن کر تماشہ دیکھ رہے تھے اور دونوں ہاتھوں سے جمال صاحب کو لوٹ رہے تھے۔

اس شادی پر عروسہ نے کسی کو پتہ ہی نہیں چلنے دیا کہ یہ پوری شادی جمال صاحب نے کی ہے اس پر بھی سب پر احسان عظیم کرتے ہوئے جمال صاحب کے گھر کے سب لوگوں کے جوڑے بنا کر دیے اس عمل سے جمال صاحب بہت خوش ہوئے اور عروسہ کا شکریہ ادا کیا۔

تھوڑے دن بعد پتہ چلا کہ عروسہ کے بڑے بھائی کو جاپان میں جیل میں جعلی دستاویزات کی بنا پر قید میں ڈال دیا گیا ہے جہاں پر ان کو رہا کرانے کے لیے ایک بڑی رقم درکار تھی اب ظاہر ہے یہ کام بھی جمال صاحب ہی نے کرنا تھا یا ان ہی سے کرانا تھا اب عروسہ نے کمال ایکٹنگ سے وہ ڈرامہ کیا کہ جمال صاحب پھر موم بن کر پگھل گئے مگر اس دفعہ رقم کا بندوبست ایک فلیٹ کو بیچ کر کیا گیا جو کہ جمال صاحب نے خریدا ہوا تھا اور عروسہ اس نے محبتوں کے وہ جال بچھائے کہ ان کو احساس ہی نہ ہوسکا کہ انہوں نے کتنی بڑی جمع پونجی لٹا دی ہے ہے نا حیرت کی بات کہ ایک عورت دوسری عورت کا گھر برباد کر رہی تھی اور سب کچھ کتنی آسانی سے ہو رہا تھا اس دوران میں جمال صاحب کی ماں اور پھر نانا کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔

اب اس وقت ماموں موجود تھے کچھ عرصے بعد بڑے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا تھا اب جمال صاحب کے سرپرست اس وقت ان کے ماموں تھے جنہوں نے اپنی آخری زندگی تک ساتھ دیا اور اپنے آخری ہی وقت میں بھانجے کے گھر کو اجڑنے سے بچالیا تھا اس دوران جمال صاحب کافی حد تک لٹ چکے تھے اب جو تھوڑا بہت بچا تھا شاید وہ بھی ختم ہو جاتا اگر جمال صاحب کے بچپن کے دوست فرشتہ بن کر نہ آتے اور بروقت معاملے کو نہ بچالیتے۔

ہوا یوں کہ ابھی بھی جمال صاحب کے پاس ایک لگژری فلیٹ موجود تھا جو کہ شاید عروسہ کے علم میں تھا اس کو حاصل کرنے کے لیے اس نے بڑی ہی خوبصورتی سے ایسا جال پھینکا کہ جمال صاحب پورے کے پورے اس میں پھنس گئے وہ جمال صاحب کے بچپن کے دوست تسلیم انکل انہوں نے بہت کچھ محسوس کر لیا اور بروقت ان کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ جمال صاحب عروسہ بیگم سے شادی کرنے والے ہیں اور کلفٹن میں موجود لگژری فلیٹ عروسہ کے نام کرنے والے ہیں اور یہی شرط عروسہ کی تھی کیونکہ وہ عروسہ کی محبت میں پاگل ہو چکے تھے جو کہ سراسر نقصان والی بات تھی اور یہ بات ان کے وفادار دوست نے محسوس بھی کر لی اور اپنا حق دوستی وفا بھی ادا کر دیا۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے جمال صاحب کے ماموں کو اطلاع کر دی اور ساتھ میں التجا بھی کی کہ خدا کے لیے جمال کو روک لیں وہ اپنا

WaqarAzeem www.pakistanipoint.com

گھر برباد کر رہا ہے اور دوسری شادی کے چکر میں اپنی وفا کی دیوی کو بھی چھوڑ رہا ہے یعنی کے نکاح کے ساتھ ساتھ پہلی بیوی کو طلاق دے گا جو کہ عروسہ کی شرط تھی اور فلیٹ بھی اپنے نام کرنا چاہ رہی ہے۔

خدا کے لیے یہ سب کچھ روک لو اپنے بھانجے کو سمجھاؤ کہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ مارے وہ بہت چالاک ہے سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ سن کر جمال صاحب کے ماموں کا تو مارے غصے کے برا حال ہو گیا ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا انہوں نے فوراً جمال صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا اور خوب خوب شرم دلائی۔

ماموں کے لعنت و ملامت کرنے پر جمال صاحب کافی شرمندہ ہوئے اور ماموں سے معافی مانگنے لگے کیونکہ کچھ بھی ہو جمال صاحب ماموں کا بہت لحاظ کرتے تھے اسی وجہ سے ان سے اپنی غلطی کی معافی مانگی مگر ماموں نے کہا کہ ایسے نہیں مجھ سے وعدہ کرو کہ اس لڑکی کے بارے میں اب سوچو گے بھی نہیں اور ہمیشہ کے لیے اس سے اپنی جان چھڑاؤ اور اپنی بیوی سے بھی معافی مانگو اگر اس نے معاف کر دیا تو میں بھی تمہیں معاف کر دوں گا۔

ماموں کے کہنے پر انہوں نے سب سے پہلے اسے اپنی کمپنی سے برخاست کیا اور پھر شادی نہ کرنے کا بھی بول دیا اور صاف صاف کہا۔

''میرے چھ بچے ہیں اور پھر میں اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی بھی کر رہا تھا لیکن اس وفا کی دیوی نے بھی کبھی مجھ سے شکایت نہ کی مگر یہ سب کچھ عروسہ سے کہاں سے برداشت ہوتا وہ تو سونے کی چڑیا کو ہاتھ سے نکلتا ہوا دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی جاب تو اس نے چھوڑنی ہی تھی جمال صاحب سے شادی کر کے لیکن اب معاملہ الٹ ہو گیا تھا جمال صاحب سے شادی نہ ہونے کی صورت میں عروسہ کے ہاتھ میں کچھ نہ آنا تھا عروسہ نے ہر طرح سے جمال صاحب کو دامِ الفت میں پھنسانے کی بھرپور کوشش کی لیکن شاید جمال صاحب کو احساس ہو گیا تھا یا وہ ماموں سے ڈر گئے تھے بہرحال جو بھی ہوا اب صحیح ہو رہا تھا۔

اِدھر جب عروسہ نے اپنے گھر جا کر ساری صورت حال بتائی تو بجائے اس کے اپنی بیٹی کو سمجھاتے الٹا انہوں نے اپنی بیٹی کو برا بھلا کہا۔

''تم ایک ایسے مرد سے ہاتھ دھو رہی ہو جس سے بہت کچھ ملنے والا تھا ہمیں نہیں پتہ تم کسی بھی طرح سے یہ سب کچھ حاصل کرو۔'' سب نے سوچنا شروع کیا کہ ایسا کیا کیا جائے کہ پورا نہ صحیح آدھا تو مل جائے انہوں نے پلاننگ کے تحت اس پر عمل کرنا شروع کیا عروسہ کے گھر والوں کو یہ تو پتہ چل گیا تھا کہ جمال صاحب کے ماموں کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے اور انہوں نے ہی جمال صاحب کو آگے کے اقدامات سے روک دیا ہے انہوں نے انتہائی شاطرانہ چال چلی وہ اس طرح کہ عروسہ کے ماں باپ جمال صاحب کے ماموں کے پاس آئے اور اپنی بیٹی کا رونا شروع کر دیا۔

''ہائے ہماری عروسہ تو اتنی معصوم سی ہے اسے تو جمال صاحب نے اپنے جال میں پھنسایا اور اب بیچ بھنور میں پھنسا کر ہماری معصوم بیٹی سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں جو کہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ ہماری بیٹی کافی آگے تک جا چکی ہے اب پیچھے ہٹنا اس کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے اب آپ لوگوں کو کچھ سوچنا ہے ورنہ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے غرض کہ انہوں نے بلیک میل کرنا شروع کیا اور مزید یہ بھی کہا کہ اگر کچھ نہ کرا تو ہم پولیس میں رپورٹ کر دیں گے اپنے لاڈلے کے کرتوت پر پردہ ڈالنا ہے تو

www.pakistanipoint.com

ہماری عروسہ کے لیے کچھ کیا جائے ورنہ نتیجے کے ذمے دار آپ ہوں گے نہ جانے کیسے ماں باپ تھے جو اپنی ہی بیٹی کو کس طرح سے ڈھال بنا رہے تھے اتنا سب کچھ لے کر بھی ان لوگوں کی طبیعت سیر نہ ہوئی انتہا سے زیادہ لالچی اور شاطر لوگ تھے۔

اب تو جمال صاحب کے ماموں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ بات اس حد تک بھی آ گے جاسکتی ہے ماموں ایک نوابی خاندان کا بیک گراؤنڈ رکھتے تھے جو کہ نسل در نسل چلا آ رہا تھا اب بھلا اتنی عزت کی شان و شوکت کو ملیا میٹ ہوتے کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ خاندانی وقار زمین بوس ہو جاتا برسوں کی بنائی ہوئی آباؤ اجداد کی عزت کی دھجیاں اڑ جاتی یہ بہت خطرناک قسم کے لوگ تھے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے نزدیک بیٹی کی کوئی اہمیت نہیں تھی بیٹی کونسی قسم تھی کیا عروسہ کو پتہ نہیں تھا کہ جمال صاحب چھ بچوں کے باپ اور ایک وفادار بیوی کے شوہر تھے شاید یہ لوگ اپنا پانسہ ایسے ہی شریف خاندان میں پھینکتے تھے کہ جہاں پر وہ اپنی عزت کو بچانے کے لیے کوئی بھی سمجھوتہ کر سکتے ہیں اور اپنی عزت کو اپنے خاندان کو کسی بھی طرح بچا سکتے تھے۔ ماموں نے پوچھا۔

''کیا چاہتے ہیں آپ لوگ؟'' انہوں نے فوراً کہا۔

''ہماری بیٹی سے شادی کی جائے۔'' ماموں نے کہا۔

''یہ ناممکن ہے میں اتنے گھٹیا خاندان کی لڑکی کو کبھی بھی اپنی بہو نہیں بنا سکتا جس کا خون پہلے ہی گندہ ہو کیسے لوگ ہو آپ لوگ شرم نہیں آتی آپ سب کو اتنا گھٹیا کام کرتے ہوئے۔''

''ٹھیک ہے پھر آپ ہماری ڈیمانڈ پوری کریں مطلب یہ کہ پانچ لاکھ روپے ادا کر دیں ہم

غزل

دن کہاں اب وہ مزے داری کے دن
کاٹتا ہوں گھر میں بے کاری کے دن

کس لیے یہ خواہشِ ترکِ سفر
اور وہ بھی عین تیاری کے دن

دھوپ میں بیٹھی ہوئی روتی تھی دُھوپ
حشر برپا تھا شجرکاری کے دن

دل کو دنیا کی ضرورت پڑ گئی
ایک دن اپنی طرفداری کے دن

اب تو کاٹے سے نہیں کٹتا ہے وقت
کیا ہوئے وہ تیز رفتاری کے دن؟

میں تو آوازوں میں بٹ کے رہ گیا
خوش کہاں آئے صداکاری کے دن

کاشف حسین غائر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

لوگوں کو ہم بہت خاموشی سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔'' کیونکہ وہ لوگ ماموں کو اچھی طرح پہچان چکے تھے کہ یہ شخص کبھی بھی ان کی بیٹی کو اپنے خاندان میں شامل نہیں کرے گا تو پھر کیوں نہ اس طرح سے فائدہ اٹھایا جائے۔

''بس ڈھائی لاکھ تک دوں گا اور ہاں کیا ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ معاملہ یہیں پر ختم ہوجائے گا ایسا نہ ہو آگے چل کر پھر کوئی ڈرامہ کیا جائے یاد رکھو میں ایک انکم ٹیکس آفیسر ہوں میری پہنچ بہت دور دور تک ہے پھر شاید تم سب لوگ ہمیشہ کے لیے جیل میں سڑتے رہو۔'' یہ دیکھ کر وہ لوگ تین لاکھ پر راضی ہوگئے باقاعدہ اسٹیمپ پیپر پر ایک معاہدہ طے ہوا اور دونوں فریقین نے آپس میں معاملات طے کرنے کے بعد اس بات کو ختم کر دیا وہ بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ مفت میں اتنی بڑی رقم کو لے کر چلتے بنے۔

اس وقت جمال صاحب کی حالت دیکھنے والی تھی وہ ماموں سے نظریں نہ ملا پا رہے تھے اور ماموں اپنے بھانجے کے کارنامے پر اشک بار تھے اور یہ کہا کہ تم نے میرے خاندان کو رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اگر آج تمہارا باپ زندہ ہوتا تو یہ سب کچھ دیکھ کر یقیناً شرم سے خودکشی کر لیتا تمہیں اپنی بیوی اور بچوں کا ذرا بھی خیال نہ آیا کیا کمی تھی تمہاری بیوی میں کتنی حیادار اور پُروقار ہے وہ اور وہ عروسہ کتنی آوارہ تھی اور کتنے نیچ خاندان سے تھی سچ انسان ہمیشہ خاندانی وقار ہی سے پہچانا جاتا ہے۔''

مگر یہ قصہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا کیونکہ برائی کبھی بھی مٹتی نہیں ہے مکافاتِ عمل ضرور دنیا میں جاری ہوجاتا ہے خدا دنیا میں ہی سزا کا ادارک کر دیتا ہے یہی سب کچھ عروسہ کے ساتھ ہوا وہ ایسے کہ عروسہ کے بھائی جو جاپان میں تھے ان کو ہمیشہ کے لیے جاپان میں جیل میں عمر قید کی سزا ہوگئی ناجائز دستاویزات کی بنا پر ماں یہ خبر سن کر برداشت نہ کر سکی اور ہارٹ اٹیک سے جاں بحق ہوگئی باپ بہت کمزور ہوگیا تھا اپنی ہی رو میں چلتے ہوئے چھت سے نیچے گر کر ہلاک ہوگیا بڑی بہن کو طلاق ہوگئی اور وہ تین بچوں کے ساتھ باپ کی دہلیز پر آ کر بیٹھ گئی۔

بیچ والی بہن گھر سے بھاگ گئی اپنے کسی آشنا کے ساتھ رہ گئی عروسہ تو اس کو بہت سی بیماریوں نے گھیر لیا آج وہ ایک ٹی بی کی مریضہ ہے اور ایدھی سینٹر میں اپنی زندگی کے ایام گن رہی ہے۔

سچ ہے کہ کبھی کسی کا برا نہ سوچنا چاہے وہ کسی بھی طرح کی ہو برائی برائی ہوتی ہے اور ہاں برائی کو ہمیشہ روکنا چاہیے جو کہ عروسہ کے گھر والوں نے نہ کی اگر وہ اپنی بیٹی کو سمجھاتے تو آج ان کا گھر اس طرح سے پامال نہ ہوتا کہ دنیا کے لیے عبرت کا نشان بن جائیں اپنی اولاد کی تربیت ہمیشہ اسلام کے دائرے میں رہ کر کرنی چاہیے تاکہ کسی بھی قسم کا کوئی بگاڑ نہ پیدا ہوجائے۔

البتہ جمال صاحب بہت سدھر گئے آج وہ ایک نیک انسان ہیں اپنے گناہوں کی معافی خدا سے رو رو کر مانگی خدا نے ان کو معاف کر دیا ان کا پورا خاندان بالکل اسلامی طور طریقوں پر چل رہا ہے اور آج سب کچھ ماموں والا نوابی وقار اور ایک اعلیٰ جاہ وجلال کا نمونہ نظر آتا ہے شان وقار ان کے خاندان سے جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے آج ماموں زندہ نہیں ہیں لیکن جمال صاحب نے ان کے طرز وعمل کو اپنا کر ان کا شاندار وقار سربلند کر دیا ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پیاسی روح

امی اور انوار چچا کے معمولات میں کوئی زیادہ فرق نہ آیا تھا۔ میرے امتحانات قریب تھے اس لیے میں پڑھنے میں مشغول ہوگئی جیسے ہی امتحانات سے میں فارغ ہوئی ابو بھی چھٹی پر آ گئے عید قریب تھی امی جب ابو سے.....

جیجل میتلو

کلینک دیہاتی اور غریب عورتوں سے بھرا پڑا تھا اور ڈاکٹر غزالہ بڑے انہماک اور محبت کے ساتھ مریضوں کو دیکھتی اور نسخہ لکھتی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ ہر مریض عورت کو صفائی رکھنے کی تاکید کرتی اور مریض عورتیں احسان مند نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھتیں اور اس کی باتیں غور سے سنتی بلکہ اس پر عمل بھی کرتیں۔ وہ سب تو غزالہ کو رحمت کا فرشتہ کہتیں اور غزالہ ان کی سادہ لوحی اور یگانگت پر ہنس کر کہتیں۔

''نہیں بھئی میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔'' سوکھے سوکھے مریل سے گندے مندے بچوں کو جب وہ بڑے پیار سے دیکھتیں اور ان کی ماؤں کو تسلیاں دیتی تو وہ ان کو ہزاروں دعائیں دیتیں اس نیک دل ڈاکٹر کی نہ صرف اس گاؤں بلکہ آس پاس کے تمام گاؤں میں بڑی دھوم تھی اس کی محبت اور شفقت کی تمام قصبوں میں چرچے تھے گاؤں کے لوگ خاص کر عورتیں اور بچے بے شمار بیماریوں کا آئے دن شکار رہتے تھے۔ غربت جہالت کی وجہ سے بہت سی پریشانیوں کا شکار تھے۔ جھوٹے بہروپے، پیر و فقیران سادہ لوح اور جاہل لوگوں کے جھوٹے سچے وسوسوں میں مبتلا کر کے تعویذ گنڈوں کے ذریعے آئے دن انہیں لوٹ رہے تھے اور بیماری اور پریشانی دور ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی تھی اور یہ لوگ سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے بڑی مشکل کا شکار تھے اور غزالہ نے اس چھوٹے سے گاؤں میں کلینک کھول کر ان کی پریشانی کا مداوا کیا تھا ان کے لیے فرشتہ رحمت بن گئی تھی۔ ہر شخص اس کی خوش اخلاقی و خلوص کے گرویدہ تھا سب ہی اس خوبصورت ڈاکٹر کے دیوانے اور اسے دیوی خیال کرتے تھے۔ غزالہ بھی ان پر خلوص اور بے لوث لوگوں کے درمیان آ کر مطمئن تھی۔ گاؤں کے لوگوں کے لیے ہر وقت اس کا کلینک کھلا رہتا وہ باری باری سب مریضوں کو دیکھتی دوپہر کے بارہ بجے تھے کمرے میں چند عورتیں رہ گئی تھیں۔

''آپ کو کیا ہوا ہے؟'' ڈاکٹر غزالہ بوڑھی

www.pakistanipoint.com

عورت کی طرف متوجہ ہوئی۔ بڑھیا نے اسے اپنی تکلیف بتائی اور غزالہ مریضہ کو دیکھنے کے بعد نسخہ تجویز کرنے لگی اور بڑھیا اسے دعائیں دینے لگی۔

''اللہ تمہیں خوش رکھے بیٹی میں بھی تمہاری ماں کے برابر ہوں۔'' ابھی بڑھیا آگے کچھ کہتی کہ غزالہ سرخ چہرہ لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میری کوئی ماں نہیں ہے خبردار جو خود کو میری ماں کہا'' وہ آندھی کی طرح دروازہ دھکیل کر کلینک سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گئی سب عورتیں سہم کر اسے حیرت سے دیکھنے لگیں نرس نے بھی حیرت سے ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے نسخہ اٹھایا اور بڑھیا کو دوا دینے لگی۔

یہ آج ڈاکٹر کو کیا ہو گیا تھا پہلے تو کبھی اس کے چہرے پر بل تک نہ آیا تھا آج پہلی بار اسے اس قدر غصے میں دیکھ کر سب کے ذہنوں میں یہ سوال تھا۔ نرس نے باقی عورتوں کو پرانے نسخے پر دوائی دے کر نپٹایا۔ دوسری صبح بھی وہ کلینک میں نہ بیٹھ سکی خرابی طبیعت کا بہانہ کر کے کمرے میں پڑی رہی۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب

چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

غزالہ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے کرب سے بے خواب آنکھیں بند کر لیں جو بے خوابی اور رونے سے متورم ہو کر لال انگارہ ہو گئیں تھیں اس نے بے چین ہو کر کروٹ بدلی اور ساتھ ہی گزرے ہوئے دن فلم کی طرح واضح ہوتے چلے گئے۔ وہ دن بچپن کے کتنے اچھے تھے نہ کوئی فکر نہ کوئی پریشانی پیار کرنے والے شفیق امی ابو چھوٹا سا بھائی جو سب کی توجہ کا مرکز تھا اسکول سے آنے کے بعد وہ حماد سے کھیلتی رہتی وہ دونوں امی ابو کی آنکھوں کا تارہ تھے ان کا چھوٹا سا گھر تھا۔ ابو کی تنخواہ چار سو روپے ماہوار تھی۔ بڑے سکون کے ساتھ وہ لوگ سادہ سی زندگی گزار رہے تھے۔ ابو چاہتے تھے کہ وہ بھی اپنے بچوں کو اچھے سے اچھے اسکول میں تعلیم دلائیں۔

زندگی کی تمام آسائشیں انہیں بہم ہوں اپنے ملک میں تو انہیں اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں مل سکتی تھی۔ اس لیے انہوں نے ویزا بنوانا شروع کر دیا قسمت مہربان ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ویزا بن گیا اور ساتھ ہی دبئی میں ایک اچھی کمپنی میں نوکری مل گئی اب دن پھرنے لگے ابو کے بچپن

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

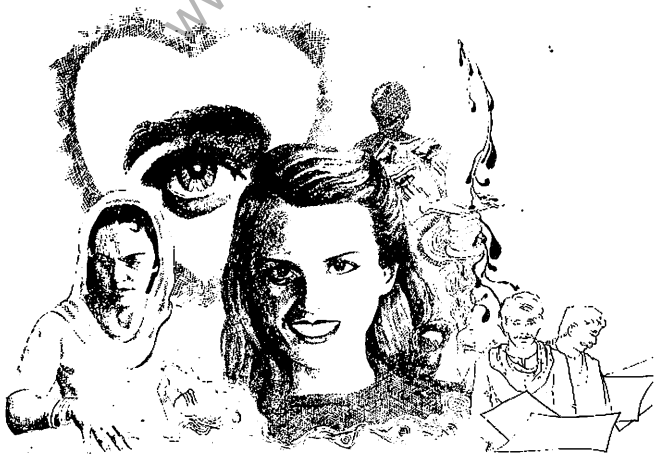

کے دوست انوار تھے جنہیں ہم سب انوار چچا کہا کرتے تھے ان کے ساتھ ہمارے تعلقات بالکل سگوں جیسے تھے ان کی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا جاوید ان کی بیوی کشور چچی تھیں۔ امی چونکہ گھریلو عورت تھیں پڑھی لکھی بھی نہیں تھیں اس لیے ابو نے چچا کے سپرد یہ ذمہ کیا کہ ہر ماہ وہ بینک سے رقم جو کہ ابو بھیجتے تھے لایا کریں۔ اور دوسرے بھی باہر کے کام چچا کے ذمے تھے۔ اب چچا کا ہمارے گھر آنا اور بڑھ گیا تھا۔ نو ماہ بعد ابو 3 ماہ کے لیے گھر آتے تھے اور چچا کے گھر والوں کے لیے بھی بہت سے تحفے اور کپڑے لے کر آتے حماد کو امی نے ابو کی خواہش کے مطابق نرسری میں داخل کرا دیا اور میں بھی پرائمری سے ہائی اسکول میں آ گئی اور زندگی امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ گزر رہی تھی۔ مجھے فطری طور پر یہ احساس تھا کہ ابو ہمارے سکھ کی خاطر وطن گھر بیوی، بچوں، رشتے داروں سے دور کمانے گئے ہیں اسی لیے میری تمام ہمدردیاں امی سے زیادہ ابو کے ساتھ تھیں۔ جب ابو چھٹی پر آتے ہمارے دن عید اور راتیں شب برات ہو جاتیں جیسے جیسے ان کے جانے کے دن قریب آنے لگتے ویسے ویسے ہم پر اداسی چھانے لگتی اسی طرح دن گزرتے گئے۔ میں فرسٹ ایئر میں آ گئی حماد سیکنڈری اسکول میں آ گیا مجھے ڈاکٹر بننے کا شوق جنون کی حد تک تھا اور حماد کو انجینئر بننے کا شوق تھا۔ اسی اثنا میں ایک اور بھائی پیدا ہوا جس کا نام ہم نے جنید رکھا وہ ہمارے لیے ایک چھوٹا سا کھلونا تھا۔ ننھا منا گول مٹول، گورا سا ہم سب کی آنکھوں کا تارا میں نے شباب کی منزل میں پہلا قدم رکھا تھا خدا نے مجھے حسن کی دولت سے فیاضی سے نوازا تھا۔ لیکن مجھے کوئی غرور نہ تھا اپنے پر، ہم اور چچا کے بچے بچپن کے ساتھی تھے چچا کی بڑی لڑکی کی شادی ہو گئی تھی تب ابو اور چچا نے اپنی دوستی دائمی رشتوں میں جکڑ کے لیے میرا نکاح جاوید کے ساتھ کر دیا اس فیصلے میں میری اور جاوید کی مرضی بھی شامل تھی۔ اس لیے ہم دونوں ہی پھول کی طرح کھل اٹھے جاوید اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر چلے گئے میں سیکنڈ ایئر میں تھی ایک روز میں کالج سے واپس آئی آج میں ایک پیریڈ پہلے آ گئی تھی امی سے کوئی کام تھا۔ اس لیے سیدھی ان کے کمرے ہی کی طرف آ گئی اور پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گئی تب میں نے دیکھا انوار چچا اور امی ایک ہی مسہری پر قریب قریب بیٹھے تھے بلکہ چچا تقریباً امی پر جھکے ہوئے تھے۔ مجھے اچانک دیکھ کر دونوں سنبھل گئے تب شک کا زہر میرے رگوں میں سما گیا اور مجھے پہلی بار چچا سے سخت نفرت محسوس ہوئی۔

چچا نے شاید صورت حال محسوس کر لی اس لیے خود ہی چلے گئے پہلے بھی چچا اور امی بہت ہی آپس میں مذاق کرتے تھے لیکن مجھے کبھی کوئی شک نہیں ہوا بلکہ میں اسے برسوں کی بے تکلفی سمجھتی تھی پھر میں نے مختلف اوقات میں گھر آنا شروع کر دیا اور چچا سے میری نفرت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا وہ بھی اب شاید محتاط ہو گئے تھے میرے اندر عجیب کشمکش جاری ہو گئی کبھی میں اس خیال کو وہم کہہ کر دل سے نکالنے کی کوشش کرتی۔ مگر دماغ اسے یقین کہتا لیکن جب میں امی کی معصوم اور بھولی بھالی صورت دیکھتی تب ڈانوا ڈول ہو جاتی اور خود کو ملامت کرتی اور توبہ استغفار پڑھتی لاکھ یہ خیال دل سے نکالتی مگر یہ پیچھا چھوٹنے کا نام نہ لیتا گھر کا ماحول مجھے عجیب گھٹا گھٹا لگتا ایک روز ہماری نانی امی آئیں ہوئی تھیں وہ بہت شفیق اور سلجھی ہوئی طبیعت کی مالک تھیں

www.paksociety.com

اور ہم کو بہت چاہتی تھیں ہم بھی نانی سے بہت محبت کرتے تھے ایک دن میں کچن میں ان کے لیے چائے بنا رہی تھی چائے تیار کر کے میں نے ٹرالی میں رکھی لے جانے لگی جب میں ڈرائنگ روم کے دروازے کے قریب آئی تب میں نے نانی امی کی دبی دبی آواز سنی وہ سخت لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''دیکھو غوثیہ اب تم یہ ساری باتیں چھوڑ دو تم یہ بھی تو سوچو غزل انوار کی بہو ہونے والی ہے اور تمہارے بچے بھی اب جوان ہو گئے ہیں اور وہ جو دور پردیس کمانے کے لیے گیا ہے اسے تم پر کتنا اعتماد ہے جب اسے اس گری ہوئی حرکت کا علم ہو گا جو تم اور انوار کر رہے ہو تو اس گھر کے در و دیوار کی تباہی قابل دید ہو گی دشمنوں کے کان بہرے، تم کیسی ماں ہو تم کو شوہر کی عزت کا نہ سہی اولاد کا تو خیال ہونا چاہیے۔'' نانی امی خاموش ہو گئیں اور امی کی طرف مکمل خاموشی تھی اور میرا یہ حال تھا کہ کاٹو تو خون نہیں میرے کان سائیں سائیں کر رہے تھے اچانک حماد باجی باجی پکارتا ہوا آگیا اور میں پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گئی۔

امی جو صوفے پر سر جھکائے بیٹھی تھیں سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔

''حماد تمہیں بلا رہا ہے غزل......'' نانی امی مجھ سے مخاطب ہوئیں۔

''تم جاؤ ہم خود چائے بنا لیتے ہیں۔'' اور میں لرزتے قدموں سے کمرے میں آ کر بیڈ پر گر گئی اب میرا گھر میں بالکل دل نہ لگتا تھا امی سے اب محبت نہ رہی تھی میں ان کا سامنا کرنے سے بھی کتراتی تھی۔

امی اور انوار چچا کے معمولات میں کوئی زیادہ فرق نہ آیا تھا۔ میرے امتحانات قریب تھے اس لیے میں پڑھنے میں مشغول ہو گئی جیسے ہی امتحانات سے میں فارغ ہوئی ابو بھی چھٹی پر آ گئے عید قریب تھی امی جب ابو سے بات کرتیں اور ابو والہانہ پن سے انہیں دیکھتے تو میرے اندر جنگ جاری ہو جاتی ان کی اس اداکاری پر انوار چچا بھی حسب معمول روز آتے تھے ابو ان کے گھر والوں کے لیے بہت سارے تحائف لائے تھے کسی کسی وقت ان کے چہرے پر شکن نمایاں ہوتیں اور میرا دل چاہتا آگے بڑھ کر اس ذلیل شخص کا گلا گھونٹ دوں۔

لیکن میں کچھ نہ کر سکتی تھی کیونکہ میری زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ اس گھر کی تباہی کا پیش خیمہ ہو گا اور میں اندر ہی اندر کڑھتی رہتی اور کبھی کبھی شدت جذبات سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیتی جس سے میرے دل کی جلن کچھ کم ہو جاتی اور مجھے اس طرح کچھ تسکین مل جاتی۔

میرا رزلٹ آؤٹ ہوا اور میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئی تھی میں نے میڈیکل میں داخلہ لے لیا تھا اور ہوسٹل میں رہنے لگی ہوسٹل آ کر مجھے بہت سکون ملا نئے ماحول میں آ کر اور میں سکون سے اپنا مقصد زندگی حاصل کرنے میں لگ گئی وقت پر لگا کر اڑنے لگا میں میڈیکل کے چوتھے سال میں تھی حماد انجینئرنگ کے پہلے سال میں تھا اور جنید سیکنڈری اسکول میں تھا۔ انوار چچا کی چھوٹی لڑکی عالیہ کی بھی شادی ہو گئی اور چچی بھی کینسر میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ یہ سب باتیں مجھے جنید کے خط سے معلوم ہوتی رہی میں اسرار کے باوجود عالیہ کی شادی اور چچی کے مرنے پر نہ گئی تھی۔

میں ابھی ابھی اسپتال سے واپس آئی تھی لباس تبدیل ہی کیا تھا کہ مجھے وارڈن نے بلوایا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

میں نے حیران ہوتے ہوئے وارڈن کے کمرے میں قدم رکھا اور انوار چچا پر نظر پڑتے ہی میری پیشانی شکن آلود ہوگئی لیکن میں نے خود کو سنبھالا مجھے ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ابو آئے ہیں اور سخت بیمار ہیں انہوں نے مجھے بلوایا ہے اور میں یہ خبر سن کر ہی حواس باختہ ہوگئی اور فوراً ہی ان کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئی۔ میں نے بھاگ کر اٹیچی میں دو تین جوڑے رکھے اور گیٹ پر آ گئی جہاں وہ کار کا دروازہ کھولے تیار کھڑے تھے۔ مجھے جنید کے نہ آنے پر حیرت تھی اس لیے میں نے ان سے پوچھا۔

''مجھے لینے جنید کیوں نہیں آیا؟'' تب انہوں نے مجھے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ ابو نے ان سے کہا کہ وہ مجھے اپنی گاڑی میں لے آئیں اور میں اطمینان سے گاڑی میں بیٹھ گئی اور ابو کے بارے میں سوچنے لگی اس بات سے بے خبر کہ یہ سفر میری تباہی و بربادی کا سفر ہے..... میں خیالوں میں اتنی گم تھی کہ مجھے کار رکنے کی بھی خبر نہ ہوئی جب چچا نے اترنے کو کہا تب میں چونکی۔ میں سوالیہ انداز سے چچا کی طرف دیکھنے لگی کیونکہ گاڑی ہمارے گھر کے گیٹ کے بجائے چچا کے گیٹ پر رکی تھی۔

''مجھے تم سے جاوید کے متعلق کچھ ضروری بات کرنی ہے جو تمہارے گھر والوں سے کرنے کے بجائے پہلے تم سے کرنا میں نے ضروری سمجھا۔ صرف چند لمحوں بعد میں تمہارے گھر تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔'' اور میں گاڑی سے اتر آئی مجھے سخت تجسس ہو رہا تھا کہ وہ کیا بات ہے جاوید کے متعلق میں یہ سوچتی ہوئی ان کے پیچھے چلتی ہوئی کمرے کی طرف آئی کوٹھی بالکل سنسان تھی میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا مگر میں دل اکڑا کر اندر چلی آئی۔ وہ مجھے بٹھا کر چند لمحوں کے لیے دوسرے کمرے میں چلے گئے پھر واپس آئے اور لفافہ میز پر رکھ کر بیٹھ گئے اور سگریٹ سلگانے لگے ان کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی میں انہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میرا دل اندر ہی اندر کانپ رہا تھا۔

''کیا بات ہے وہ.....'' مجھ سے یہ جان لیوا خاموشی برداشت نہ ہو سکی۔

''بات.....'' وہ سگریٹ ایش ٹرے میں ڈال کر اٹھ آئے اور دونوں ہاتھوں سے مجھے شانوں سے تھام لیا۔

''جانِ من.....'' وہ گھٹیا پن سے بولے۔ مجھے اس کی بالکل توقع نہیں تھی میں نے حیرت سے انہیں دیکھا اور مجھے ان کے چہرے کی ذومعنی مسکراہٹ اور آنکھوں کی شیطانی چمک سے جواب مل گیا میں ایک جھٹکے سے ان کے ہاتھ جھٹک کر دور جا کھڑی ہوئی۔

''آپ کو شرم آنی چاہیے میں آپ کی بیٹی کے برابر اور ہونے والی بہو ہوں.....''

''ب..... بہو..... ہاہاہا.....'' وہ قہقہہ مار کر طنز سے بولے

''وہ رشتہ تو کب کا ٹوٹ چکا..... ویسے بھی تمہارے جیسی آوارہ اور بدچلن ماں کی بیٹی سے کون رشتہ جوڑے گا ہو سکتا ہے تم اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہو..... لو یہ ہے اس کا ثبوت۔'' وہ حقارت سے بولے۔ میں نے جھٹ لفافہ کھول کر دیکھا وہ واقعی طلاق نامہ تھا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا رقعہ بھی تھا میرے نام.....

''مونا..... مجھے تمہاری حقیقت معلوم ہو چکی ہے اس لیے یہ رشتہ توڑ رہا ہوں اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد میں تو کیا کوئی بھی شریف آدمی تمہیں اپنانے پر تیار نہ ہوگا جاوید.....''

Waqar Azeem
www.paksociety.com

چکر سا آ گیا سارا کمرہ مجھے گھومتا دکھائی دینے لگا اور جب کچھ دیر بعد میں ہوش میں آئی تب میرا بے ترتیب لباس میری بربادی کی مکمل داستان سنا رہا تھا میں لٹ چکی تھی۔

''چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں.....''

انور چچا پر نظر پڑتے ہی مجھ میں نہ معلوم کہاں سے اتنی قوت آ گئی کہ اُس خبیث انسان کے چہرے پر بے شمار طمانچے جڑ دیے۔

''اپنی قیمت لے چکا ہوں۔'' وہ ڈھٹائی سے بولے۔ اور مجھے کار میں دھکیل دیا۔ گاڑی کے رُکتے ہی میں ایک جھٹکے سے اتر پڑی۔

''یہ تو لیتی جاؤ۔'' انہوں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بیگ اور وہ لفافہ مجھے تھما دیا میرا جی چاہا اس ذلیل کتے کو شوٹ کر دوں میں نے حقارت سے اس کے چہرے پر تھوک دیا۔

گیٹ سے اندر قدم رکھتے ہی میری ٹانگیں جواب دینے لگیں میں نڈھال ہوگئی میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے میں خود کو گھسیٹ کر آگے بڑھنے لگی۔ اتنے میں ڈرائنگ روم کا پردہ اٹھا اور امی باہر آ گئیں مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ حیرت سے بولیں۔

''مونا..... تم .....'' اور میرے حلیے سے وہ بہت کچھ سمجھ گئیں۔

''کیا ہوا..... کچھ تو بتاؤ.....'' وہ قریب آ کر بے تابی سے بولیں۔ میرے ہاتھ سے ہینڈ بیگ چھوٹ گیا اور میں نے وہی ہاتھ پوری قوت سے ان کے منہ پر دے مارا اور ساتھ ہی جیسے پھٹ پڑی نہ معلوم میرے منہ سے کیا کیا نکل رہا تھا امی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

''مونا میری بچی.....'' مجھے نانی امی کی شفیق آواز سنائی دی اور وہ امی کے عقب سے میرے قریب آ گئیں اور میں نے اپنے چکراتے وجود کو کسی ٹوٹے ہوئے شہتیر کے ساتھ ان کی آغوش میں ڈال دیا۔

اور جب مجھے ہوش آیا تب پتہ چلا کہ میں ایک ماہ بعد ہوش میں آئی ہوں۔ میں نانی امی کے گھر تھی مجھے یہ دیکھ کر بہت اطمینان ہوا جنید حماد سے فون کر کے ہوسٹل سے نانی امی نے بلوالیا تھا مجھے نارمل دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔

''آپی اللہ کا شکر ہے کہ آپ کو ہوش آ گیا۔''

''ہاں تمہارے سجدے اور دعائیں رنگ لے آئیں۔'' حماد خلوص سے بولا۔

''ہاں بھائی جان ہماری ایک ہی تو بہن ہے اس کی تکلیف پر ہم کیسے خوش رہ سکتے ہیں۔'' جنید نے محبت سے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

''خدا میرے بھائیوں کی جوڑی سلامت رکھے۔'' میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ نانی اماں نے ہم سب کو بہت سی دعائیں دیں اور نماز پڑھنے چل دیں حماد اور جنید میرے پاس بیٹھے تھے۔

''پتہ نہیں آج کل ہمارے گھر پر آفتیں کیوں نازل ہو رہی ہیں جس روز آپ بے ہوش ہوئیں اسی روز سے ممی بھی بالکل چپ رہتی ہیں میرے ساتھ اُسی شام انوار چچا کے گھر گئیں تھیں لیکن پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ تو یہ مکان چھوڑ کر جا چکے ہیں پھر میرے ایک دوست نے بتایا کہ وہ امریکہ اپنے بیٹے کے پاس چلے گئے ہیں کل شام مجھ سے پوچھا مونا کیسی ہے۔ میں نے بتایا کہ آپی کو ہوش نہیں آیا ہے۔

تو وہ خاموشی سے کمرے میں چلی گئیں رات اچانک انہیں دورہ پڑا اب وہ اسپتال میں ہی۔ پرسوں ابو کو بھی کویت تار بھیج دیا ہے اُن کا

Nagar Azeem
www.pakistanipoint.com

جوابی تار آیا ہے کہ کل شام وہ پہنچ رہے ہیں اللہ کرے ممی بھی ٹھیک ہو جائیں۔'' جنید نے مجھے تفصیل بتائی اور میں ہونٹ بھینچے سنتی رہی نانی امی نے اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا۔

''بیٹا ابھی مونا سے اتنی باتیں مت کرو۔'' ابو کے آنے کا سن کے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ دوسری شام کو ابو ایئرپورٹ سے سیدھے میرے ہی پاس آئے اور میں ان کے گلے لگ کر خوب روئی اتنا کہ انہیں بھی رُلا دیا۔

''ارے بیٹا اتنا مت روؤ اتنی سی بات کا اتنا دکھ بھئی دیکھنا ہم اپنی بیٹی کے لیے ایسا لڑکا تلاش کریں گے کہ ایسے دس جاوید بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے...... میری بیٹی کیا کسی سے کم ہے۔'' انہوں نے شفقت سے میری پیٹھ سہلاتے ہوئے تسلی دی شاید نانی امی نے انہیں اپنے طور پر سمجھا دیا تھا۔

''اچھا سب ہنس کر دکھاؤ شاباش...... ہنسو نا بھئی اپنے ابو کی اتنی سی بات مان لو۔'' اور میں ہنس پڑی۔

''واہ بھئی واہ میری بیٹی خدا تمہیں خوش رکھے۔'' دو تین گھنٹے ابو میرے پاس بیٹھے رہے رات کا کھانا کھانے کے بعد جنید ابو اور حماد اسپتال گئے جہاں اسپیشل وارڈ میں امی کو رکھا تھا۔ ابو پر نظر پڑتے ہی امی نے چونک کر سر اٹھایا اور خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہیں جیسے ہی ابو ان کے قریب گئے وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گئیں۔

''غوثیہ......'' ابو نے حیرت سے انہیں پکارا۔

''نہیں نہیں...... نہیں میرے قریب مت آنا...... میں تمہارے قابل نہیں ہوں...... میں قاتل ہوں...... میں...... ہاہاہا...... انوار میں تمہارا گلا دبوچ لوں گی۔'' وہ حماد کی طرف بھاگیں شور سن کر دوسرے ڈاکٹر بھی آ گئے انہوں نے ا کو پکڑا۔ ان کا دماغی توازن قطعی طور پر خراب ہو چکا تھا۔

انہیں دماغ کے اسپتال لے جایا گیا جہاں و تیسرے روز چل بسیں۔ ان کا جنازہ گھر لایا گیا ا کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی وہ مرد ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے سب سے زیادہ صدمہ انہی کو ہو تھا میری آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا۔

چالیسویں کے بعد ابو واپس کویت چلے گئے۔ دو ماہ بعد جب میں ہوسٹل آئی تو میری کلاس فیلو کی چیخیں نکل گئیں۔

''ہائے مونا یہ تم ہو...... ایسی پیلی پیلی بے جان سی ارے وہ گلابی گلابی شوخ و چنچل مونا کہاں گئی۔'' اور میں دکھی دل سے مسکرا دی۔ میری تعلیم مکمل ہو چکی تھی میں نے ابو کو خط لکھ دیا تھا۔ اتنے عرصے میں وہ ایک بار آئے تھے۔ انہوں نے خط لکھا تھا کہ اگلے ماہ آ رہا ہوں۔ آج ابو آ رہے تھے حماد بھی چھٹی پر آیا ہوا تھا۔

نانی اماں حماد جنید اور میں ہم سب ایئرپورٹ پر ابو کو لینے گئے ابھی جہاز کے لینڈ کرنے میں دو گھنٹے باقی تھے ہم نے یہ وقت بے چینی کے ساتھ گزارا جب جہاز کے آنے کی اناؤنسمنٹ ہوئی تب ہم بے چینی کے ساتھ اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔

گڑگڑاہٹ ختم ہوئی اور جہاز سے مسافر ایک ایک کر کے اترنے لگے۔ جب ابو نظر آئے تب ہم سب دوڑ کر ان کی طرف بڑھے ابو ہم تینوں کی آواز ایک ساتھ نکلی۔

''اُف یہ ہمارے ابو...... ابو ابو یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟'' میں حیرت اور دکھ سے بولی۔ سرخ و

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

سفید ابو کی جگہ بالکل دبلے پتلے گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی سر کے بال بالکل سفید سفید.....

''ابو ابو.....''

''مونا بیٹے مجھے گھر نہیں لے چلو گی۔'' ابو نے مجھے چونکا دیا اور ہم سب گھر چل دیے مجھے ابو کی طرف سے سخت فکر تھی اُن کی صحت بہت بری طرح گر رہی تھی میں اُن سے کئی بار اصرار کر چکی تھی کہ کسی ڈاکٹر کو دکھائیں وہ صاف انکار کر جاتے آخر ایک روز میں نے ضد کر کے اپنے فیملی ڈاکٹر کو بلایا تو وہ ابو کو چیک اپ کرنے کے بعد بری طرح چونک پڑے وہ بچپن سے ہمارے سینئر ڈاکٹر تھے اس لیے ہم سب انہیں انکل کہا کرتے تھے۔ میں نے ان کے چہرے پر فکر کے سائے دیکھ لیے تھے ان کے باہر نکلتے ہی میں نے فوراً پوچھا۔

''انکل ابو ٹھیک تو ہیں نا؟''

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا مونا بیٹی کل انہیں کلینک لے آیئے گا ایکسرے کے بعد اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے ویسے رحمان صاحب کی صحت بہت گر گئی ہے۔'' وہ تسلی دیتے ہوئے چلے گئے۔ دوسرے روز ایکسرے کے بعد انکل نے فکر مند لہجے میں بتایا۔

''رحمان کو ٹی بی ہو گئی ہے جو تیزی سے تیسرے اسٹیج کی طرف بڑھ رہی ہے۔'' یہ سن کر میرے تو پیروں تلے زمین سرکنے لگی میں نے خود ایکسپرے کا پی دیکھی واقعی پھیپھڑے سخت متاثر ہوئے تھے صورت حال کافی خطرناک تھی۔ نانی امی اور ابو کے سوا ہمارا اس بھری دنیا میں تھا ہی کون' میں نے تیزی کے ساتھ ہی ابو کا علاج شروع کروا دیا۔ اور ہر طرح سے ہم سب ان کا خیال رکھنے لگے جس سے انہیں کچھ نہ کچھ افاقہ ہوا۔

میرا تقرر مقامی اسپتال میں ہو گیا چارج لیتے ہی ابو نے اس اعزاز میں ایک شاندار پارٹی کا انتظام کیا آج وہ بہت خوش اور مسرور تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں آج تمام کائنات کا خزانہ مل گیا ہو۔

سارا گھر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ ابو نے اپنے تمام عزیز رشتے داروں نئے پرانے دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ حماد اور جنید کے دوستوں کے علاوہ میری سہیلیاں الگ تھیں اچھا خاصا ہنگامہ تھا۔ سب یہاں آ گئے تھے میں بھی ابو کو بلانے ان کے کمرے میں داخل ہوئی تو میری طرف پشت کیے وہ کارنر پر رکھی ہوئی امی کی تصویر سے مخاطب تھے۔

''غوثیہ دیکھو آج تمہاری بیٹی ڈاکٹر بن گئی ہے وہ بھی بہت خوش ہے اور میں بھی بہت خوش ہوں کہ مجھے میری محنت کا صلہ مل گیا۔ تمہاری خواہش بھی پوری ہو گئی تمہاری خواہش تھی نہ کہ مونا ڈاکٹر بنے مجھے یقین ہے میری طرح تم بھی بہت خوش ہو گی اور تمہاری روح بھی ہماری خوشی میں شریک ہو گی۔''

وہ مدہم مدہم لہجے میں تصویر سے مخاطب تھے۔ میرے رگ و پے میں ناگواری کی لہر دوڑ گئی وہ خاموش تھے تب میں نے انہیں اس طرح مخاطب کیا جیسے میں ابھی ابھی آئی ہوں۔

''ابو سب آ چکے ہیں چلیے سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' میں نے پردہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

''چلو..... چلو بیٹے.....'' وہ شفقت سے میرا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آئے رات گئے تک خوب چہل پہل رہی بڑی خوبصورت شام گری میں نے اب

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اپنے طور ابو کا علاج شروع کردیا اور ابو کی صحت بھی کافی سنبھل گئی تھی جیسے ہی حماد نے انجینئرنگ کا امتحان دیا ویسے ہی اس کی شادی کی تیاریاں ہونے لگیں نانی اماں نے خالہ کو بھی بلایا تھا تاکہ تاریخ مقرر ہوسکے ابو کی خواہش کے مطابق تاریخ مقرر کردی گئی جو کہ بہت قریب کی تھی۔

گھر میں زور و شور کے ساتھ شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں نانی اماں سارا دن ناجی خالہ کو لیے خریداری کرتی رہتیں۔ چھٹی کے روز مجھے بھی شامل کرلیتیں۔ جوں جوں شادی کے قریب آرہے تھے گھر خاندان کے افراد سے بھرنا شروع ہوگیا۔ ناجی خالہ کی دونوں لڑکیوں انیلا اور راحیلہ کے علاوہ سب لڑکیاں بری کے جوڑوں پر سلائی ٹانکا کررہی تھیں۔

مصباح کالے کالے تیکھے نینوں والی شرمیلی سی لڑکی تھی حماد کی پسند کے علاوہ بچپن سے میری خواہش تھی کہ مصباح میری بھابی بنے بڑے مان کے ساتھ ہم لوگ مصباح کو بھابی بنا کر گھر لے آئے گھر کا ہر فرد خوش تھا یہ دن میری زندگی کے خوش قسمت ترین دن تھے۔

مصباح بھابی نے آتے ہی سارا گھر سنبھال لیا تھا۔ وہ گھر جو نوکروں اور نانی کے سپرد تھا اب اس کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ بھابی کے سلیقے اور نفاست کی تصویر تھا نانی اماں تو ہر وقت بھابی کے کام کی تعریف کرتی رہتیں وہ اب گھر داری کے فرض سے فراغت پا کر اللہ اللہ کرتی رہتیں اب ابو کا خیال تھا کہ میری بھی شادی ہوجانی چاہیے مگر میں نے معذرت کے ساتھ انکار کردیا تھا۔ تب انہوں نے نانی اماں کے ہاتھ کہلوایا اور جب نانی اماں نے مجھ سے گھر بسانے کو کہا تو میں ان کی گود میں سر رکھ کر سسک پڑی۔

''نانی اماں آپ کو سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے بھی آپ مجھ سے کہہ رہی ہیں بتایئے مجھے میرے پاس کسی کو دینے کے لیے کیا ہے میرا سب کچھ تو مجھ سے چھن چکا ہے میں کسی کو دھوکا دوں بعد میں اگر جواب طلبی ہوئی تو اس میں رسوائی کا ذمہ دار کون ہوگا۔ میری بربادی کی داستان سنا کر کسی کو مطمئن کرسکیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں بتایئے بتایئے کہاں سے داستان سنائیں گی اور مجھے احساس شرمندگی سے بچاسکیں گی، کیا میں سر اٹھا کر جی سکوں گی۔'' اور نانی اماں بھیگی بھیگی آنکھوں کے ساتھ مجھے اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے کہہ رہی ہوں۔

''نہیں بیٹی یہ زمانہ اتنا فراغ دل نہیں ہے اور بے گناہ ہونے کے باوجود لڑکی کو ہی گناہ گار کہا جاتا ہے اس کا وجود بھٹی روح بن کر رہ جاتا ہے۔'' اس دن کے بعد سے میری شادی کی بات ختم ہوکر رہ گئی اب ابو حماد کو وصیت کرتے رہتے کہ مونا کا بہت خیال رکھنا۔

ابو جو بظاہر بالکل ٹھیک تھے ایک دن اچانک چپکے سے ہم سب سے منہ موڑ گئے یہ حقیقت ایک جان لیوا قیامت تھی جو آئی اور گزر گئی وقت پھر پر لگا کر اڑنے لگا اپنی اپنی جگہ سب سنبھل گئے تھے تین سال گزر گئے تھے میرا ٹرانسفر دوسری جگہ ہوگیا تھا میں اسی تیاری میں لگی ہوئی تھی شاپنگ کے بعد میں سیٹ سنبھالتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی جنید بھی بہت سے شاپرز پیچھے گاڑی میں رکھتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

''ارے...... میں ابھی آیا آپی ایک بہت ضروری چیز تو میں خریدنا بھول گیا۔'' اس کے ساتھ ہی وہ سامنے والے اسٹور میں تیزی سے داخل ہوگیا اور میں آنے جانے والے لوگوں اور

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ٹریفک کو دیکھنے لگی اور میری سوچیں نہ جانے کہاں کہاں پرواز کرنے لگیں اتنے میں بدبو کا ایک ناگوار جھونکا میرے منہ میں گھستا چلا گیا۔ میں نے انتہائی برا سا منہ بنا کر اس پر نظر ڈالی۔

''میرے منہ پر تھوکو تھوکو نہ میرے منہ پر۔''

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ یہ ایک پاگل آدمی تھا پھٹے ہوئے انتہائی گندے کپڑے' داڑھی اور سر کے بڑھے ہوئے بال چہرے پر جا بجا خراشیں جن میں خون کی بوندیں نمایاں تھیں۔ پنڈلیوں پر بھی زخم اور خراشیں تھیں۔

''تھوکو تھوکو نہ میرے منہ پر۔'' وہ بری طرح سے اپنا منہ اور داڑھی نوچنے لگا گندے اور لمبے لمبے ناخنوں سے پھر وہ دوسری کار کی طرف چلا گیا پھر وہ اسی طرح ہر کار کے سامنے رُکتا۔ اپنا جملہ دھراتے ہوئے آگے بڑھ جاتا میری نظریں اس کے تعاقب میں تھیں پھر وہ ایک ہوٹل کے قریب رک کر چند لڑکوں کو دیکھنے لگا اور کچھ مانگ رہا تھا مگر ان لڑکوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی کچھ دیر وہ یونہی ہاتھ پھیلائے کھڑا رہا پھر وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ایک طرف بیٹھ کر اپنی میلی سی جیب سے مٹی کا ڈھیلا نکال کر کھانے لگا یہ منظر دیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں تھی میں نے آنکھیں موند لیں۔

اس کے بعد مجھے اکثر وہ پاگل بوڑھا یاد آجاتا اور میں توبہ توبہ کرنے لگتی خدا اس ذلت سے بچائے۔ جب ابو نہ رہے تو نانی اماں کا بوڑھا وجود کہاں تک ساتھ دیتا ایک دن وہ بھی تنہا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

تب میں نے شہر کی فضا سے اکتا کر اپنا ٹرانسفر اس چھوٹے سے گاؤں میں کروالیا۔ مصباح بھابی اور حماد کو خدا نے دو پیارے پیارے پھول سے

غزل

اپنے پیاروں کی جدائی میں گزاری ہوئی عمر
عرصۂ زیست میں یہ ہے مری ہاری ہوئی عمر

ربطِ احساس نے وابستہ رکھا ہے تم سے
جتنی بھی میں نے بسر کی' وہ تمہاری ہوئی عمر

ایک ہی سانس میں دینے لگی ہر دکھ کا حساب
میری یادوں کے سبھی بوجھ سہاری ہوئی عمر

جانے کیوں ریشمی دھاگوں کی طرح الجھی رہی
اتنے محتاط رویوں سے سنواری ہوئی عمر

کاٹ دی دھوپ کے صحراؤں میں چلتے چلتے
میں نے خوابوں کے دریچوں سے پکاری ہوئی عمر

دل نے دیکھا ہی نہ تھا گردشِ دوراں کی طرف
تم نے پوچھا تو مری روح پہ طاری ہوئی عمر

شاہدہ حسن

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بچے دیے ہیں۔فرخ اور ہنی...... دونوں چھٹی کے روز اپنی پھوپو کے پاس آجاتے ہیں دونوں کو مجھ سے بہت محبت ہے۔

جنید کے خط ہر تیسرے روز بڑی پابندی سے آتے ہیں جن میں وہ اپنی تعلیم اور ہاسٹل کے واقعات لکھتے ہیں۔اسے اپنی آپی سے بہت محبت ہے نا آج چھٹی تھی اور موسم بھی بہت خوشگوار تھا۔

گاؤں کی کھلی کھلی فضارات کی بارش سے بہت نکھر گئی تھی۔ میں اپنے گھر کے چھوٹے سے لان میں آ گئی اور رشیدن سے بھی کہا۔

''ناشتہ وہیں لے آؤ۔'' ناشتے کے بعد میں کافی کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے پرندوں کی چہکار سن رہی تھی اور ننھے منے کھلے اَدھ کھلے پھولوں اور کلیوں کو دیکھ رہی تھی صبح طبیعت بہت تروتازہ ہوگئی تھی کتنا بھلا لگ رہا تھا یہ سب کچھ ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ جیسے کائنات بھی اس حسین نظارے پر تھم گئی تھی۔

اچانک میرے کانوں میں ایک نسوانی ہنسی گونجی میں نے نظر اٹھا کر اس طرف دیکھا سامنے والے مکان کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ یہ فیروزاں اور نور محمد کا گھر تھا۔بس اس گھر کے تین ہی فرد تھے فیروزاں اور نور محمد اور ان کی خوشیوں کا مرکز تین سالہ پپو دونوں میاں بیوی ترقی پسند تھے نور محمد انٹر تھا اور فیروزاں نے میٹرک کیا تھا نور محمد شہر کے کسی ہسپتال میں کمپاؤنڈر تھا فیروزاں ویسے تو گھر میں بیٹھی رہتی تھی مگر میں نے جب سے یہاں کلینک کھولا تھا تب سے اس کا شوق اور ذہانت دیکھ کر میں نے تھوڑی سی تربیت کے بعد نرس کے طور پر رکھ لیا تھا۔

چھٹی کے روز وہ لوگ اپنے بچے کے ساتھ اکثر کھیلتے نظر آتے تھے۔

کس قدر پُرسکون اور مکمل زندگی ہے ان لوگوں کی۔'' یہ سوچ کر ایک انجانا سا دکھ میری رگوں میں سرایت کر گیا اور میں بے دلی سے میز پر پڑی ڈاک دیکھنے لگی۔

دو تین ضروری لیٹروں کے بعد جنید کا جانا پہچانا نیلا لفافہ اٹھایا تعلیمی مصروفیات کے بعد اس نے لکھا تھا۔

''آپی ایک اہم اور چونکا دینے والی خبر آپ کو وہ پاگل یاد ہے وہی...... جو کہتا تھا میرے منہ پر تھوکو...... ہاں وہی بے چارہ آج ایک ٹرک کے نیچے آکر بری طرح کچلا گیا معلوم ہے وہ کون تھا......وہ انوار چچا تھے اتنے بڑے بزنس مین نے روٹی کے ٹکڑوں کے لیے اپنے آخری دن کس ذلالت میں گزارے نہ معلوم بے چارے کو کن گناہوں کی سزا ملی میرے ذہن پر تو آپی اس واقعے کا گہرا اثر ہوا خدا کی پناہ میں نے بارہا اسے دیکھا تھا۔ بالکل نہ پہچان سکا۔'' واقعی یہ خبر چونکا دینے والی تھی۔

عزتوں کے قاتل کو خدا نے کس قدر عبرتناک سزا دی تھی میری آنکھوں میں وہ منظر گھوم گیا جب وہ مٹی کا ڈھیلا کھا رہا تھا۔ میرے دشمن کو تو سزا مل چکی تھی مگر مجھے یہ کیسی سزا مل رہی تھی کہ میں تنہا رہ گئی تھی۔ رات کی تنہائی مجھے کاٹنے کو دوڑتی تھی دن کی ساری رونقیں مجھے بے مزہ لگتیں تھیں۔ میری ہر آرزو تشنہ رہ گئی تھی۔

میں تنہائی سے بہت گھبراتی تھی مگر میں تنہا رہنے پر مجبور تھی میری بربادی کا ذمہ دار کون تھا امی یا انوار چچا جنھوں نے میری دنیا لوٹ لی تھی۔ مجھے کربناک تنہائی کے غار میں پھینک دیا تھا نہ مٹنے والی روح کی پیاس تھی اور اب میں تھی......

لیہ سے بھیجی گئی رقاصہ کی کہانی

رقاصہ

پردے اور بے پردگی کے درمیان بہت
معمولی فاصلہ ہے اگر کوئی اس کو سمجھے تو.....

صبغہ احم

(پردے کے پیچھے چھپے ایک نشان کی کہانی۔ معاشرے میں ہر کوئی عزت سے اٹھنا بیٹھنا چاہتا ہے۔ لیکن اسی معاشرے کے لوگوں کی اٹھتی آوازوں کے باعث اس نام نہاد عزت کو کمانے کے لیے انسان پردے کے پیچھے چھپنے پر مجبور ہو جاتا ہے)

آیئے حضور!
جان لیجیے
دل ہے فقط آپ کا
مان لیجیے
آیئے حضوررر.....

گیت کے مدھر تالوں پر چوبارے کی سب سے مشہور رقاصہ مہر ماہ چوہدری محوِ رقص تھی۔ چوبارہ اس وقت ایک آتش کدہ بنا ہوا تھا۔ تھرکتے پیروں کے ساتھ ناچتے ہوئے وہ دیوان خانے میں موجود تماش بینوں کے دل کو بھی تھرکنے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ محض رقاصہ نہیں تھی بلکہ ایک آتش تھی جو چوبارے میں فقط دل لبھانے کے لیے آنے والے ہر مرد کے سینے میں لگ جایا کرتی تھی۔ ہر ہفتے کی شب کو چوبارے میں ایک خاص پروگرام رکھا جاتا تھا جس میں خاص نمبر مہر ماہ چوہدری ہی کرتی تھی۔ اپنی تئیس سالہ زندگی کے پچھلے تیرہ سال اس نے اس چوبارے میں گزارے تھے اور اب تک وہ یہ مقام حاصل کر چکی تھی کہ اسے بلا تکلف چوبارے کی 'ملکہ' کہا جاتا تھا۔ ہر خاص محفل کے پروگرام کے لیے مہر ماہ کو آگے رکھا جاتا تھا۔ معمول کے مطابق آج بھی مہر ماہ کے خاص پروگرام کی خاطر بہت سے امرا وزیر، سیاست دان، بڑے بڑے افسر اور دل لگی کرنے کی خاطر آئے چند متوسط لوگ بھی موجود تھے۔

آیئے حضور.....!
جان لیجیے۔

مہر ماہ پورے جوبن سے ناچ رہی تھی۔ سرخ گھیر دار فراک میں اس کا روپ گلاب کی مانند کھلا ہوا تھا۔

www.pakistanipoint.com

آیئے حضوررر.....

گھنگروؤں کی چھنکار میں محفل کا اختتام ہو چکا تھا۔

واہ، واہ.....دل لوٹ لیا مہر ماہ جی۔

آہ! ملکہ جی آپ نے تو محفل لوٹ لی۔ حاضرین کی داد و تحسین پیچھے ہی کہیں رہ گئی تھی، ہمیشہ کی طرح گانا ختم ہوتے ہی مہر ماہ دیوان خانے سے اٹھ کے اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

''کیا مہر ماہ باجی! آج بھی آپ نے ایسا ہی کیا نا۔'' نازو نے بڑی دل سوزی سے کہا۔

''ہاہاہا..... نازو تو کئی سالوں سے میرے ساتھ ہے پھر بھی میرے مزاج کو سمجھ نہیں سکی۔'' مہر ماہ نے ذرا توقف کیا پھر ایک ادا سے بولی۔

''ارے سن پگلی.....اگر میں انھیں اس طرح تڑپتا نہ چھوڑوں تو یہ مجھے کاٹ کھائیں۔ یہ حسن پرستی کی پیاس جو ہے نا یہ مرد کو پاگل کر دیتی ہے اور جب تک اس کی یہ پیاس بجھ نہ جائے وہ زبان لٹکائے یہاں آتا ہی رہے گا اور میں کبھی اس کی یہ پیاس بجھنے نہیں دوں گی سمجھی کچھ۔'' مہر ماہ کا لہجہ بڑا کاٹ دار تھا۔ نازو جو بڑی دل جمعی سے گلاب کی پتیوں سمیت عرقِ گلاب سے بھرے تھال میں مہر ماہ کے پاؤں دھو رہی تھی چونک کر مہر ماہ کو دیکھنے لگی جہاں مہر ماہ کی سرد نگاہوں نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔

''مہر ماہ باجی اب آپ آرام کریں، شب بخیر.....'' نازو تھال لے کر کمرے سے نکل گئی۔ نازو کے جاتے ہی مہر ماہ نے شبِ گزیدگی کی چادر تان کر آنکھیں موند لی تھیں لیکن ماضی کی بازگشت

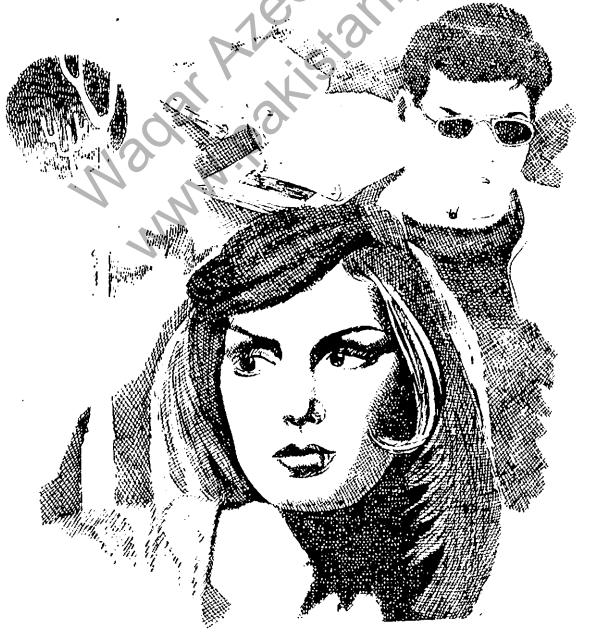

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

نے مہر ماہ کی آنکھوں سے نیند چرالی تھی۔

''مہرو میری بیٹی عزت کمانا پیسے کمانے سے زیادہ مشکل کام ہے۔'' مہر ماہ کی سماعتوں میں اماں کی آواز گونجی تھی۔ کئی سال پہلے اماں کی کہی بات مہر و کو اس چوبارے میں آ کے سمجھ آئی۔

''عزت کمانا واقعی مشکل کام ہے اماں۔''

مہر ماہ نے جیسے خود کو باور کروایا۔ آج کی رات پھر مہر ماہ کی آنکھوں میں کٹنی تھی۔

☆.....☆.....☆

''یاسر اٹھ جا یار..... یونیورسٹی سے دیر ہو رہی ہے۔'' ایان اور صارم بھی یونی کے لیے نکل گئے ہیں۔ علی کی آواز کا یاسر پر کوئی خاص اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ہوں ہاں کر کے دوبارہ سو گیا تھا۔

''کہا بھی تھا اس منحوس چوبارے پر مت جا۔''

''اب پہلے لیکچر کی وہ براؤن بالوں والی میڈم کلاس میں گھسنے نہیں دے گی۔'' علی کے اتنا کہتے ہی یاسر نے کانی آنکھ سے علی کو دیکھا۔

''ویسے کل رات تو بھی ہمارے ساتھ ہی تھا۔'' یاسر نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور علی کے بازو پر ایک زور کی دھپ لگائی۔

''چل اب بکواس نہ کر بلکہ جلدی کر دیر ہو رہی ہے۔'' علی خجالت سے کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں یاسر اور علی یونیورسٹی پہنچ گئے۔ ایان اور صارم پہلے ہی کیفے میں ان دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ایان نے یاسر کو آتا دیکھ کر جوش سے ہاتھ ہلایا۔

''آؤ جگر کے ٹوٹوں.....'' ایان نے کمینی سی ہی ہنس کے کہا۔

''آ ہی رہے ہیں..... ہاتھ نیچے رکھ تو۔'' علی کے چہرے پر جھلاہٹ واضح تھی۔

''مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم یونی آتے ہی کیوں ہیں۔ اپنا بوریا بستر باندھ کر چوبارے میں کیوں نہیں پڑ جاتے۔'' علی نے تپتے ہوئے لہجے میں مزید کہا۔

''یاسر..... اسے تو کلاس میں ہی چھوڑ آ، جا کے میڈم کے درشن کر لے۔'' صارم نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے بس بھی کرو بھائی لوگ! اور علی تو پریشان مت ہو اپنی حاضری لگ جائے گی' فکر کس بات کی ہے۔'' یاسر نے گویا علی کو تسلی دی اور صارم سے مخاطب ہوا۔

''تو بتا صارم، وہ آج آئی ہے کیا؟''

''وہ کون؟'' صارم نے آنکھ دبائی۔

''تجھے پتا ہے میں کس کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ چل اب بتا بھی دے۔'' یاسر نے بے چینی سے کہا۔

''آئی بھی ہے تو تجھے کون سا منہ لگائے گی۔'' صارم کے اتنا کہتے ہی ایان اور علی نے زور کا قہقہہ لگایا۔

''یار تو دوست ہے یا دشمن۔'' یاسر خجالت بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''ہاہاہا..... اچھا اچھا بتاتا ہوں۔ موڈ تو ٹھیک کر۔'' صارم گویا ہوا۔

''لیکچر سے پہلے مہرین اور امبر کینٹین میں آئی تھیں۔ یار تجھے پتا تو ہے وہ مہرین کسی لڑکے کو بلانا پسند نہیں کرتی۔ سارا وقت اس کے چہرے پر نقاب رہتا ہے پھر ظاہر سی بات ہے تجھے بھی کیوں منہ لگائے گی تو بس یونہی اس کے پیچھے خوار ہو رہا ہے۔'' صارم نے تفصیلاً ساری بات بتائی تو ایان

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اور علی نے بھی اس کی تائید کی۔

''اچھا میرے دماغ میں ایک پلان ہے' ہو سکتا ہے وہ کامیاب ہو جائے۔'' یاسر نے ان تینوں کو دوسرا سرا پکڑاتے ہوئے کہا۔ وہ تینوں یاسر کی طرف متوجہ ہوئے تو یاسر نے چھوٹے کو چائے کے لیے آواز لگائی۔

☆.....☆.....☆

دوسرا لیکچر شروع ہونے سے پانچ منٹ پہلے ہی وہ چاروں کلاس میں پہنچ گئے تھے۔ پلان کے مطابق یاسر نے امبر کو مخاطب کرتے ہوئے بات شروع کی۔

''السلام علیکم'' یاسر نے چھوٹتے ہی سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' امبر کا لہجہ ہمیشہ کی طرح سرد تھا۔

''کیسی ہیں آپ؟ وہ ہم نے کلاس کے حوالے سے ایک ٹرپ پلان کیا ہے۔ شمالی علاقہ جات کی سیر ہوگی۔ آپ کا گروپ بھی شامل ہو جائے تو کلاس کی تعداد پوری ہو جائے گی۔'' یاسر نے التجائیہ انداز میں کہتے ہوئے مہرین پر ایک مکمل نظر ڈالی۔

''ہماری طرف سے پیشگی معذرت ہے۔ ہم شامل نہیں ہو سکیں گے۔'' مہرین نے نظریں ملائے بغیر یاسر سے کہا۔

''جی بالکل..... ہم ایسی مخلوط محفلوں میں شامل نہیں ہوتے۔'' امبر نے مہرین کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''یقین کریں یہ ٹرپ بہت یادگار رہے گا۔'' یاسر نے زور دیتے ہوئے کہا۔

''یقیناً..... آپ کی دعوت کا شکریہ۔'' مہرین کا لہجہ ہنوز سخت تھا۔ یاسر اپنے چہرے پر زبردستی لائی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ واپس مڑ گیا۔

''کیا ہوا منع کر دیا؟'' یاسر کا لٹکا ہوا چہرہ دیکھ کر صارم نے کہا۔

''ہاں منع تو کر دیا لیکن میں آرام سے بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ یہ نقاب میں اتروا کر رہوں گا۔'' یاسر کی آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔ صارم کو ڈر تھا کہ وہ کچھ غلط ہی نہ کر لے۔

''چھوڑ یار' ان کا تو یہی حال رہنا ہے۔ تو کیوں اپنا جی جلا رہا ہے۔ چل بتا چوبارے کا کیا پروگرام ہے۔ مہر ماہ کا خاص نمبر ہے۔'' صارم نے اس کا دھیان مہرین سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کی۔ مہر ماہ کا نام سنتے ہیں یاسر بھی مسکرا دیا۔

''ادھر مہرین منہ نہیں لگاتی، ادھر مہر ماہ ہاتھ نہیں آتی۔ بندہ جائے تو کدھر جائے۔'' یاسر نے استہزائیہ مسکراہٹ سے کہا۔

''ہاں سچ میں یہ مہر ماہ بہت عجیب اور پراسرار لڑکی ہے۔ نہ کسی سے کوئی بات کرتی ہے نہ کسی کو ملاقات کا شرف بخشتی ہے۔'' ایان نے کہا۔

''کوٹھے پر زندگی گزارنے والی لڑکی کا ایسا رویہ ہونا بھی مشکوک بات ہے۔'' علی نے اپنا حصہ ڈالا۔

''خیر دل لگی کے لیے تو اتنا کافی ہی ہے کہ وہ ہفتے کی اختتامی شب ہمارے نام کرتی ہے۔'' صارم نے آنکھ دبا کر کہا۔

''پھر اس ہفتے کا پروگرام پکا ہے۔'' ایان نے تصدیق چاہی۔

''آہاں..... پکا ہی سمجھو۔'' یاسر نے ایان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تصدیق کی مہر ثبت کی۔

☆.....☆.....☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تیری امید تیرا انتظار جب سے ہے.....
نہ شب کو دن سے شکایت نہ دن کو شب سے ہے

چوبارے میں فیض احمد فیض کی غزل پر مہر ماہ کا خاص نمبر چل رہا تھا۔ وہ چاروں دیوان خانے میں ایک طرف بیٹھے ہوئے مہر ماہ کا کلاسکل رقص دیکھ رہے تھے۔ مہر ماہ کی آنکھوں میں ایسا حزن تھا کہ یاسر کی نظریں بار بار اس کی آنکھوں پر مرتکز ہو جاتیں۔ وہاں بیٹھا ہر شخص اس وقت مدہوش تھا۔ مہر ماہ ہوش ربا نظروں سے سیدھ میں دیکھتی ہوئی رقص کر رہی تھی۔ اس سے نظریں ملانے کی خاطر وہاں بیٹھا ہر امیر کبیر شخص اپنی دولت لٹانے کو تیار تھا لیکن مہر ماہ بھی اپنے نام کی ایک تھی شو ختم ہوتے ہی وہ داد وصول کیے بنا اپنے کمرے کی ہو جاتی۔ مہر ماہ کا خاص نمبر ختم ہوتے ہی یاسر اور صارم نازو کی طرف لپکے۔

''ہم مہر ماہ جی سے ملنا چاہتے ہیں۔'' صارم نے کہا۔

''آپ نئے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں شاید ملکہ باجی کسی سے ملتی نہیں ہیں۔'' نازو نے تھوڑی پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

''دیکھیں' ہم بس ایک چھوٹی سی ملاقات چاہتے ہیں صرف پانچ منٹ کے لیے، زیادہ ٹائم نہیں لیں گے۔'' یاسر نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

''اچھا' ابھی آپ لوگ چلیں جائیں۔ آپ کی درخواست مہر ماہ جی تک پہنچ جائے گی۔'' نازو ایک ادا سے کہتے ہوئے مہر ماہ کے کمرے کی طرف چل دی۔

☆.....☆.....☆

دوسرے دن علی کو ضروری کام سے گھر جانا پڑا۔ یاسر اکیلا ہی یونیورسٹی آیا تھا۔ علی کے نہ ہونے کی وجہ اسے اٹھنے میں دیر ہو گئی تھی۔ انتہائی عجلت میں ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ مہرین سے ٹکرایا تھا۔ مہرین کے ساتھ امبر اور اس کے گروپ کی دو لڑکیاں اور بھی تھیں۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' مہرین اپنی کتابوں سمیت سیڑھیوں پر گر گئی تھی۔

''اوہ سوری' آپ ٹھیک ہیں؟ میں بس جلدی میں تھا۔ آپ کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' یاسر شرمندگی سے مہرین کی کتابیں اٹھانے لگا تو اس نے مہرین کے ہاتھ پر بڑا سا چوٹ کا نشان دیکھا۔

''یہ آپ کے ہاتھ پر کیا ہوا ہے؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ پوچھ بیٹھا۔

''آپ کو اس سے کوئی مطلب ہے؟ چلو مہرین۔'' ربیعہ نے غصے سے کہا تو وہ چاروں سیڑھیاں اترنے لگیں۔

''حد ہوتی ہے یہ کلاس کے لڑکے بھی نا اتنی بے ہودہ حرکتیں کرتے ہیں۔ ہنہ..... پہلے کبھی کلاس میں آئے نہیں موصوف اور آج کہہ رہے ہیں میں جلدی میں تھا۔ بندہ پوچھے ڈیپارٹمنٹ میں ان کی کوئی فیکٹریاں چل رہی ہیں۔'' ربیعہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔

''ارے چھوڑو یار' مہرین تم ٹھیک ہو۔ چوٹ تو نہیں لگی۔''

''نہیں نہیں..... میں ٹھیک ہوں۔'' مہرین عجیب گھبراہٹ بھرے لہجے میں بولی۔

''مہرین اتنا پریشان مت ہو۔ یونیورسٹی میں یہ سب چلتا رہتا ہے۔'' امبر نے کہا تو مہرین 'ہوں' کر کے رہ گئی۔

یاسر کلاس میں پہنچا جہاں ایان اور صارم اس کے منتظر تھے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''کہاں رہ گئے تھے؟'' یاسر کو آتا دیکھ کر صارم بولا۔

''ہم تیرے انتظار میں یہاں بیٹھے تھے۔ آج پہلا لیکچر آف ہے۔'' ایان بولا۔

''میری قسمت ہی خراب ہے۔ آج آ ہی گیا ہوں تو لیکچر ہی آف ہو گیا۔'' یاسر جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

''کیا ہوا؟ یہ منہ پر بارہ کیوں بجائے ہوئے ہیں۔'' صارم بولا۔

''حالانکہ گھڑی پر تو آٹھ بج رہے ہیں۔'' ایان نے ہنستے ہوئے ٹھوکا دیا۔

''اوئے بس کرو، اپنی بکواس شروع کی ہوئی ہے، مجھے بولنے تو دو۔''

''ہاں ہاں بول۔'' دونوں یک دم سنجیدہ ہو گئے۔

''ڈیپارٹمنٹ آتے ہوئے مہرین سے مڈبھیڑ ہو گئی اور وہ سمجھی کہ میں جان بوجھ کر اس سے ٹکرایا ہوں۔ وہ اور اس کے گروپ کی لڑکیاں مجھے سخت سست سنا کے چلی گئیں۔''

''اور تو کچھ نہیں بولا۔'' ایان یک دم بھڑک گیا۔

''ایان اسے بولنے تو دے۔'' صارم نے کہا۔

''ارے کیا بولتا میں معذرت کر کے آ گیا۔ غلطی بھی تو میری تھی۔'' یاسر نظر بچاتا ہوا بولا۔

''دیکھ لیا تو نے، یہ بس ہمیں ہی سنا سکتا ہے۔ مہرین کے آگے تو اس کی زبان کو قفل لگ جاتا ہے۔'' ایان کا لہجہ تپا ہوا تھا۔

''اتنا جذباتی مت بو ایان..... اس بے عزتی کا بدلہ ہم ضرور لیں گے۔ چلو چل کر چائے پیتے ہیں۔'' صارم نے معاملہ ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا تو

شور

تمہاری یاد کے موسم
کسی بے ساختہ پل میں
مجھے سرگوشیاں کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں
میں خود سے دور ہوتا جا رہا ہوں
انہیں اب کیا بتاؤں؟
تم بتاؤ ناں!
مجھے معلوم ہے، اس بار بھی تم کچھ نہ بولو گے
تمہاری خوش الحانی کے بہت سے بدگماں موتی
کسی ویران ساحل پر
ہزاروں سیپیوں کے درمیاں
بکھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں
مجھے معلوم ہے، اس بار بھی تم کچھ نہ بولو گے
چلو
میں ہی بتاتا ہوں
کسی کے خواب آنکھوں میں
دھندلکے بن کے پھیلے ہوں
تو کچھ اچھا نہیں لگتا

م۔م۔ مغل

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

وہ تینوں کینٹین کی طرف چل دیے۔

☆......☆......☆

لائبریری میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی نظر میں وہ کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی لیکن اصل میں وہ اس وقت کسی اور ہی سوچ میں غلطاں تھی۔

''یہ آپ کے ہاتھ پر کیا ہوا ہے؟'' پسِ منظر میں کوئی بولا تھا، ساتھ ہی اس کا عکس مہرین کی آنکھوں میں لہرا گیا۔ کتاب سے نظر ہٹا کر وہ ہاتھ پر موجود نشان کو دیکھنے لگی جو ایک پرانے زخم کا غماز تھا۔ زخم تو بھر گیا تھا لیکن اپنا نشان مہرین کے نرم گلابی ہاتھ پر ثبت کر گیا تھا۔ جانے کتنے ہی دیر بے ربط نگاہوں سے وہ نشان کو دیکھتی رہی پھر جیسا اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ ریک میں کتاب واپس رکھنے کے بعد وہ لائبریری سے نکل گئی۔

☆......☆......☆

آج ہفتے کی شب تھی۔ چوبارے میں ہر طرف گہما گہمی تھی۔ چوبارے کی لڑکیاں گلاب کی پتیوں اور گجرے کے تھال لیے پر شوخ ہنسی ہنستے ہوئے ادھر سے ادھر پھر رہی تھیں۔

پروگرام شروع ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا جب وہ چاروں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔

''دیکھو پھر یار، مہر ماہ کیا کہتی ہے؟ نازو سے بات کی تھی نا۔ مہر ماہ نے کوئی تو جواب دیا ہوگا۔'' صارم نے پر یقین لہجے میں کہا۔

''جو بھی ہے مثبت جواب تو نہیں دیا ہوگا۔ آج تک وہ کسی سے نہیں ملی اور ہم کوئی اس کے ماے کے پتر تو ہیں نہیں تو وہ ہم سے کیوں ملے گی۔'' علی نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تو زندگی سے اتنا بیزار کیوں ہے بھائی؟'' علی کی بات پر صارم نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسی وقت مہر ماہ کا خاص نمبر شروع ہونے کا اعلان کیا گیا۔ دیوان خانے میں موجود ہر اک شخص چوکس ہو کر بیٹھ گیا۔ سبز انارکلی فراک میں مہر ماہ میں دیوان خانے میں داخل ہوئی۔

ہمیشہ کی طرح آتے ہی وہ سب کے حواسوں پر چھا گئی۔ ہر گزرتے پروگرام کے ساتھ مہر ماہ کا رنگ و روپ نکھرتا جا رہا تھا۔ ہر خاص نمبر میں وہ پہلے سے زیادہ تیاری کے ساتھ آتی اور پہلے سے زیادہ حسین لگتی۔ وہاں بیٹھا ہر شخص اپنے خیال میں مہر ماہ کو اپنے قریب محسوس کر رہا تھا۔ مہر ماہ پورے جوش سے گھوم رہی تھی۔

اس کا گھیر دار فراک بھی اس کے ساتھ گول گول گھوم رہا تھا۔ اس دفعہ بھی یاسر کا مرکزِ نگاہ مہر ماہ کی آنکھیں تھیں۔ پھر اچانک پتا نہیں کیا ہوا یاسر یک دم اٹھا اور اس نے دیوان میں رقص کرتی ہوئی مہر ماہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مہر ماہ کی گھبراہٹ حد سے سوا تھی۔ یہ انکشاف کا لمحہ تھا۔ مہر ماہ کے ہاتھ پر موجود نشان نے یاسر کو حیرتوں کے سمندر میں ڈبو دیا تھا۔

''مہرین......'' یاسر نے عجیب بے یقینی سے کہا۔ مہر ماہ نے پورا زور لگا کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ یہ سب کچھ ایک لمحے میں ہوا تھا۔ مہر ماہ کی حقیقت کھل گئی تھی۔ دیوان میں بیٹھے لوگ اپنی نشستوں سے اٹھ کر یاسر کی طرف بڑھنے لگے تو مہرین وقار عرف مہر ماہ نے التجائیہ نظروں سے یاسر کو دیکھا۔

مہر ماہ سے مہرین تک کا فاصلہ گویا اس نے دیوان میں کھڑے ہی عبور کر لیا تھا۔ یاسر نے یک دم مہرین کا ہاتھ چھوڑا اور تیز تیز چلتا ہوا دیوان خانے سے باہر نکل گیا۔

رباظ

(قسط نمبر 4)

وہ انسانوں کی دنیا میں چلا آیا تھا پھر اس کے ساتھ کیا ہوا.....

لمحہ لمحہ پُراسراریت بڑھاتی تحریر

کاوش صدیقی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

اس نے زہرہ کے دائیں ہاتھ کی انگشتری کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا رہا تھا..... میں نے غور سے اس کا جائزہ لیا..... وہ شکل سے ہی دھوکے باز دکھائی دے رہا تھا.....

کافی دیر بعد اس نے زہرہ کی انگلی چھوڑی اور تشویش بھرے انداز میں بولا۔

''بہت ہی خطرناک..... بہت زبردست.....!!''

''کیا ہوا مجید بھائی.....!'' افضال نے فوراً پوچھا۔

''خیریت تو ہے.....؟''

''اس لڑکی پر تو بڑا زبردست علم کیا گیا ہے..... جادو ہے اس کے اوپر.....!!''

''اوہ..... جادو.....!!'' افضال چونکا۔

خود زہرہ اور اس کا باپ مبارک ان دونوں کی شکلیں حیرت سے دیکھ رہے تھے.....!!

''ہاں..... اس کا تو اتارا ہو گا..... بہت زبردست تعویذ گاڑا گیا ہے، اس کے نام کا.....!!''

''ایسا کس نے کیا ہے.....؟'' مبارک نے پوچھا۔

''بھئی..... یہ تو راز کی بات ہے.....!'' مجید بولا۔

''ہمیں سب کچھ معلوم ہوتا ہے..... لیکن ان معاملات میں زبان کھولنا ہمارے لیے مناسب نہیں ہوتا..... کیونکہ پھر آپس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور جھگڑے فساد کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے..... بہرحال یہ قریبی لوگ ہوتے ہیں، جو ایسا کرتے ہیں..... روز کے آنے جانے والے اور رشتے دار بھی یہ کام کرتے ہیں.....!''

''لیکن ہمارے خاندان میں تو کوئی بھی نہیں

ہے، جو ایسا کرے.....!!'' مبارک نے جواب دیا۔

''کسی کی شکل پر نہیں لکھا ہوتا..... اور نہ ہی یہ چیزیں نظر آتی ہیں.....'' مجید بھائی نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

''اور ذاتی دشمنیاں ان ہی طریقوں سے نکالی جاتی ہیں..... تاکہ کام بھی ہو جائے اور کسی قسم کا الزام بھی نہ لگے..... اب مثال کے طور پر اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ زہرہ پر اس کی خالہ نے جادو کیا ہے، تو کیا تم ابھی جا کر اس کا گلا نہیں دبا دو گے کیا۔؟''

''ہاں..... اس طرح.....!!'' میں آگے بڑھا اور واقعی مجید کا گلا دبا دیا..... لیکن میں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اسے صرف احساس ہو سکے..... چنانچہ بے اختیار اس کے ہاتھ اپنے گلے کی طرف بڑھے..... آنکھوں میں حیرت نمودار ہوئی اور وہ اچھل کر چاروں طرف دیکھنے لگا.....

''کیا ہوا مجید بھائی.....؟'' افضال نے حیرت سے پوچھا تھا۔

''اوں..... کک..... کچھ نہیں.....!'' وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں اب چلتا ہوں..... اگر اس لڑکی کا علاج کروانا ہو تو میرے پاس لے آنا..... اس کا اتارا ہوگا..... کچھ سامان کی ضرورت ہوگی، یا تو تم لوگ خود ہی لے آنا یا پھر مجھے رقم دے دینا..... میں خود ہی لے آؤں گا.....!!''

''ہاں..... اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے.....!'' افضال نے سر ہلایا۔

''میں انہیں بتا دوں گا.....''

''ٹھیک ہے..... سامان لے آنا، یا پھر پانچ ہزار روپے.....'' مجید بھائی نے بتایا۔ وہ اب بھی اپنی گردن سہلا رہا تھا.....

پھر وہ وہاں زیادہ دیر تک نہیں رکا تھا..... میں بھی اب اس کے بکواس سے پریشان ہو چکا تھا..... اگر وہ مزید کچھ دیر اور رکتا تو شاید میں حقیقت میں اس کا گلا دبا دیتا..... افضال اس کے ساتھ ہی باہر نکل گیا تھا.....

اس کے جاتے ہی زہرہ نے اپنے باپ سے کہا۔

''ابا.....! مجھے کچھ نہیں ہوا ہے..... میں ٹھیک ہوں..... افضال بابا سے کہو کہ میری فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... اور نہ ہی اس قسم کے لوگوں کو یہاں لانے کی اور مجھے تماشہ بنانے کی کوشش کریں.....!!''

''لیکن زہرہ..... افضال جو کچھ بھی کرتا ہے..... ہماری بھلائی کے لیے ہی کرتا ہے.....!!''

''ہاں..... لیکن وہ جذباتی ہو جاتے ہیں..... اور جذبات میں انسان بعض اوقات نقصان والے فیصلے کر لیتا ہے.....!!''

اس کے باپ نے پھر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور بات آئی گئی ہو گئی..... پھر رات کے وقت میں نے زہرہ کو ایک بار پھر مخاطب کیا۔

''تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے باپ پر کتنا قرضہ ہوگا.....؟''

''آپ..... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں.....؟'' اس نے پوچھا تھا..... اب میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میری آواز کی عادی ہو چکی ہے..... نہ اب وہ جھجکتی تھی اور نہ ہی اسے خوف آتا تھا۔

''پرسوں جاگیردار کی حکومت کا آخری دن

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہے..... اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کل تمہارا بال برابر بھی اس کا قرض نہ رہے..... اور تمہارے باپ پر جو بھی کچھ واجب الادا ہے، وہ اس کے منہ پر مار دیا جائے.....!!''

''لیکن..... وہ تو بہت رقم ہے.....!'' زہرہ بولی۔

''میرے حساب سے اگر میرے بابا پانچ سال تک دن اور رات محنت کریں تو شاید وہ قرض اتر جائے..... لیکن اب ان کے کمزور وجود میں اتنی سکت نہیں ہے کہ وہ یہ قرضہ اتار سکیں..... اور ویسے بھی جاگیردار نے جو اصل رقم دی تھی، اب اس میں کئی گنا سود شامل ہو چکا ہے.....!!''

''جو کچھ بھی ہے..... مجھے پوچھ کر بتاؤ..... میں کل ہی انتظام کر دوں گا.....''

''آپ..... آپ مجھے تو بتائیں کہ آخر ہیں کون.....؟'' زہرہ نے پوچھا۔

''تم کیا کرو گی پوچھ کر.....؟''

''میں اپنے محسن کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں.....!!''

''میں ایک جن ہوں.....'' میں نے بتایا۔

''میرا نام رباظ ہے..... اپنے ایک دوست کے ساتھ اس علاقے کی سیر کرنے آیا تھا..... تمہاری پریشانی مجھ سے دیکھی نہ گئی..... چنانچہ تمہاری مدد کرنے یہاں چلا آیا، اس کے عوض میں اب اپنے قبیلے سے بھی جدا ہو چکا ہوں.....!''

''کیا مطلب.....؟''

''ہاں..... میرے قبیلے کی روایات میں شامل ہے کہ ہمیں انسانی آبادیوں سے پرے ہی رہنا پڑتا ہے..... لیکن میں نے جب تمہاری خاطر اس روایت کو توڑا تو سردار کے حکم پر میرا تعلق بھی قبیلے سے ختم ہو گیا.....!''

''اوہ..... پھر اب کیا ہو گا.....؟'' اس کے لہجے میں تاسف تھا۔

''خوشی ہو گی.....!'' میں مسکرایا۔

''میں سمجھی نہیں.....!''

''جب تم لوگوں کو اس جاگیردار سے نجات مل جائے گی تو مجھے خوشی ہو گی.....''

''پھر..... آپ کہاں جائیں گے.....؟''

''ابھی تو میں اس دشت کی سیاحی کے لیے نکلا ہوں.....'' میں مسکرایا تھا۔

''وادی عجائب میں..... پہلا قدم رکھا ہے..... اب جہاں نصیب لے جائے گا..... چلا جاؤں گا.....!!''

☆.....☆.....☆

مجھے اس وقت شدت سے قالان کی یاد آ رہی تھی..... کاش وہ اس وقت ہوتا تو کافی معاملات میں میری راہنمائی کر سکتا تھا..... لیکن ایک بات یہ بھی تو تھی کہ میں اپنے قبیلے میں جانے کا مجاز نہیں تھا..... لیکن اس کے قبیلے میں جانے کی تو مجھے کوئی روک ٹوک نہیں تھی..... چنانچہ دوسرے دن میں صبح ہی زہرہ کے گھر سے نکل آیا..... اب میرے پاس صرف دو دن تھے، جن میں مجھے سارے کام نمٹانے تھے.....

میرا ارادہ پرواز ہی کا تھا، لیکن میں ذرا گاؤں کا بھی جائزہ لینا چاہتا تھا..... چنانچہ میں نے چہل قدمی کے سے انداز میں قدم بڑھا دیے..... واقعی یہ زمین کا بہت خوبصورت ٹکڑا تھا..... دور سے دیکھنے پر یوں گمان ہوتا تھا جیسے کسی پیالے کے گرد سبزہ اگا ہو..... کیونکہ اس آبادی کے چاروں طرف لہلہاتے ہوئے کھیت تھے..... سرسبز زمین تھی..... اس وقت کافی رونق تھی، کیونکہ سورج نکلتے ہی یہاں لوگ اپنے اپنے کاموں میں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

مصروف ہو جاتے تھے..... بہت سے لوگ مویشیوں کو ہنکارتے ہوئے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے..... کہیں بھینسوں سے دودھ ''کشید'' کیا جا رہا تھا اور کہیں کپاس کی بوریوں کی گنتی ہو رہی تھی..... کہیں لوگوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا اور کہیں عورتیں چٹائیاں بن رہی تھیں.....

بہت کچھ تھا، بلکہ سب کچھ تھا..... لیکن چہروں پر نہ تو خوشی تھی اور نہ ہی تازگی..... میرے خیال میں اس جاگیردار نے کسی عفریت کی طرح اس گاؤں پر مسلط ہو کر اس کے مکینوں سے دن کا چین اور سکون چھین لیا تھا.....

ابھی میں اسی بارے میں سوچ رہا تھا کہ ایک لمبے قد کا آدمی مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دیا..... میں ٹھٹھک سا گیا کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مجھے دیکھ رہا ہے..... یہ میرا وہم بھی ہو سکتا تھا..... لیکن پھر اس آدمی نے باقاعدہ میرے قریب آ کر آہستہ سے کہا۔

''اپنے قبیلے سے بھاگ کر تم یہاں بھٹک رہے ہو.....؟''

یہ سوال قطعی غیر متوقع تھا..... میں حیرت کے مارے اچھل پڑا۔ عین اسی وقت مجھے ایک عجیب سی بو کا احساس ہوا لیکن میں اسے کوئی معنی پہنانے سے قاصر رہا.....

''تم..... تم کون ہو.....؟'' میرے منہ سے نکلا۔

''یہ میں بعد میں بتاؤں گا.....!'' اس نے مجھے گھورا۔

''فی الحال تم یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو.....؟''

''تم نے مجھے کیسے دیکھا.....؟'' میں نے اس کا سوال نظر انداز کر دیا۔

''کیا تم انسانوں کو بالکل ہی بے وقوف سمجھتے ہو.....؟'' وہ بھنا کر بولا۔

''میں نہ صرف تمہیں دیکھ رہا ہوں، بلکہ میں اس بات سے بھی واقف ہوں کہ تم رباط ہو اور تمہیں قبیلے سے دربدر کر دیا گیا ہے.....!!''

یہ سن کر میں سناٹے میں آ گیا۔

☆.....☆.....☆

وہ مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں ابھی اپنے بچاؤ کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً وہ ہنسا اور آہستہ سے بولا۔

''میں قالان ہوں.....!!''

''اوہ.....!!'' یہ سن کر میں خوشی سے اچھل پڑا..... اور اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیتا وہ گھبرا کر بولا۔

''ارے ارے..... کیا کر رہے ہو.....؟ کوئی دیکھ لے گا تو تماشہ کھڑا ہو جائے گا..... آؤ ادھر آؤ.....!!''

پھر ہم دونوں تھوڑی دور موجود درختوں کی اوٹ میں آ گئے..... قالان نے کہا۔

''ہاں..... اب بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو.....؟''

میں نے اسے اپنی داستان سنائی..... وہ خاموشی سے سنتا رہا، میرے خاموش ہونے پر اس نے کہا۔

''تم نے بہت جلد بازی سے کام لیا..... مجھ سے مشورہ تو کرتے..... خوامخواہ اپنے اوپر قبیلے کے دروازے بند کر لیے.....''

''جو کچھ بھی ہوا، بس اچانک ہی ہوا..... میں نے تو خاشاب کے سامنے اپنی تمنا رکھی تھی..... مجھے اندازہ نہیں تھا کہ سردار میری زندگی اور موت تک کا فیصلہ صادر کر دے گا.....!!''

www.pakistanipoint.com

''خیر..... وقتی ابال ہے..... لیکن ظاہر ہے کہ فی الحال تو تمہیں ان آدم زادوں کے درمیان ہی کچھ عرصہ گزارنا ہوگا.....'' قالان نے کہا۔

''ہاں.....'' میں مسکرایا۔

''میری خواہش بھی پوری ہو جائے گی.....!! بہت شوق تھا مجھے انسانوں میں رہنے کا..... خیر..... میں تمہیں یاد بھی کر رہا تھا اور تم آ گئے..... اور مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کس کا روپ دھارا ہے.....؟''

''یونہی..... تمہیں تنگ کرنے کے لیے.....!'' وہ ہنسا۔

''میں نے جب تمہارے متعلق سنا تھا تو مجھے اس بستی کا خیال آیا تھا..... مجھے پورا یقین تھا کہ تم مجھے یہیں ملو گے..... اب یہ بتاؤ کہ تم کس چکر میں ہو.....؟''

میں نے اسے اپنی خواہش سے آگاہ کیا۔ وہ بولا۔

''جب تم نے کل جاگیردار کا بیڑہ غرق ہی کرنا ہے تو پھر اسے رقم دینے کا کیا فائدہ.....؟ دفع کرو سالے کو.....!!''

''ہاں..... یہ بھی تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو.....!'' میں نے کہا۔

''لیکن..... میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں.....!''

''اوہ.....!'' وہ چونکا۔

''پھر تو واقعی یہ کام کرنا ہوگا..... تم گھر پر جاؤ، میں آتا ہوں.....!''

میں نے سر ہلایا، پھر میں چپ چاپ زہرہ کے گھر پر آ گیا..... جہاں تھوڑی دیر بعد قالان بھی آ پہنچا..... اس نے زہرہ کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمک نمودار ہو گئی۔

''ہے تو بہت حسین..... واقعی.....!!''

''یار ایسے مت بولو.....!'' میں نے جلدی سے کہا۔

''اس لڑکی کے متعلق ایسی بات نہ تو میں نے خود سوچی ہے اور نہ ہی کسی کے منہ سے سننا چاہتا ہوں.....!!''

''اوہو.....!'' قالان نے مجھے غور سے دیکھا۔

''رشتہ بھی جوڑ لیا کیا.....؟ ارے نادان یہ حضرت انسان ہے..... اس سے مروت کی امید مت رکھنا.....!! یہ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا ہے.....!!''

''میرے کام کا کیا ہوا.....؟'' میں نے اس کی بات نظر انداز کر دی۔

''ہو گیا ہے.....!'' اس نے کہا۔

''زہرہ کی چارپائی کے نیچے ایک تھیلا موجود ہے..... جو نوٹوں سے بھرا ہوا ہے.....!! میں اب جا رہا ہوں.....!!''

''کہاں.....؟''

''ذرا کام ہے.....'' اس نے کہا۔

''تمہاری مدت سزا ختم ہونے تک تم سے ملتا رہوں گا..... بلکہ شاید بہت جلد تم سے ملاقات ہو گی.....!! ہاں.....!!''

☆.....☆.....☆

جاگیردار پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے..... جب بوڑھے مبارک نے اس کی مطلوبہ رقم اس کے حوالے کر دی..... لیکن وہ کچھ پوچھنے کا مجاز نہیں تھا..... اسے اپنی رقم سے مطلب تھا..... بہر حال شدید الجھن کے عالم میں اس نے نوٹوں کی گڈیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ آنکھوں میں حیرت کا سمندر موجزن تھا.....

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بوڑھا مبارک بے تاثر آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا..... جاگیردار کچھ کہنا چاہتا تھا..... لیکن اس کی زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی..... دوسری طرف مبارک کو زہرہ نے اچھی طرح سمجھا بجھا کر بھیجا تھا.....

چنانچہ اس نے جاگیردار کی طرف دیکھا اور کہا۔

''کیا اب میں آزاد ہوں.....؟''

''آں.....'' جاگیردار جیسے خواب سے جاگا۔

''ہاں.....!!''

''تو پھر..... کیا زہرہ اب میں کسی اور کے نکاح میں دے سکتا ہوں.....؟''

''کیا مطلب.....؟'' جاگیردار نے اسے گھورا۔

میں اس وقت وہیں موجود تھا..... اور دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔

''دراصل..... میرے مرحوم بھائی سکندر کا لڑکا دلاور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے..... اب اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کے لیے حامی بھر دوں.....؟''

جاگیردار کے چہرے پر برہمی کے سے آثار ابھر آئے..... وہ قدرے کرخت لہجے میں بولا۔

''دیکھو مبارک..... جو لڑکی ایک بار ہماری حویلی میں قدم رکھ دیتی ہے..... پھر اس پر ہمارا حق ہوتا ہے..... تم نے اپنا قرضہ ادا کر دیا..... یہ تمہاری اچھائی ہے..... لیکن رہا زہرہ کا معاملہ، تو اب وہ ہماری حویلی کی زینت ہے..... ہم نے جوگی بابا کو کہہ دیا ہے..... زہرہ کے ساتھ جو بھی مسئلہ ہے، وہ جلد حل ہو جائے گا..... اس کے بعد تم اسے ہمارے بارے میں سمجھاؤ..... کیا تم اسے اپنی خوش قسمتی نہیں کہو گے کہ اسے ہم اپنے خاندان میں شامل کرنا چاہتے ہیں.....؟''

یہ سن کر بوڑھا مبارک خاموش رہا..... وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا..... جاگیردار اسے غور سے دیکھ رہا تھا..... پھر وہ دوبارہ کہنے لگا۔

''بس..... اب تم جاؤ..... اور جلد اس کی صحت یابی کی دعا کرو.....!!''

مبارک اٹھ کر باہر نکل آیا۔ مجھے جاگیردار پر شدید غصہ آ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

گو کہ زہرہ پر میں کئی مرتبہ مسلط ہو چکا تھا..... اور اس پر غالب آ کر میں دوسروں پر یہ ظاہر کر چکا تھا کہ زہرہ پر اوپری اثرات ہیں..... لیکن جو میرا پروگرام تھا، اس کے مطابق یہ میری زندگی کا پہلا تجربہ ہوتا کہ میں کسی مرد پر حاوی ہوتا.....!!

مجھے آج جاگیردار کے وجود میں داخل ہونا تھا..... اسی لیے میں نے گزشتہ روز اس کے بھائی قاسم کو تیار کیا تھا..... چنانچہ میں ایک بار پھر حویلی میں داخل ہو گیا..... اس وقت وہ اپنے کمرۂ خاص میں تھا..... اور اپنی ایک عدد بیوی کے ساتھ محوِ گفتگو تھا.....

میں نے دیکھا کہ عورت کے چہرے پر قدرے بے زاری کے آثار تھے..... اور وہ جذباتی ہو رہا تھا..... پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب کچھ ہونے لگا جو کافی قابلِ اعتراض تھا.....

اس سے پہلے کہ بات مزید آگے بڑھتی، میں نے قالان کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا..... جاگیردار کو ایک زوردار جھٹکا لگا تھا..... میں اب اس کے جسم میں داخل ہو چکا تھا.....

اس کی بیوی نے وہ جھٹکا محسوس کر لیا تھا، چنانچہ وہ چونک کر بولی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''کیا ہوا.....؟''

مجھے اب صرف چند لمحے درکار تھے.....

چنانچہ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد جاگیردار بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''نہیں..... کچھ نہیں.....!!'' تم ایسا کرو کہ اپنے کمرے میں چلی جاؤ.....!''

''کیوں.....!'' وہ حیرت سے بولی۔

''آپ نے تو خود ہی مجھے بلایا تھا اور.....''

''ہاں.....'' جاگیردار نے سر ہلایا۔

''بس اچانک ہی کچھ گھبراہٹ سی ہونے لگی ہے.....اور ہاں..... ذرا نذیر کو میرے پاس بھیج دینا.....!''

وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی..... یہ نیا تجربہ میرے لیے دشوار گزار سا تھا..... یا پھر شاید یہ بات تھی کہ جاگیردار میرے لیے ناپسندیدہ شخصیت تھی، اس لیے اس کے جسم میں رکنا میرے لیے تکلیف دہ تھا.....

بہرحال اب وہ پوری طرح میرے قابو میں تھا.....اور میں جو بھی چاہتا اس سے کام لے سکتا تھا.....آج تک یہ تو ضرور ہوا تھا کہ وہ سب کو اپنی انگلیوں پر نچاتا رہا تھا.....لیکن اس وقت وہ صرف اور صرف میرا محتاج تھا.....

تھوڑی دیر بعد نذیر کمرے میں داخل ہوا اور ادب سے ایک جانب کھڑا ہو گیا..... جاگیردار نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ادھر آؤ نذیر.....! یہاں بیٹھو.....!''

''جی.....؟'' وہ چونک کر بولا۔

''بھئی..... آؤ ادھر بیٹھو..... مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں.....!'' اس کا لہجہ خلاف توقع تھا.....

نذیر حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات لے کر محتاط انداز میں اس کے قریب آ گیا۔

''حکم کریں جاگیردار صاحب.....!''

''ارے بیٹھو نا بھئی.....!!'' جاگیردار مسکرایا..... پھر اس نے نرمی سے ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھالیا.....

نذیر کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا، جیسے وہ اس وقت کوئی خواب دیکھ رہا ہو..... جو آنکھیں پھاڑنے کے باوجود بھی قائم ہو۔

''دیکھو نذیر.....! میری باتیں غور سے سنو.....! رات کو میں نے ایک عجیب سا خواب دیکھا ہے..... بلکہ اسے خواب کہنا بھی غلط ہو گا.....وہ ایک حقیقت تھی، جو میرے سامنے رات کے نہ جانے کون سے پہر آ کر کھڑی ہو گئی تھی..... دادا مرحوم جلال الدین تھے..... جو غضب ناک آنکھوں سے مجھے گھور رہے تھے..... پھر وہ زوردار انداز میں گرج کر بولے۔

''او بدبخت.....! تو کیوں اپنے لیے جہنم کی آگ خرید رہا ہے.....تو اور کتنے عذاب مول لے گا.....؟''

''کیا..... کیا ہوا دادا حضور.....؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''کچھ اور ہونا باقی ہے کیا.....؟'' وہ پھر چلائے۔

''اے خبیث شیطان.....تو اپنے اسلاف کی لاشوں پر رقص کر رہا ہے.....ان کے مردہ جسموں کو تکلیف دے رہا ہے..... چھوڑ دے یہ سب کچھ..... ابھی اپنے منصب سے الگ ہو جا..... اگر تو یہ چاہتا ہے کہ ہم لوگ اپنی قبروں میں سکون سے سوتے رہیں تو اب ہمیں اذیت مت دے.....اور کنارہ کشی اختیار کر.....توبہ کر..... سب سے معافی مانگ.....اور جو اس منصب کے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

قابل ہے..... اسے موقع دے.....''

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا..... نذیر پر سکتے کا سا عالم طاری تھا..... وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جاگیردار ایسی باتیں بھی کر سکتا ہے.....! پھر جاگیردار نے دوبارہ کہا۔

اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے اس عہدے سے بری الذمہ ہو جاؤں..... میں نے شام میں قاسم بھائی کو بھی بلوایا ہے۔ ان کے آتے ہی میں سب کچھ ان کے حوالے کر دوں گا..... اور خود کو قانون کے حوالے کر دوں گا.....!!''

''لیکن..... جاگیردار صاحب.....!'' نذیر ڈرتے ڈرتے بولا۔

''قاسم صاحب تو..... ذہنی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں.....''

''نہیں نذیر.....!'' جاگیردار نے اس کی بات کاٹی۔

''وہ بالکل ٹھیک ہیں..... میری وجہ سے انہوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوا ہے..... شام کے وقت جب وہ حویلی میں داخل ہوں گے تو سب ہی دیکھ لیں گے.....!!''

''جی..... اچھا.....!!''

''ہاں..... اب تم جاؤ..... اور سب کو میرے پاس باری باری بھیجو.....'' جاگیردار نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں سب سے معافی مانگنا چاہتا ہوں..... تاکہ دادا مرحوم کی روح کو سکون مل سکے..... میں واقعی بہت برا ہوں..... میں نے بہت ظلم و ستم ڈھائے ہیں..... لیکن اب ایسا نہیں ہوگا.....!!''

نذیر اٹھ کر چلا گیا..... تھوڑی دیر بعد حویلی میں ایک نیا ہی تماشہ دیکھنے کو مل رہا تھا..... جاگیردار رو رہا تھا..... سب سے معافیاں مانگ رہا تھا..... لوگوں کو حیرت بھی تھی اور خوشی بھی.....!!

شام کے وقت قاسم بھی آ گیا..... اس کے متعلق جاگیردار پہلے ہی بتا چکا تھا..... چنانچہ اس نے آتے ہی سب کو مناسب قسم کی ہدایات دیں..... جاگیردار اٹھ کر اس کے قدموں میں جا پڑا تھا..... کیونکہ میں ابھی تک اس پر قابض تھا..... اسی کی ہدایات کے مطابق اسے قانون کے حوالے کر دیا گیا.....

چنانچہ اس نے خود ہی اپنے جرائم کا اعتراف کیا اور تمام قانونی کارروائیوں کے بعد اسے جیل کی سلاخوں کے عقب میں ڈال دیا گیا..... رات میں جب وہ نیند کی آغوش میں تھا، تو میں نے اس کے وجود کو چھوڑ دیا.....

صبح اس کے ہوش میں آنے پر کچھ بھی نہ ہوتا..... کیونکہ سب کچھ ہو چکا تھا..... اب صرف اس کے لیے سزا کا اعلان ہونا باقی تھا.....

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ صبح جاگنے پر کہرام مچائے گا..... لیکن ظاہر ہے کہ اب اس کی چیخ و پکار بے سود ہوتی..... قاسم سب کچھ اپنے اختیار میں لے چکا تھا.....!!

اب اگر جاگیردار شور کرتا، واویلا مچاتا، تو لوگ اسے دیوانگی پر محمول کرتے..... بہرحال میرے نزدیک جاگیردار کا اس سے بہتر انجام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا.....!!

یوں اس دکھ بھرے اور مظلوم سے گاؤں کو ایک فرعون سے نجات مل گئی تھی.....

☆.....☆.....☆

یہ معاملہ فرو ہی ہوگیا..... زہرہ کے باعث ہی میں دربدر ہوا تھا..... اور اسے نجات مل چکی تھی..... میرے لیے یہی بہت تھا..... لیکن اب

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

میرے سامنے یہ مسئلہ درپیش تھا کہ میں اب کہاں جاؤں.....؟ اپنے حالیہ فرض سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے قبیلے سے رابطہ کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی..... لیکن اس جانب سے کوئی اشارہ نہ ملا..... میں نے اس جانب سفر بھی کیا، لیکن میرا قبیلہ میری نظروں سے اوجھل تھا.....!

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ میری سزا اپنی جگہ برقرار تھی..... چنانچہ میں نے خود پر ضبط کیا اور مایوس ہوکر ایک طرف چل پڑا.....

سب کچھ میرے لیے اجنبی تھا..... انسانوں کی اس دنیا میں میرا نہ تو کسی سے کوئی ناطہ تھا اور نہ ہی میرا کوئی شناسا تھا..... کیا میں سب کی نگاہوں سے اسی طرح اوجھل رہوں گا.....؟ اگر اب مجھے انسانوں میں ہی رہنا تھا، تو پھر مجھے کسی انسانی جسم کی ضرورت تھی..... تاکہ میں اس معاشرے کا حصہ بن سکوں.....!! فی الحال تو مجھے یہی کرنا تھا.....!!

میں اب اس علاقے سے کافی دور نکل آیا تھا..... چاروں طرف اندھیرے اور سناٹے کا راج تھا..... دور دور تک کوئی بھی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا..... میں اس وقت ایک چوڑی سڑک پر تھا، جس کے دونوں جانب قد آور درختوں کی قطاریں موجود تھیں.....

میں چلتا رہا، چلتا رہا..... اپنی ہی دھن میں..... اپنے ہی خیالوں میں..... اب انسانی آبادی کا آہستہ آہستہ آغاز ہو رہا تھا..... اور مکانات بنے ہوئے دکھائی دینے لگے تھے.....!!

دفعتاً ایک تیز چیخ فضا میں لہرائی..... جس نے چاروں طرف چھائے ہوئے سکون کو توڑ دیا..... میں چونک اٹھا..... اور پھر میں نے سمت کا اندازہ کیا.....

قریبی ایک تاریکی میں ڈوبے ہوئے گھر سے یہ چیخ بلند ہوئی تھی..... کیونکہ میں نے پھر دیکھا کہ اس گھر میں روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں..... پھر میں نے اوپری حصے میں موجود کھڑکی کے پردے پر ایک سایہ سا لہراتا ہوا دیکھا۔

تجسس میرے آڑے آ گیا..... چنانچہ میں نے اس گھر میں داخل ہونے کا فیصلہ کرلیا..... اب ہر طرف روشنیاں سی جگمگا رہی تھیں..... یوں لگ رہا تھا جیسے گھر کے سارے ہی مکین سوتے سے اٹھ گئے ہوں.....!

میں چپ چاپ اندر داخل ہو گیا..... یوں بھی مجھے کون دیکھنے والا تھا.....! گھر میں واقعی افراتفری کا سا عالم تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا سا آدمی اور اس کی عمر کے لگ بھگ عورت تھی..... جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے ایک جانب بڑھ رہے تھے.....

''ہائے..... میری بچی.....!'' عورت کہہ رہی تھی۔

''نہ جانے کیا ہوا.....!''

''سونے میں ڈری ہو گی بیگم.....'' بوڑھے آدمی نے بولا تھا۔

''اور کیا ہوسکتا ہے.....!''

پھر وہ دونوں ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو گئے..... میں نے بھی تقلید کی تھی..... اور پھر جیسے میری آنکھوں کے سامنے تیز چمک سی لہرا گئی.....

سامنے بیڈ پر موجود وہ سراپا اتنا ہی دلکش اور حسین تھا کہ میں اس سے اپنی نظر نہ ہٹا سکا..... شب خوابی کے لباس میں چہرے پر نیند کا خمار لیے ہوئے وہ اور بھی قیامت عالم نظر آ رہی تھی.....

دونوں اس کی طرف جھپٹے۔ اس کی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

خوبصورت آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں..... ''کیا ہوا میری بچی.....؟ کیا ہوا بیٹی.....؟'' دونوں بیک وقت بول اٹھے۔

وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئے تھے۔

''میں..... میں.....!!'' لڑکی کا گویا حلق خشک تھا.....

''ٹھہرو..... پانی پی لو.....!!'' عورت نے کہا اور اٹھ کر گلاس میں پانی لے آئی..... لڑکی کے چہرے پر اب کافی حد تک خوف کے آثار زائل ہو چکے تھے.....

''ہاں اب بتاؤ سعدیہ.....! کیا ہوا ہے.....؟''

یوں مجھے اس پری وش کا نام معلوم ہوا..... بس اسی میں کھویا ہوا تھا کہ اس کی دلکش آواز نے میری سماعت میں شہد گھولا۔

''بہت ہی ڈراؤنا خواب تھا امی جان.....! اف..... میں بیان نہیں کر سکتی کہ وہ کتنا بھیانک چہرہ تھا..... مجھے تو یوں لگ رہا ہے..... جیسے..... جیسے وہ اس کمرے میں ہو.....!!''

''ہوں.....!'' بوڑھے آدمی نے ہنکارا بھرا، جو شاید اس کا باپ تھا۔

''ہم لوگ تو بری طرح ڈر گئے تھے..... کیونکہ تمہاری چیخ کی آواز اتنی بلند تھی کہ پورا گھر ہی ہل کر رہ گیا..... خیر..... اب تم آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کرو..... اور آرام سے سو جاؤ.....''

''میں تو کہتی ہوں کہ یہ دردانہ کے گھر جانے کا اثر ہے.....!'' ماں نے کہا..... اس کے چہرے پر تفکر کے آثار تھے۔

''مجھے تو اسی دن وہاں وحشت ہو رہی تھی..... جب تم مہندی والے دن مجھے بھی زبردستی وہاں لے گئی تھیں..... نہ جانے کیا بات ہے اس گھر میں.....! حالانکہ کتنے ہی لوگ اس وقت وہاں موجود تھے..... لیکن گھر کی ویرانی میں کمی ہی نہ ہو رہی تھی.....!!''

''بس ہو گیا تمہیں وہم.....!'' بڑے میاں کی آواز میں طنز تھا۔

''سعدیہ بے چاری کے لیے اب یہ خواب ایک مسئلہ ہی کھڑا کر دے گا.....!''

''آپ تو ہر بات کا مذاق اڑانے بیٹھ جاتے ہیں.....!'' عورت نے منہ بنایا۔

''میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں..... دردانہ لوگوں کے گھر میں ضرور کوئی اثر وغیرہ ہے..... میرا تو خیال ہے کہ اب سعدیہ کو وہاں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے..... شادی اور ولیمہ ہال میں ہے..... بس سیدھی وہیں چلی جانا.....!!''

''لو بھئی.....!'' بڑے میاں ہنس کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''تم نے چلا کر اپنے ہی لیے مصیبت کھڑی کر لی ہے..... اب ہاتھ دھو لو اپنی سہیلی کے بھائی کی شادی سے.....!''

''انہیں تو رہنے ہی دو.....!'' عورت نے منہ بنایا۔

''میں کل ہی جا کر شاہ صاحب سے تمہارے بارے میں معلوم کرتی ہوں..... اور حفاظت کا تعویذ لے کر آتی ہوں.....!''

''ہاں بھئی..... ضرور جاؤ.....!'' بڑے میاں فوراً بولے۔

''کون منع کر رہا ہے.....!''

''اب آپ لوگ جا کر سو جائیں.....!'' عورت نے کہا۔

''اگر ابھی بھی ڈر لگ رہا ہو تو ہمارے ہی

WaqarAzeem www.pakistanipoint.com

کمرے میں آجاؤ.....!''

''نہیں امی..... میں اب سو جاؤں گی.....!''

''ہاں..... میں نے کہا نا کہ آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کرو..... کچھ نہیں ہوگا.....!''

پھر وہ دونوں اٹھ کر باہر چلے گئے تھے..... سعدیہ نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا تھا اور پھر اپنے چاروں طرف پھونک مار کر دوبارہ بیڈ پر دراز ہو گئی۔

اسے دیکھ کر میرے دل میں حیوانی جبلت پرورش پا رہی تھی..... میں اسے چھونا چاہتا تھا..... محسوس کرنا چاہتا تھا..... بلا شبہ وہ قدرت کا ایک حسین شاہکار تھا..... اسے بستر پر دراز دیکھ کر میرا دل مچل اٹھا.....

میں آہستہ اس کے بیڈ کے نزدیک پہنچا..... پھر جیسے ہی میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا..... مجھے ایک زور دار جھٹکا لگا اور میرا وجود ہل کر رہ گیا.....

اس وقت مجھے خیال آیا کہ سعدیہ نے اپنے گرد حصار قائم کر رکھا تھا..... اوہ..... اب اسے چھو لینا میری دسترس میں نہیں تھا..... مجھے خاصی مایوسی ہوئی تھی.....

بہر حال..... فی الوقت تو میں اسے دیکھ کر ہی دل بہلا سکتا تھا..... جلد ہی وہ نیند کی آغوش میں جا چکی تھی.....

☆.....☆.....☆

دوسرے دن مجھے اندازہ ہو گیا کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے..... لیکن ابھی یہ بات واضح نہیں تھی..... نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے انسانوں کے درمیان آنے کے بعد میری صلاحیتیں قدرے کم ہو گئی ہوں..... اور یہ میرا وہم بھی ہو سکتا تھا بہر حال میں نے صبح ناشتے کی میز پر بھی ان لوگوں میں خاصی تکرار دیکھی تھی..... اس وقت میں ایک اور چہرے سے روشناس ہوا..... یہ سعدیہ کا بھائی ناصر تھا.....

یہ دونوں ہی اپنے ماں باپ کے چہیتے تھے..... شکیل صاحب کی کپڑوں کی دکان تھی..... ناصر بھی ان کے ساتھ فارغ اوقات میں دکان پر ہی ہوتا تھا..... ویسے تو وہ بھی سعدیہ کی طرح کالج جاتا تھا.....!!

ان دنوں سعدیہ چھٹیوں پر تھی..... اور اس کی وجہ اس کی سہیلی دردانہ کے بھائی کی شادی تھی..... سعدیہ کو آج بھی دردانہ کے گھر جانا تھا..... بلکہ اب اس کا تیسرے دن واپسی کا پروگرام تھا..... لیکن اس کی ماں نرگس بیگم کا فیصلہ تھا کہ وہ اب براہ راست شادی میں ہی جائے گی۔

''ارے امی.....!'' سعدیہ بے بسی سے بولی تھی۔

''دردانہ کیا سوچے گی.....! اور پھر وہ خود ہی شاید مجھے لینے آجائے گی.....!''

''تم اس کی فکر مت کرو.....!'' وہ بولیں۔

''تمہاری طبیعت کا بہانہ کر کے میں اسے ٹال دوں گی.....!!''

''یہ پابندی کس خوشی میں لگائی جا رہی ہے.....؟'' ناصر ابھی اٹھ کر آیا تھا۔

''تم تو گدھے اور گھوڑے بیچ کر سوتے ہو.....!'' ان کا جواب تھا۔

''رات کو اس بری طرح چلائی ہے یہ..... کہ شاید پورا محلہ ہی جاگ گیا ہو.....!''

''ارے..... کیا ہوا تھا.....؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''دردانہ کے گھر سے کچھ لٹکا کر لے آئی ہیں صاحبہ.....!'' نرگس بیگم نے منہ بنایا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''اور کیا ہوگا.....! مجھے تو دیکھ کر ہی وحشت ہوتی ہے اس کے گھر کو.....!''

''بھئی..... اب تم بے وجہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو.....!'' شکیل صاحب نے کہا تھا۔ ''تم جب اپنے پیر صاحب کے گن گاتی ہو تو ان سے لا دو کوئی تعویذ..... مسئلہ ہی حل ہو جائے گا.....! اک ذرا سی بات پر اسے گھر میں ہی بند کر رہی ہو..... ارے بھئی..... کبھی کوئی خواب نظر آ جاتا ہے..... ہر انسان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے..... اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کوئی بھوت ہی چمٹ گیا ہو.....!!''

''اچھا..... اب تم لوگوں کی مرضی ہے.....!'' وہ بولیں۔

''نہیں سمجھتے ہو تو نہ سہی.....!''

''تم اپنے پیر صاحب سے تعویذ لا دو..... اور میری بیٹی کی خوشیوں کو کرکرا مت کرو.....!! جاؤ سعدیہ تم تیاری کرو میں تمہاری امی کو ان کے پیر صاحب کے پاس بھیجتا ہوں.....!''

''ابو.....! بس شام کو جاؤں گی.....!!''

''ہوں..... تب پھر تھوڑا آرام کر لینا..... ہو سکتا ہے کہ وہاں رات کی جگار بھی ہو.....!!''

پھر شکیل صاحب مسکراتے ہوئے اپنی بیگم کی طرف گھومے۔

''ناشتہ کر کے تیاری پکڑ لو..... تمہارے پیر صاحب کے درشن کرنے ہیں..... بس اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہی دکان پر جاؤں گا.....!''

''آپ چلیں جائیں.....!'' وہ بولیں۔

''میں ہو کر آ جاؤں گی..... ویسے بھی وہ بارہ بجے کے بعد ہی ملتے ہیں.....!''

''اوہ.....! ان کا بھی ٹائم ٹیبل ہے.....؟''

وہ حیرت زدہ انداز میں بولے۔

نرگس بیگم نے انہیں گھور کر دیکھا تھا بولیں کچھ نہیں.....

☆.....☆.....☆

دوپہر کے کھانے کے بعد سعدیہ نے آرام کرنے کے بجائے اپنی تیاری شروع کر دی تھی..... اس کے گلے میں تعویذ ڈالا جا چکا تھا..... سنا تھا کہ پیر صاحب نے واضح طور پر کچھ نہیں بتایا تھا..... اور اب سعدیہ اپنی سہیلی کے گھر جانے کی تیاری میں مصروف تھی.....

اس نے ایک بیگ میں کچھ سوٹ رکھ لیے تھے..... میں اس وقت کمرے میں ہی تھا، جب وہ لباس تبدیل کر رہی تھی..... میرا حال برا تھا..... لیکن میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر میں نے اسے چھوا بھی تو بے چاری واقعی اپنے گھر میں بند ہو کر رہ جائے گی..... کیونکہ رات کو چیختا تو خواب کے مرہون منت تھا..... اور اگر اب وہ دن کی روشنی میں بھی چلائی تو اس کی ماں نے اسے دردانہ نامی لڑکی سے بالکل ہی دور کر دینا ہے.....!!

خود پر قابو رکھتے ہوئے میں اسے تیار ہوتے ہوئے دیکھتا رہا..... مجھے اب بھی ایک عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی..... جسے میں سمجھنے سے قاصر تھا..... کچھ تھا..... ہاں..... ضرور کوئی بات تھی.....!!

اب میں نے فیصلہ کیا کہ اس کی دوست کے گھر ضرور جاؤں گا..... ذرا وہاں کا جائزہ تو لوں.....! چنانچہ جب وہ تیار ہو کر اپنے بھائی کے ساتھ روانہ ہوئی تو میں اس کے ساتھ تھا.....!!

یہ سفر کافی طویل تھا..... پھر ایک کافی بڑے گھر کے دروازے پر ناصر نے اسے اتار دیا..... پھر گھر کا دروازہ کھلنے پر وہ خود آگے بڑھ گیا

www.pakistanipoint.com

تھا.....

دردانہ بھی کافی خوب صورت ثابت ہوئی..... وہ خوشی کے مارے اچھل کر سعدیہ کے گلے لگ گئی تھی..... پھر اس نے آہستہ سے سعدیہ کے کان میں کہا تھا۔

''تھوڑی دیر بعد وہ بھی آنے والا ہے.....!''

''ارے.....!'' سعدیہ ہنسی۔

''مبارک ہو.....!!''

''ایسی ملاقاتیں تو ہوتی رہتی ہیں.....!'' دردانہ مسکرائی۔

''مبارک باد تو جب دینا کہ جب ہماری بات پکی ہو جائے۔''

''وہ دن بھی دور نہیں ہے.....'' سعدیہ بولی۔

''ذرا اپنے بھائی کو نمٹ جانے دو..... میرا خیال ہے کہ آنٹی اور انکل پھر فوراً ہی تمہارا نمبر لگا دیں گے.....!! ویسے اور کتنے امیدوار ہیں تمہارے.....؟''

''ایک تو میں ہوں.....!'' میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

دونوں چونک اٹھیں..... پہلے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک دوسرے کی شکلیں تکنے لگیں۔

''تم نے آواز سنی.....؟'' دردانہ نے پوچھا تھا۔

''ہاں.....!!'' سعدیہ کے منہ سے نکلا۔

''کیا تم نے بھی سنی ہے.....؟ میں تو سمجھی تھی کہ میرا وہم ہے.....!''

میں نے چپ سادھ لی تھی..... خوامخواہ انہیں ڈرا دیا تھا..... سعدیہ تو خیر حیرت میں تھی..... لیکن میں نے محسوس کیا کہ دردانہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

''نہیں.....!'' دردانہ بولی۔

''کچھ دنوں سے ایسی آوازیں سنائی دے رہی ہیں..... نہ صرف آوازیں بلکہ اکثر رات کے وقت دیواروں پر سائے بھی لہراتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں.....!''

''کیا کہہ رہی ہو.....!'' سعدیہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''میں تو ویسے بھی رات کو ایک زبردست خواب سے دوچار ہوئی ہوں۔''

''کیا مطلب.....؟'' دردانہ چونک اٹھی.....

سعدیہ نے مختصراً اسے رات والے واقعے سے آگاہ کیا..... وہ خاموشی سے سنتی رہی پھر بولی۔

''یہ تو خیر کوئی اتفاق ہو سکتا ہے..... لیکن اس گھر.....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی..... کیونکہ اس وقت ایک شوخ و شنگ سا نوجوان لڑکا اندر داخل ہوا تھا..... اس نے خاصی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ ان دونوں کو سلام کیا تھا.....

میں نے محسوس کیا کہ وہ دردانہ کے بجائے سعدیہ کو کافی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا..... یہ خاصی قابل غور بات تھی..... دردانہ اُسے دیکھ کر کھلی پڑ رہی تھی..... اور میرا خیال ہے کہ وہ دردانہ کے اس قدر ''خوش'' ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ گھل مل کر باتیں کر رہا تھا..... لیکن پھر جب وہ ایک آدھ جملہ سعدیہ کی طرف اچھالتا تو پھر ایک گہری نگاہ اس پر جما کر رکھتا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

''اچھا بیٹا.....! ہم تمہاری والی دیکھیں..... تم

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہماری والی کی نظریں جماؤ..... شاباش.....!!''

اذہان نام تھا اس کا..... لیکن اسے ایزی کہا جاتا تھا..... یہ لڑکیاں بھی اسے ایزی ہی کے نام سے پکار رہی تھیں..... تھوڑی دیر بعد ہی لوگ باہر نکل گئے تھے.....

اس گھر میں بڑی رونق تھی..... ان لوگوں کے کافی رشتہ دار آئے ہوئے تھے..... شاید آج کے سلسلے کی کوئی اہم تقریب تھی..... ان میں زیادہ تعداد عورتوں کی تھی..... اذہان بھی اپنی والدہ کے ساتھ آیا ہوا تھا.....

یہ گھر واقعی کافی بڑا تھا..... خوب ہنسی مذاق چل رہا تھا..... قہقہے اور ہنسی کے فوارے چھوٹ رہے تھے..... پھر کئی افراد پر مشتمل ایک ٹولہ گھر میں داخل ہوا تھا..... اسی دوران مجھے دردانہ کے بھائی کا ''دیدار'' ہوا..... شادی اسی کی تھی..... اور شاید اس وقت کوئی رسم ہونے والی تھی.....

یہ تقریب دیکھ کر بے اختیار مجھے اپنا قبیلہ یاد آ گیا..... ہم جنوں کے یہاں جب شادی کا اہتمام ہوتا ہے تو ہمارے درمیان بھی کئی طرح کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں..... ''ہوشرا'' نامی ایک خاص رسم ہمارے تقریباً ہر قبیلے میں پائی جاتی ہے..... جس میں جن اور جنی ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ سے مشروب خاص پلاتے ہیں..... یہ مشروب خاص بھی ہماری روایات کا ایک حصہ ہے..... جو صدیوں سے ایک ہی ذائقے میں بنایا جا رہا ہے.....!!

میں نے ایک طویل سانس لی..... بہرحال وہ سب کچھ تو اب خواب وخیال تھا..... میں تو اب فی الحال اس دیس کا باسی تھا.....!!

رسم اپنے اختتام کو پہنچی تو پھر کھانے کا دور شروع ہوا سعدیہ اور دردانہ اب ایک کونے میں بیٹھی ہوئی خود بھی کھانا کھا رہی تھیں..... اذہان جب سے ہی دم کی طرح ان دونوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ دوسری طرف گیا تھا.....

موقع ملتے ہی کھانے کے دوران سعدیہ نے کہا۔

''تم کچھ بتا رہی تھیں..... پھر موقع ہی نہیں مل سکا..... اب بتاؤ.....؟''

''ہاں.....!'' دردانہ نے بھنی ہوئی مرغی کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے سر ہلایا۔

''ایزی آ گیا تو پھر مجھے یاد ہی نہیں رہا.....!''

''اوہ.....!'' سعدیہ مسکرائی۔

''ابھی سے تمہارا یہ حال ہے..... شادی کے بعد تو پھر تم سب کچھ بھول جاؤ گی.....؟''

''اب ایسا بھی نہیں ہے.....!'' دردانہ جلدی سے بولی۔

''دراصل ایسی باتیں ہر ایک کے سامنے نہیں کی جاتیں..... کیونکہ پھر ایسے معاملات کا ذرا سا بھی شوشہ اٹھتا ہے تو لوگ طرح طرح کے افسانے بنا لیتے ہیں.....!!''

''تم مسلسل پراسرار قسم کی باتیں کر رہی ہو..... اب بتا بھی دو.....!''

''بھئی..... میں بتا دوں گی..... لیکن پہلے تم ایک وعدہ کرو.....!''

''کیسا وعدہ.....؟'' وہ چونکی۔

''یہی..... کہ تم ساری بات سن کر بھی یہیں رکو گی..... اور گھر جانے کی ضد ہرگز نہیں کرو گی.....!''

(اس دلچسپ اور تحیر خیز آپ بیتی کا اگلا حصہ آئندہ ماہ ملاحظہ کیجئے)

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کتاب تبصرہ

مینارِ محبت کا شہزادہ

مصنف راکی ولسن

تبصرہ نگار: مجید احمد جائی

بہترین جذبات کا بہترین الفاظ میں موزوں اظہار شاعری ہے۔انسان اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ اپناتا ہے۔کوئی نثر لکھتا ہے تو کوئی شاعری لکھتا ہے۔اگر انسان اپنے جذبات و احساسات کا اظہار نہ کرے تو مر جائے گا۔

راکی ولسن، ڈاکٹر طارق محمود آکاش کی دریافت ہے۔جب میں ''میں پانی ہوں'' افسانوی مجموعہ مرتب کر رہا تھا تب اس کا افسانہ ''ندی کے اُس پار'' موصول ہوا۔اس وقت راکی ولسن افسانہ نگاری کے منصب پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔اس افسانے نے جہاں مجھے متاثر کیا وہاں بہت سے قارئین نے بھی اس کو سراہا۔

راکی ولسن سے رابطہ ہوا تو رازوں کے در کھلتے چلے گئے۔راکی ولسن جہاں بہترین نثر لکھتا ہے وہی پہ بہترین شاعری بھی کرتا ہے۔اس کی شاعری رسائل و جرائد میں منظر عام پر سامنے آئی۔جس سے ہم بھی مستفید ہونے لگے۔اب جب کہ ''مینارِ محبت'' میرے ہاتھوں کے لمس سے مسکرا رہا ہے۔میں اس کی خوشبو سے معطر ہو رہا ہوں۔اس میں شامل غزلیات، نظمیں اور قطعات آپ کو محبت کی وادیوں میں ضرور لے جائیں گی۔آپ کو زندگی کے حسین لمحوں کی یادوں سے مسرور کر دیں گی۔

''مینارِ محبت'' راکی ولسن کی ترجمانی نہیں کر رہی بلکہ ہر اُس شخص کی ترجمانی کرتی ہے جس نے محبت کی ہے۔محبت کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر برساتی دنوں میں بھیگے ہیں۔دسمبر کی یخ بستہ راتوں میں پل پل سلگے ہیں۔ہجر وصال میں آہیں بھری ہیں۔''مینارِ محبت'' اس کے لیے بھی ہے جنہوں نے محبت کی دیوی کو اپنے گلشن کی رونق بنایا ہے۔اس گلشن کی مہکار ''مینارِ محبت'' ہے۔

''مینارِ محبت'' نقادینِ ادب کے لیے چاہے جس بھی درجہ پر ہو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔میں تو اپنے دل کی بات کرتا ہوں ہاں مگر کتابوں میں رہتا ہوں۔''مینارِ محبت'' راکی ولسن کی پہلی کاوش ہے۔اس میں خامیاں ہو سکتی ہیں۔ابھی راکی ولسن کو

www.pakistanipoint.com

بہت سی محنت بھی کرنے ہوگی لیکن پہلی کاوش کمال کی ہے۔ ''مینارِ محبت'' پڑھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کے رائی ولسن شاعری کے رموز سے مکمل طور پر نہ سہی لیکن واقف ضرور ہے۔

''رائی ولسن'' بہترین دوست بھی ہیں اور انسانیت سے محبت کرنے کا جذبہ ان میں ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ ان کی شاعری جذبات کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ ان کی غزلیں پڑھیں تو رائی ولسن کی شخصیت سامنے الٹی پلٹی مارے آن بیٹھتی ہے۔ لبوں پر مسکراہٹ کے پھول جھوم رہے ہوتے ہیں۔

''مینارِ محبت'' 128 صفحات پر مشتمل خوبصورت کتاب ہے۔ جس کی اشاعت نومبر 2019 میں ہوئی ہے اس کا اہتمام ''جائی ادبی لائبریری'' نے کیا اور کرن کرن روشنی پبلشرز نے شائع کیا ہے۔ اس کی مناسب قیمت 300 سو روپے ہے۔ ''مینارِ محبت'' کا انتساب اپنے جیون ساتھی اور بچوں کے نام کیا گیا ہے۔

کہیں کوئی پہنچا نہ دے ضرر مجھے
اپنی ہی پرچھائی سے لگتا ہے ڈر

''مینارِ محبت'' جادوگر کتاب ہے جس میں ہر صفحہ اور ہر سطر حیرانگی میں مبتلاء کر دیتی ہے۔ اس کی غزلیں، نظمیں، اشعار، قطعے حیرانگی کے دریچے کھولتے جاتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو اس کتاب کو پڑھ کر دیکھ لیجئے۔

افسوس نہیں ہم کو دُنیا کی ہی باتوں کا
دُکھ ہے تو فقط اِتنا کہ آئے ہیں وہ سمجھانے

''مینارِ محبت'' کو رائی ولسن نے اپنے خون کے قطروں سے سینچا ہے۔ رائی ولسن، مینارِ محبت میں ہم سے محوِ گفتگو ہے۔ اپنے دل کا حال سناتا ہے۔ معاشرے کے درد و غم شیئر کرتا ہے۔ اُمید دلاتا ہے، اُمنگیں دکھاتا ہے اور ناانصافیوں پر کرہتا ہے۔

گرادیا خود پرستوں نے شجر وفا ولسن
جو تھا کبھی سرمایہ دین اِسلام کا

''مینارِ محبت'' کی کامیابی کا ثبوت یہ ہے کے اس میں نامور ادیبوں نے اپنے الفاظ کی صورت اظہار رائے دی ہے۔ سرورق عمدہ اور اعلیٰ ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ''مینارِ محبت'' ادب کی دُنیا میں خود کو ضرور منوائے گی۔

احساس سے عاری ہیں دُنیا کے سبھی رشتے
چاہت کی سبھی باتیں اُلفت کے یہ افسانے

میں ''مینارِ محبت'' کی اشاعت پر مبارک باد دیتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ رائی ولسن منزل کی طرف محوِ سفر رہے گا۔ راستے کی رکاوٹوں سے گھبرائے گا نہیں۔ جو اس کی نظر دیکھے گی اس کا اظہار اپنی غزلوں نظموں اور افسانوں میں کرے گا اور معاشرے کے بگاڑ کو سُدھارنے میں اپنا کردار ادا کرے گا۔

❑❑.....❁.....❑❑

خوبصورتی کے بہترین راز

ہاتھوں کی خوبصورتی کے لیے اپنے ہاتھوں سے صدقہ کریں۔

آواز کی خوبصورتی کے لیے قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

آنکھوں کی خوبصورتی کے لیے اللہ کے خوف سے آنسو بہائیں۔

چہرے کی خوبصورتی کے لیے وضو کی عادت ڈالیں۔

دماغ کی خوبصورتی کے لیے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کریں۔

دل کی خوبصورتی کے لیے اپنے دل میں اللہ کی یاد بسائیں۔

فیصل مشتاق۔ قبولہ شریف

www.pakistanipoint.com
Waqar Azeem

دنیا میں کس جگہ

دوشیزہ

سچی کہانیاں کے چرچے نہیں

آپ دوشیزہ کے خریدار بن کر ملک کو

زرِ مبادلہ بھیجیے

اندرون ملک =/1250 روپے

ہر ملک، ہر شہر اور ہر محلے میں دستیاب ہے

زرسالانہ

کویت	175 امریکی ڈالرز	ایران	175 امریکی ڈالرز
سعودی عرب	175 امریکی ڈالرز	سری لنکا	175 امریکی ڈالرز
یو اے ای	175 امریکی ڈالرز	جاپان	175 امریکی ڈالرز
مصر	175 امریکی ڈالرز	لیبیا	175 امریکی ڈالرز
یونان	175 امریکی ڈالرز	ڈنمارک	175 امریکی ڈالرز
فرانس	175 امریکی ڈالرز	جرمنی	175 امریکی ڈالرز
برطانیہ	175 امریکی ڈالرز	ہالینڈ	175 امریکی ڈالرز
ناروے	175 امریکی ڈالرز	پولینڈ	175 امریکی ڈالرز
امریکہ	85 امریکی ڈالرز	کینیڈا	85 امریکی ڈالرز
افریقہ	85 امریکی ڈالرز	آسٹریلیا	85 امریکی ڈالرز

اگر آپ پاکستانی کرنسی میں پاکستان کے کسی بینک کے ذریعے ادائیگی کرنا چاہیں تو 175 امریکی ڈالر کے حساب سے مندرجہ بالا شرح کے مطابق بینک ڈرافٹ ارسال فرمائیں۔ مطلوبہ رقم کا ڈرافٹ **Monthly Dosheeza** کے نام بھیجیں۔ آپ کو ایک سال تک آپ کا پسندیدہ رسالہ ہوائی ڈاک سے بذریعہ رجسٹری ملتا رہے گا۔

آج ہی رابطہ کیجیے 88-C II فرسٹ فلور۔ خیابانِ جامی کمرشل۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی۔ فیز-7، کراچی

021-35893121 - 35893122 :فون نمبر P.O Box # 3129 P.E.C.H.S Karachi-75400.

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

عاطر شاہین

کہانی نویس.....

محسن علی طاب

آج ہم آپ کی ملاقات عاطر شاہین صاحب سے کروا رہے ہیں' 2500 سے زائد کہانیوں کے خالق سے یہ ملاقات یقیناً آپ کو پسند آئے گی۔

س: عاطر شاہین صاحب کیا یہ آپ کا اصل نام ہے یا قلمی' کیونکہ عام طور سے لکھاری اپنے قلمی ناموں سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں؟

ج: جی درست ہے' میرا اصل نام محمد خالد نور ہے مگر لوگ مجھے عاطر شاہین کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

س: تعلق پاکستان کے کس شہر سے ہے؟

ج: بزرگوں کی سرزمین ملتان میں 16 فروری 1979ء کو پیدا ہوا اور اسی زمین سے اب تک جڑا ہوا ہوں۔

س: موجودہ رہائش؟

ج: ملتان

س: آپ کے مشاغل کیا ہیں؟

ج: لکھنا اور پڑھنا

س: آپ کا پسندیدہ رنگ کونسا ہے؟

ج: سرخ

س: تعلیمی قابلیت؟

ج: بی اے

س: ازدواجی حیثیت؟

ج: شادی شدہ

س: آپ کا موجودہ پیشہ؟

ج: جرنلسٹ (جب یہ انٹرویو شائع ہو گا شاید جاب لیس ہو چکا ہوں کیونکہ پرنٹ میڈیا سے ورکروں کو فارغ کیا جا رہا ہے)

س: آپ کا پسندیدہ کھانا کونسا ہے؟

ج: سب کھانے ہی پسند ہیں۔ جو مل جائے اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیتا ہوں۔

س: آپ کا پسندیدہ کھیل؟

ج: کوئی دلچسپی نہیں

س: آپ کا پسندیدہ موسم؟

ج: موسم سرما

س: اس موسم کی پسندیدگی کی وجہ؟

ج: گھومنے پھرنے کا موقع ملتا ہے اور بجلی کا بل کم آتا ہے۔

Nasir Azeem
www.pakistanipoint.com

س: لکھنا کب شروع کیا آپ نے؟

ج: گیارہ سال کی عمر میں۔ جب میں چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا۔ میری پہلی تحریر 31 دسمبر 1992 میں بچوں کا پاکستان میں ''خدا دیکھ رہا ہے۔'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد اللہ کے فضل وکرم سے لکھتا ہی چلا گیا۔

س: اب تک کتنی تحریریں لکھ چکے ہیں؟

ج: تقریباً 2500 کے لگ بھگ۔

س: بڑوں کے لیے بھی لکھا؟

ج: جی بالکل، میں نے 1997ء سے بڑوں کے لیے بھی لکھنا اسٹارٹ کر دیا تھا۔ مسٹری میگزین، ایڈونچر، نئے افق، ڈرڈائجسٹ، سرگزشت، سچی کہانیاں میں لکھا، فیملی میگزین لاہور میں 8 قسط وار ناول شائع ہو چکے ہیں لیکن آج تک یہ ناول کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئے۔ سچی کہانیوں میں میرا قسط وار ناول ''زندگی ایک کہانی'' شائع ہوا ہے اور جنوری 2020ء سے میرا طویل ناول ''روسیاہ'' شائع ہو رہا ہے جو تا حال جاری ہے۔

س: کیا آپ اپنے اصلی نام سے بھی لکھتے ہیں؟

ج: بالکل۔ اپنے اصل نام سے میں نے بچوں کے لیے ٹارزن، عمرو عیار، ہرکولیس، شیخ چلی اور شہزادے شہزادیوں کی لگ بھگ 700 کے لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں۔ میرے پانچ عمران سیریز ناول ''ہارڈ ٹاسک، فاسٹ ایجنٹ، شاگل پلان، سیکرٹ ڈیمانڈر، ڈیول ٹارگٹ اور ڈینجر پلان'' لکھے ہیں۔

س: دو ناموں سے لکھنے کی کیا وجہ ہے؟

ج: وجہ یہ ہے کہ شروع میں، میں اپنے اصل نام سے لکھتا تھا لیکن جب میں نے خبریں ملتان میں جاب اسٹارٹ کی تو نوائے وقت کے بچوں کے صفحے ''پھول اور کلیاں'' کے ایڈیٹر جناب سلیم ناز صاحب نے مجھ سے کہا کہ ''آپ اب صحافت میں ہیں اس لیے میں آپ کی کہانیاں نہیں چھاپ سکتا۔ اس طرح آپ کی اور میری جاب خطرے میں پڑے جائے گی۔ آپ کسی اور نام سے لکھیں'' تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی عاطر (وہ فوت ہو چکا ہے) کے نام سے لکھنا شروع کر دیا۔ پھر جب میں 2008ء میں ارسلان پبلی کیشنز ملتان سے وابستہ ہوا تو میرے قلمی نام سے بچوں کی کتابیں شائع ہوتی رہیں۔ 2012ء میں جب میں نے پہلی عمران سیریز لکھی تو ادارے کے اونر جناب اشرف قریشی صاحب نے مجھے اپنے آفس بلایا اور کہا کہ آپ اپنا نام بدل لیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے ادارے سے جناب صفدر شاہین صاحب کی بھی عمران سیریز شائع ہوتی رہی ہیں۔ اب آپ کی عمران سیریز مارکیٹ میں جائے گی تو پڑھنے والے یہی سمجھیں گے کہ آپ صفدر شاہین صاحب کے بیٹے ہیں۔ آپ کسی اور نام سے عمران سیریز لکھیں۔ اشرف صاحب کو میرے اصل نام کا علم نہیں تھا اس لیے جب میں نے انہیں اپنا اصل نام بتایا تو وہ حیران رہ گئے۔ بہرحال انہوں نے میرے اصل نام سے عمران سیریز شائع کرنا شروع کر دی۔ پھر میں نے عمرو، ٹارزن کی کہانیاں بھی اصل نام سے لکھنا شروع کر دی تھیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ڈائجسٹوں میں، میں اپنے قلمی نام سے لکھتا ہوں لیکن ارسلان پبلی کیشنز پر اپنے اصل نام سے۔ البتہ الاسد پبلی کیشنز لاہور سے بچوں کی میری

کتابیں شائع ہوئی ہیں تو وہ قلمی نام سے لکھی ہیں۔

س: آپ کے لکھنے کا مقصد؟

ج: میرے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ میری تحریر سے اگر کوئی بچہ سبق حاصل کر لیتا ہے تو میرے لکھنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

س: آپ کی بچوں کے لیے اخلاقی کہانیوں پر مشتمل کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں؟

ج: بچوں کے لیے اخلاقی کہانیوں پر مشتمل ایک کتاب ''ایک اور غلطی'' رابعہ بک ہاؤس لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ چند کتابیں لاہور کے دو معروف پبلشنگ ادارے سے شائع ہو رہی ہیں۔

س: بچوں کے لیے جاسوسی ناول لکھے؟

ج: لاتعداد۔ زیادہ تر ناول قسط وار بچوں کے رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ 1999ء میں ایک جاسوسی ناول ''آٹھواں قتل'' شائع ہوا تھا اور چند ماہ پہلے ہی المجاہد پبلی کیشنز سے ''کالا عقاب'' شائع ہوا ہے جو میرے اپنے تخلیق کردہ کرداروں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ خالد نور کے نام سے ارسلان پبلی کیشنز سے دو جاسوسی ناول ''شیخ چلی اور شاطر مجرم''، ''شیخ چلی اور بردہ فروش گروہ'' یہ دو ناول ایسے ہیں جن میں میرے اپنے تخلیق کردہ کردار تھے اور ان میں عمران سیریز کے کردار بھی شامل تھے۔ یہ ناول بچوں نے بے حد پسند کیے ہیں۔

س: ادبی دنیا میں کن شخصیات سے آپ متاثر ہیں؟

ج: مظہر کلیم ایم اے، صفدر شاہین، ظہیر احمد، ایم الیاس، ایم اے راحت، محی الدین نواب اور اقبال کاظمی۔ میں نے پڑھنے کا آغاز بھی مظہر کلیم ایم اے کی کہانیوں سے کیا اور پھر مجھ میں لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ بچوں کے ادیب بھی اچھا لکھ رہے ہیں۔

س: ادبی زندگی کا ناخوشگوار واقعہ؟

ج: یہ غالباً 1995ء کی بات ہے جب میں آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ چونکہ مجھے لکھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا اس لیے جیسے ہی فارغ وقت ملتا تھا تو کہانی لکھنے بیٹھ جاتا تھا۔ میں آپ کو بتا چلوں کہ میں تنگ لائن پیج استعمال کرتا تھا اور لیکن وقت لائن نہیں چھوڑتا تھا۔ اللہ کا مجھ پر کرم ہے کہ میں کٹنگ نہیں کرتا تھا۔ چند روز پہلے میں نے تین اقساط پر ایک جاسوسی کہانی لکھی تھی اور وہ میں نوائے وقت میں بچوں کے صفحے کی انچارج کو دینے ان کے آفس میں چلا گیا۔ جب میں نے مسودہ انہیں دیا تو انہوں نے میری کہانی دیکھنے کے بعد انتہائی ناگواری سے دروازے پر پھینک دی تھی۔ میں حیران اور پریشان ہو گیا تھا کہ انہوں نے میری کہانی کیوں پھینک دی ہے۔ پوچھنے پر وہ کہنے لگیں کہ ایسے لکھا جاتا ہے۔ ایک لائن بھی نہیں چھوڑی، کیا میں چھ عینکیں لگا کر پڑھوں مجھے دکھ تو ہوا تھا لیکن لکھنے کا جنون تھا میں مسودہ لے کر واپس گھر آ گیا۔ اگلے روز میرا انگلش کا پیپر تھا۔ میں نے پہلے پیپر کی تیاری کی پھر میں نے وہی سٹوری ایک لائن چھوڑ کر لکھنی شروع کر دی۔ یہ بھی نہ سوچا تھا کہ پیپر ہے۔ رات بارہ بجے تک میں نے وہ سٹوری مکمل کی تھی اور اگلے روز پیپر دے کر گھر آیا اور سٹوری دے آیا۔ چند روز کے بعد خاتون انچارج کی جگہ سلیم ناز صاحب انچارج بنا دیئے گئے اور انہوں نے وہ سٹوری تین اقساط میں شائع کی۔ (اس وقت سلیم ناز صاحب مجھے نہیں جانتے تھے)

س: پیپر کیسا ہوا تھا؟

ج: بہت اچھا۔

س: ادبی دنیا کا خوشگوار واقعہ۔

ج: ہوا یوں کہ رمضان المبارک میں سحری کے وقت اے ٹی وی پر پروگرام چلتا تھا جس میں لوگ کالز کرتے تھے۔ ایک بچے نے فون کیا اور: ب اس نے اپنا نام ''عاطر شاہین'' بتایا تو میں چونک پڑا۔ ہوسٹ نے اس سے اس نام کے بارے میں

www.paksociety.com

دریافت کیا تو بچے نے بتایا کہ اس نے یہ نام بچوں کے میگزین میں ایک رائٹر کا پڑھا ہے جو اسے اتنا پسند آیا ہے کہ اس نے اپنا یہ نام رکھ لیا۔ یہ سن کر مجھے بہت اچھا لگا۔ اسی طرح کچھ مہینے پہلے سوشل میڈیا پر بھی ایک نام سامنے آیا عاطر شاہین۔ میں حیران ہوا کہ میں نے تو اس نام سے دوسری آئی ڈی نہیں بنائی۔ میں نے دوسرے عاطر شاہین سے رابطہ کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا نام عاطر حسین ہے لیکن میرے نام کو دیکھ کر شاہین لگا لیا۔ میں نے اس سے ریکوئسٹ کی کہ بھائی میں ایک رائٹر ہوں، میرا نام خراب مت کرو اور اپنا نام تبدیل کر لو۔ پھر اس نے نام تبدیل کر کے عاطر حسین کر لیا۔

س: بچوں کے کن میگزین اور اخبارات میں لکھا؟

ج: میں نے زیادہ تر اخبارات میں لکھا ہے۔ رسائل کی طرف میں بہت دیر کے بعد آیا تھا۔ روزنامہ جنگ، نوائے وقت، خبریں، مشرق، دنیا، جگ مگ موتی، پھول، فیملی میگزین، تعلیم و تربیت، ٹوٹ بٹوٹ، ذہین، چندا، فکشن، بچوں کا گلستان، طفل کوکب، جھلمل تارے (جھلمل تارے کا میں مینجنگ ایڈیٹر بھی رہا ہوں) کرن کرن روشنی، اور بھی بہت سے ہیں۔ مجھے کوئی بھی کہتا تھا کہ کہانی لکھ دیں تو میں یہ نہیں دیکھتا تھا کہ کون سا رسالہ ہے بس لکھ دیتا تھا۔

س: آپ ادیبوں کے نیوز پیپرز کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں؟

ج: جی بالکل، غالباً سن 2000ء میں نے اپنے دوست آصف رضا بلوچ کے ساتھ مل کر لکھاریوں کے لیے نیوز پیپر ''قلمکار'' نکالا تھا۔ اس میں ہم ادیبوں کی خبریں، کہانیاں، آرٹیکل اور دینی مضامین شائع کرتے تھے۔ اس کی قیمت 5 روپے تھی۔ ہم نے وہ نیوز پیپر تقریباً ڈیڑھ سال چلایا تھا۔ میرا کام لکھاریوں کی نیوز تلاش کرنا ہوتا تھا۔ پھر لکھاریوں کے تعاون نہ کرنے کی وجہ سے مجبوراً بند کرنا پڑا۔ پھر علی عمران ممتاز نے ادبی کرنیں کا اجراء کیا تو مجھے ایڈیٹر کی ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔ 2015ء میں ہم لکھاری دوستوں آصف رضا بلوچ، زبیر امین، شاہان علی خان، آصف اقبال اور دیگر نے مل کر ''لکھاری سیریز'' کا اجراء کیا۔ اس کے 6 شمارے نکالے۔ لکھاری بہت پسند بھی کیا گیا لیکن بات پھر وہی تھی کہ لکھاری حضرات تعاون نہیں کرتے تھے۔ قیمت صرف 30 روپے تھی لیکن کوئی ایک روپے کا تعاون بھی کرنے کو تیار نہیں تھا۔ جب ساتواں شمارہ شائع نہ ہوا تو لوگوں نے پوچھنا تک گوارا نہ کیا کہ لکھاری کیوں بند ہو گیا ہے۔ بس اسی وجہ سے دوبارہ شائع کرنے کی ہمت نہ کی۔ ہمارے ہاں یہ المیہ ہے کہ لوگ روزانہ موبائل میں بیلنس تو ڈلوا لیتے ہیں لیکن کتاب دوستی کا ثبوت نہیں دیتے۔ مفت کی چیز مل جائے تو خوشی خوشی لیتے ہیں۔ یہی کچھ اداروں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ کوئی کتاب مارکیٹ میں آتی ہے تو اسے پی ڈی ایف میں بنا کر نیٹ پر ڈال دی جاتی ہے اور پبلشر کو نقصان ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایسی ویب سائٹس پر پابندی لگنی چاہیے جو بغیر اجازت کتاب کو پی ڈی ایف میں بنا کر اپ لوڈ کر دیتے ہیں یا کم از کم دو سال کے بعد کتاب کو نیٹ پر اپ لوڈ کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں اگر ادب نواز کتاب دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے کتاب خرید کر پڑھ لیں تو میرا خیال ہے کوئی بھی ادارہ بند نہیں ہوگا۔

س: آپ کے خیال میں کیا بچے کتاب سے دور ہو رہے ہیں؟

ج: میرے مشاہدے کے مطابق 50 فیصد بچے کتاب سے دور ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ انٹرنیٹ، واٹس ایپ اور سوشل میڈیا ہے۔ آج کل دس سال کے بچوں کے ہاتھوں میں کتاب کی بجائے موبائل ہے۔ پہلے بچے کہانیوں کو کورس کی کتابوں میں چھپا کر پڑھتے تھے کہ کہیں امی یا ابو اسے کہانی پڑھتے ہوئے دیکھ نہ لیں۔ اب دیکھ لیں، بچے والدین کے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سامنے بے دھڑک موبائل فون استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ والدین کچھ بھی نہیں کہتے بلکہ خوش ہوتے ہیں کہ ان کا بیٹا موبائل فون چلانے میں ماسٹر ہو گیا ہے۔

س: کیا ادبی سفر کے علاوہ آپ کسی اور شعبے سے بھی وابستہ ہیں؟

ج: جی ہاں، میں صحافت کے شعبہ سے وابستہ ہوں۔ اس شعبے سے وابستہ ہوئے مجھے 23 سال ہو گئے ہیں۔ جب میں اس شعبے سے وابستہ ہوا تو اس وقت میری عمر 17 سال تھی اور بی اے کر رہا تھا۔

س: آپ کے خیال میں اچھا ادب کیا ہے؟

ج: اچھا ادب وہ ہے جس سے پڑھنے والا تفریح کے ساتھ ساتھ سبق بھی حاصل کرے۔ ادب بے مقصد نہیں ہوتا۔

س: آپ کی نظر میں تخلیق کسے کہتے ہیں؟

ج: تخلیق وہ ہے جو دل سے کی جائے۔ اپنے تجربات مثبت انداز میں بیان کیے جائیں۔

س: ادب کے فروغ کے حوالے سے تجاویز؟

ج: حکومتی سطح پر اداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور کاغذ سستا کیا جائے تاکہ ادارے تسلسل کے ساتھ کتابیں شائع کر سکیں۔

س: اب تک کتنے ناول/ افسانے/ افسانچے غرض یہ کہ کتنی تحاریر لکھ چکے ہیں؟

ج: بچوں کی اخلاقی کہانیاں لگ بھگ 1000 سے اوپر ہیں، ارسلان پبلی کیشنز سے بچوں کی 700 بکس شائع ہو چکی ہیں۔ پانچ عمران سیریز ناول سمیت 15 ناول شائع ہو چکے ہیں۔ چند ناول قسط وار شائع ہوئے ہیں۔ میں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ ہمارے ہاں کئی ادارے ایسے ہیں جو مرد رائٹر کے ناول شائع نہیں کرتے۔ پوچھا تو کہتے تھے کہ مرد رائٹر کو زیادہ نہیں پڑھا جاتا۔ خواتین کے ناول زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ جو مشہور رائٹر ہیں جیسے ایم اے راحت، اقبال کاظمی، طاہر جاوید مغل، ایم الیاس وغیرہ، ان کے ناول تو پڑھے جاتے ہیں لیکن جو نیا لکھنے والا ہوتا ہے اسے کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا۔ میرے کئی دوست رائٹر ہیں جو خود پیسے لگا کر ناول چھپواتے ہیں۔ میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ میں اپنے ناول خود شائع کرا سکوں۔ سچی کہانیاں میں شائع ہونے والا میرا ناول ''زندگی ایک کہانی'' کی کتابی شکل میں شائع کرانے کے لیے جب میں نے لاہور کے ایک پبلشر سے رابطہ کیا تو کہا ناول بھیج دیں۔ دسمبر میں شائع ہو جائے گا۔ جنوری میں، میں نے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ کا ناول ہم شائع نہیں کر سکتے کیونکہ آپ میل ہیں اور میل رائٹر کے ناول کوئی نہیں خریدتا۔ سوچ رہا ہوں کہ خود ہی کتابی شکل میں شائع کروں۔

س: کیا آپ شاعری بھی کرتے ہیں؟ اگر ہاں تو آپ کا لکھا وہ شعر جو آپ کا پسندیدہ ہو؟

ج: نہیں، مجھے شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں ہے۔

س: آپ کی زندگی کا مقصد؟

ج: اللہ تعالیٰ نے مجھے جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا ہے وہی پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

س: اپنے والدین کے بارے میں ایک خیال اور آپ کی زندگی میں ان کا کردار۔

ج: والدین ہماری زندگی میں شیلٹر کی طرح ہوتے ہیں۔ جب شیلٹر ہٹ جائے تو ہم بے سروسامان ہو جاتے ہیں۔ والدین کی قدر نہ کرنے والے زندگی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور انہیں سکون میسر نہیں ہوتا۔

س: قارئین کے لیے کوئی پیغام۔

ج: پیغام یہی ہے کہ جییں اور جینے دیں۔ خوش رہیں اور دوسروں کو بھی خوش رہنے کا حق دیں شکریہ.....

Waqar Azeem www.paksociety.com

چیچہ وطنی سے ارسال کردہ تحریر

اپنی غلطی کا احساس

عذرا کی کہانی......عذرا کی زبانی......

اقرا جبار

انسان غلطی کا پتلا ہے کوئی انسان دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے کسی گناہ یا غلطی کے بغیر زندگی بسر کی ہو۔ غلطی کرنا اتنا بڑا جرم نہیں غلطی پر ڈٹے رہنا سب سے بڑا جرم ہے۔ عظیم انسان اسے کہتے ہیں جو غلطی سے اپنی اصلاح کرتا ہے۔ زیر نظر کہانی میری دوست کی ہے جو میں انہی کی زبانی سنانا چاہتی ہوں۔

وہ بھی کتنے خوبصورت دن تھے جب ہم اپنے والدین کے ساتھ غازی آباد کے نزدیک ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتے تھے ہمارا گھر ہمارے والدین کے پیار سے بھرا ہوا ایک خوبصورت آشیانہ تھا۔ زندگی کی ہر آسائش موجود تھی۔

اچانک وقت نے کروٹ لی ایک روز موت کا فرشتہ آیا اور ابو کو اپنے ساتھ لے گیا ہم سب آہ وبکا ہی کرتے رہ گئے ابو کی موت نے ہم سے ہمارا سب کچھ چھین لیا۔ وقت نے گزرنا ہوتا ہے وہ گزرتا رہا ہم چار بہن بھائی تھے دو بہن اور دو بھائی بڑے بھائی میڈیکل کی تعلیم مکمل کر کے ڈاکٹر بن گئے چھوٹا بھائی ابھی پڑھ رہا تھا۔

بڑے بھائی کی تنخواہ سے گھر کے حالات کچھ بہتر ہونے لگے انہی دنوں آپی کا رشتہ ایک خوشحال گھرانے سے آ گیا یہ دور کے رشتے دار تھے ہمارے حالات اور امی کی شرافت سے واقف تھے انہوں نے جہیز کا مطالبہ نہ کیا سادگی سے آپی کی شادی ہوگئی وہ اپنے شوہر کے ساتھ ملتان چلی گئی۔

چھوٹے بھائی نے بھی تعلیم مکمل کرلی اسے ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت مل گئی۔ میری خواہش آگے پڑھنے کی تھی اس لیے مجھے کالج داخل کرادیا۔ بڑی آپی کو اسکول تک ہی تعلیم نصیب ہوئی لیکن میں خوش قسمت نکلی اور میرا یہ خواب تعمیر پانے لگا۔

کالج میں میرا دوسرا سال تھا میری کلاس فیلو نے اپنے گھر سالگرہ پر مدعو کیا۔ امی کو بتایا انہوں نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ تم بہن کو اس کی سہیلی کے گھر

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

چھوڑ آؤ پہلے بھائی کے ساتھ بازار گئی اپنی دوست کائنات کے لیے اچھا سا تحفہ لیا اور بھائی نے مجھے اس کے گھر چھوڑ دیا۔ جو ہمارے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا شام کو بھائی مجھے لے آئے دوسرے دن جب میں کالج گئی تو کائنات نے بتایا۔

''میرا بھائی آپ پر مرمٹا ہے کہتا ہے شادی کروں گا تو تمہاری دوست عذرا سے ورنہ عمر بھر شادی نہیں کروں گا۔'' میں نے بھی اپنے خیالوں میں اس کا تصور سجالیا۔

بہانے بہانے کالج سے کائنات کے گھر چلی جاتی اور اس کے بھائی حیدر سے پیار و محبت کے وعدے کرتی ہم نے ایک ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھالیں' جانتی نہ تھی جس کام کو میں اتنا آسان سمجھ رہی تھی وہ اتنا آسان نہیں ہے۔

میرے اور حیدر کے سوچنے سے بھلا کیا ہونا تھا ایک دن آپی کا امی کو فون آ گیا کہ کسی جاننے والے نے ایک بہت اچھا رشتہ بتایا ہے وہ لوگ لاہور میں رہتے ہیں آپ ایک دفعہ جا کر دیکھ لیں پھر بات آگے بڑھائیں گے۔ آپی نے امی کو پتہ لکھوا دیا اور فون نمبر بھی' امی اور بھائی دوسرے دن لڑکے والوں کے گھر لاہور چلے گئے وہ لوگ کافی امیر تھے لڑکا خوش شکل اور پڑھا لکھا تھا لہٰذا امی نے میرا رشتہ علی سے طے کر دیا۔

مجھے پتہ چلا تو جی دھک سے رہ گیا۔ سارے خواب چکنا چور ہو گئے امی کو بول دیا کہ میں وہاں شادی نہیں کروں گی جہاں آپ ہاں کر آئی ہو۔ میں اپنے جیون ساتھی کا فیصلہ خود کروں گی زندگی میں نے گزارنی ہے آپ نے نہیں۔'' میں نے امی کو کائنات کے بھائی کے بارے میں بتا دیا۔

''میں اُس سے محبت کرتی ہوں شادی بھی اسی کے ساتھ کروں گی۔'' امی نے دانتوں تلے انگلی دبالی۔

''ہم نے تم کو اس لیے پڑھایا لکھایا اور کالج جانے کا خواب پورا کیا' تجھے سہیلیوں کے گھر آنے جانے کی آزادی ملی کہ تو اپنی سی کر دکھائے جب تیرے بھائیوں کو تیرے عشق کی کہانی کا پتا چلے گا تو کیا وہ تجھے زندہ چھوڑیں گے؟ تجھ میں اتنی عقل ہے کہ اپنے لیے خود جیون ساتھی منتخب کرے اری نادان جو رشتہ ہم نے تیرے لیے ڈھونڈا ہے وہ قسمت والی لڑکیوں کو نصیب ہوتا

www.paksociety.com

ہے۔'' امی نے لاکھ سمجھایا پر میں نہ سمجھی چوری چھپے کالج کے بہانے کائنات کے گھر گئی اس کے بھائی سے ملی اسے تمام حالات سے آگاہ کیا میں نے اسرار کیا کہ اپنی والدہ کو ہمارے گھر بھیج دو تاکہ میں اس رشتے پر اڑ جاؤں۔'' اس نے کہا۔

'' میں ابھی پڑھ رہا ہوں ایسا نہیں کرسکتا آپ کو کچھ عرصہ صبر کرنا پڑے گا۔'' میں صبر تو عمر بھر کرلیتی لیکن میرے بس میں ہوتا تو.....

امی اور بھائی ایک ماہ میں میری شادی کرنا چاہتے تھے لڑکے والوں کا تقاضہ تھا کہ جلدی شادی کرنی ہے میں نے لاکھ کوشش کی پر گھر والے نہ مانے مقررہ تاریخ پر مجھ کو دلہن بنا دیا گیا اور بیاہ کر علی کے گھر لاہور چلی آئی دلہن بن کر ہر لڑکی کی نئی زندگی کے خواب دامن میں بھرے پیا کے آنگن میں اترتی ہے لیکن میرے خوابوں میں حیدر تھا جسم کسی کی ملکیت اور دل کسی اور کی ملکیت تھا وقت گزرتا رہا۔

علی نے مجھے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مجھے خوبصورت مقامات پر ہنی مون کے لیے لے گئے مجھ پر خوب پیسہ خرچ کیا علی کے گھر والوں نے بھی بہت پیار دیا سب نے مجھے خوش رکھنے کے جتن کیے پر میرے دل میں کوئی جگہ نہ بنا سکا میں نے کسی کے ساتھ ہنس کر بات نہیں کی سب لوگ میرے لبوں پر ہنسی دیکھنے کو ترس گئے آخر کار علی نے مجھ پر توجہ دینا چھوڑ دی اور یہاں تک کہہ دیا۔

''اگر تم چاہو تو مجھ سے طلاق لے کر اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتی ہو۔'' میں نے حیدر سے رابطہ کیا ساری صورت حال بتائی اس نے کہا۔

'' اپنے شوہر سے طلاق لے لو میں تم سے شادی کرلوں گا۔''

ایک دن میں اپنے شوہر سے لڑائی کر کے حیدر کے گھر آ گئی جب حیدر نے مجھے اپنے گھر دیکھا تو وہ بہت پریشان ہوگیا کہنے لگا۔

''اس سے پہلے کہ امی ابو کو شک ہو جائے کہ تم میری وجہ سے اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہو یہاں سے چلی جاؤ جب حالات ٹھیک ہوں گے تو میں آپ کو اپنالوں گا۔'' اس کے سمجھانے پر میں کائنات سے ملنے کا بہانہ کر کے کچھ دیر وہاں رکی اور امی کے گھر آ گئی ان کو بتایا کہ سسرال والے مجھ پر بہت ظلم کرتے ہیں میں وہاں نہیں رہ سکتی امی نے میرے جھوٹے بیانات پر یقین کرلیا۔

بھائیوں کو بھی سمجھایا اچانک والدہ کو فالج ہوگیا ان کی دیکھ بھال اور خدمت کے بہانے یہاں ٹھہری رہی بالآخر والدہ وفات پا گئیں ان کے انتقال کے بعد بھائی اور بھابی نے آنکھیں پھیر لیں۔ اٹھتے بیٹھتے طعنے دیتے۔

''شوہر کا گھر چھوڑ کر کب تک یہاں پڑی رہوگی۔ تم نے تو مستقل ڈیرے ڈال لیے ہیں عزت اسی میں ہے کہ اپنے گھر جاؤ۔'' اس دوران ساس نے ایک دو بار فون کر کے سمجھایا۔

'' بیٹی ابھی کچھ نہیں گیا اپنے گھر واپس آ جاؤ۔'' مگر میں نے ہر بار انکار کیا۔ میں تو حیدر کے بااختیار ہونے کا انتظار کر رہی تھی ساس کو صاف صاف کہہ دیا۔

''مجھے طلاق چاہیے۔''

''بیٹی سوچ لو ابھی وقت ہے یہ دنیا بڑی ظالم ہے اپنے شوہر کے گھر کے سوا تم کو کسی اور جگہ امان نہ ملے گی۔'' ایک دن بھائی گھر پر نہیں تھا بھابی نے بہت بے عزتی کی اور گھر سے نکل جانے کو کہا۔

''عزت کے ساتھ اپنے شوہر کے گھر جاؤ

www.pakistanipoint.com

ورنہ دھکے دے کر نکال دوں گی۔ رہنا ہے تو اپنی بہن کے گھر چلی جاؤ۔'' صبح میں نے بیگ اٹھایا اور ملتان بہن کے گھر آ گئی حیدر نے ایک سال گزارنے کا کہا تھا یہ ایک سال کہیں گزارنا تھا۔

ماں کے بعد بہن کا گھر ہی اچھا لگتا ہے سوچا دکھ کی اس گھڑی میں بہن ضرور سہارا دے گی دل میں امید کا دیا جلا کر بہن کے گھر آ گئی بہن جانتی تھی کہ میں اپنے شوہر سے ناراض ہو کر میکے آئی تھی۔ دلجوئی کی بجائے اس نے طعنے دینے شروع کر دیے کھانے کا بھی نہ پوچھا کہنے لگی۔

''کب تک میں تم کو اپنے گھر بٹھاؤں گی۔''

آپی کے رویے سے صاف ظاہر تھا کہ میں ان کے ہاں ڈیرے نہ ڈال دوں بلکہ ڈیرہ ڈالنے سے پہلے ہی میں کہیں اور چلی جاؤں۔

''ٹھیک ہے آپی اگر آپ کو کوئی پرابلم ہے تو میں ابھی آپ کے گھر سے چلی جاتی ہوں۔'' میں نے بیگ اٹھایا لاہور والی بس پر سوار ہو کر واپس آ گئی لاہور میں میری ایک دوست تھی سوچا کچھ دن ان کے گھر ٹھہر جاؤں گی۔ یہ سوچ کر میں اپنی دوست کے گھر آ گئی شام ہونے والی تھی جب اس کے گھر پہنچی مجھے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی رات کھانا کھانے کے بعد جب میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو وہ کہنے لگی۔

''آپ یہاں سے چلی جائیں اگر میرے گھر والوں کو پتہ چل گیا کہ آپ گھر سے بھاگ کر آئی ہو تو بہت برا ہوگا۔'' اپنی دوست کے رویے سے بھی مایوسی ہوئی رات بھر روتے ہوئے گزر گئی۔ صبح اٹھتے ہی علی کو فون کیا۔

''مجھے معاف کر دو میں نے آپ کے ساتھ بہت زیادتی کی اگر آپ مجھے معاف کر دیں مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ میں واپس اپنے گھر آنا چاہتی ہوں۔'' علی نے کہا۔

''تم اس وقت کہاں ہو؟'' میں نے اپنی دوست کے گھر کا ایڈریس بتا دیا۔ اس نے مجھے معاف کر دیا ایک گھنٹے بعد وہ میرے پاس پہنچ گیا آتے ہی بولے۔

''عذرا تمہارے بغیر میرا گھر سونا ہو گیا تھا جب سے آپ روٹھ کر گئی ہو ہم سب گھر والوں کو تمہارے بغیر ایک پل چین نہیں آیا آؤ میرے ساتھ تمہارا گھر تمہارا منتظر ہے۔''

اپنے گھر قدم رکھتے ہی دل کو اتنا سکون ملا کہ لگتا تھا جیسے میں ایک بار پھر جنت میں آ گئی ہوں فوراً ساس نند دوڑی آئیں مجھے پیار کیا گھر کا ہر فرد یوں خوشی کا اظہار کر رہا تھا جیسے ان کے خاندان کا کوئی گمشدہ فرد اچانک مل گیا ہو۔

آج احساس ہوا کہ اپنا گھر کیا ہوتا ہے شوہر کا تحفظ اس کی محبت کیا شے ہے اور شوہر جو سماج اور رشتے داروں میں عورت کو عزت بھرا مقام ملتا ہے وہ کتنا انمول ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے اس دنیا میں موجود ہیں جن کی وجہ سے دنیا قائم ہے میں معافی کے قابل نہ تھی مگر کمال برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے مجھے اپنا لیا اور اس مقام سے آگے کا سفر شروع کیا جہاں میں نے اس کو چھوڑ کر ایک بے وفا دھوکے باز کے پیچھے بھاگ آئی تھی۔ ایک دن کائنات نے بتایا۔

''حیدر نے اپنی پسند اور مرضی سے شادی کر لی ہے وہ مجھے دھوکہ دے رہا تھا اور میں اس کے جھوٹے وعدوں پر برباد ہوتی جا رہی تھی شکر ہے کہ برے وقت کی ٹھوکر لگنے سے مجھے بروقت عقل آ گئی اور میں مزید برباد ہونے سے بچ گئی ورنہ میرا مقام زمانے کی ٹھوکروں میں ہی ہوتا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کراچی سے ارسال کردہ خوبصورت تاریخی تحریر

ملکہ زبیدہ تاریخ ساز شخصیت

آپ نہایت خوبصورت اور ذہین وفطین تھیں۔ جوان ہوئی تو حسن صورت کے علاوہ حسن سیرت سے بھی آراستہ تھی اور علم ودانائی کے اعتبار سے بھی بلند مقام رکھتی تھی۔

تہمینہ عمیر

ان کا نام ست المجبۃ مۃ العزیز ہے، ان کی کنیت ام جعفر بنت جعفر بن ابوجعفر منصور ہے، یہ امین محمد بن رشید کی ماں ہیں، خلیفہ ہارون الرشید کی اہلیہ محترمہ ہیں، کہتے ہیں کہ عباسیوں نے ان جیسا خلیفہ نہیں جنا۔ یہ نہایت جاہ وحشم والی خاتون تھیں، حج کے سلسلے میں ان کے بے شمار کارنامے ہیں، ان کے جد امجد نے ان کا لقب زبیدہ رکھا، ان کے شاہی محل میں تقریباً سو باندیاں تھیں اور سب کی سب قرآن پاک کی حافظہ تھیں، سن 216ھ میں وفات پائیں۔

ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابوجعفر منصور ہاشمی خاندان کی چشم وچراغ تھیں۔ آپ خلیفہ ہارون الرشید کی چچازاد بہن اور بیوی تھیں۔

آپ کے دادا منصور اسے دودھ بلونے والی متھنی کی طرح ہاتھوں میں کھلاتے ہوئے زبیدہ، زبیدہ (متھنی، متھنی) پکارا کرتا تھا اور وہی ان کا نام پڑ گیا۔

زبیدہ بڑی سلیم الفطرت اور ذہین بچی تھی۔ اس نے بڑے ذوق وشوق سے تعلیم حاصل کی۔ اسی عمر میں اس کو قرآنِ کریم اور احادیث نبوی سے دلی لگاؤ پیدا ہو گیا جو عمر بھر قائم رہا۔ دوسرے دینی علوم اور عربی ادب میں بھی اس نے بڑی دسترس حاصل کر لی۔

آپ نہایت خوبصورت اور ذہین وفطین تھیں۔ جوان ہوئی تو حسن صورت کے علاوہ حسن سیرت سے بھی آراستہ تھی اور علم ودانائی کے اعتبار سے بھی بلند مقام رکھتی تھی۔

جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون الرشید سے ان کی شادی ہو گئی۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ذوالحجہ 165ھ مطابق جولائی 782ء میں ہوئی۔

ہارون الرشید نے اس شادی کی خوشی میں ملک بھر سے عوام وخواص کو دعوت پر بلایا اور مدعوین کے درمیان میں اس قدر زیادہ مال تقسیم کیا جس کی مثال تاریخ اسلامی میں مفقود ہے۔ اس موقع پر خاص بیت المال سے اس نے پانچ کروڑ درہم خرچ کیے۔ ہارون الرشید نے اپنے خاص

Waqar Azeem
www.pakistanpoint.com

مال سے جو کچھ خرچ کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔

زبیدہ بڑی خوش پوش، رحم دل، مخیّر، علم دوست اور ذہین خاتون تھی۔ ایک طرف تو اس کے جاہ وحشم کا یہ حال تھا کہ اس کا ایک ایک جوڑا ہزاروں دینار میں ہوتا تھا اس کی جوتیاں ہیروں اور موتیوں سے مزین ہوتی تھیں اس کے محل میں عنبر کی شمعیں جلتی تھیں اس کے باورچی خانے کا یومیہ خرچ دس ہزار درہم کا تھا اور ہزاروں لوگ اس کے دستر خوان سے پرورش پاتے تھے۔

عمر بھر عذرِ شرعی کے بغیر نہ کبھی کوئی نماز قضا کی اور نہ کوئی روزہ چھوڑا۔

ملکہ زبیدہ کی خدمت کے لیے ایک سو نوکرانیاں تھیں، جن کو قرآن کریم یاد تھا اور وہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ ان کے محل میں سے قرأت کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آتی رہتی تھی۔

خلیفہ ہارون الرشید اپنی زوجہ زبیدہ بنت جعفر کے ساتھ ایک دریا کے پاس سے گزر رہے تھے جہاں بہلول دانا نے کچھ ریت کے گھر بنائے ہوئے تھے خلیفہ نے پوچھا یہ کیا؟ بہلول دانا نے کہا گھر بیچ رہا ہوں۔ ایک دینار کا ہے۔ جو یہ خریدے گا اللہ اسے جنت میں محل دیں گے۔ خلیفہ مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔ خلیفہ کی بیوی نے بہلول کو ایک دینار دیا اور ریت کا وہ گھر خرید لیا۔ رات کو ہارون الرشید نے خواب دیکھا کہ وہ جنت میں ایک بہت بڑے محل کے سامنے کھڑا ہے جس پر اس کی بیگم کا نام لکھا ہے

ہارون رشید ملکہ زبیدہ سے بہت محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر پکارا: ھلمی یا ام نھر ''ام نہر! ذرا ادھر آنا'' زبیدہ نے بعد

میں مشہور عالم اصمعی کو بلوا کر پوچھا: امیر المومنین مجھے ''ام نہر'' کہہ کر پکارتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟ اصمعی نے جواب دیا: چونکہ جعفر عربی لغت میں ''نہر'' کو کہتے ہیں اور آپ کی کنیت ام جعفر ہے، اس لیے نہر معنی مراد لے کے آپ کو اس نام سے پکارا ہو گا۔ زبیدہ بڑی ہی سمجھدار خاتون تھیں، حاشیہ برداروں کے کہنے پر کبھی فوری فیصلہ نہیں کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ایک شاعر نے ان کی خدمت میں چند اشعار سنائے، مگر ردیف و قافیہ اور الفاظ کی ترکیب میں شاید وہ اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے ادا نہیں کر سکا۔ شعر کے مفہوم سے ان کی عظمت کے بجائے گستاخی عیاں تھی۔ حشم وخدم نے شاعر کی عبارت کو ملکہ کی بے ادبی پر محمول کیا اور اس کو گرفتار کرنا چاہا مگر ملکہ نے ان سے کہا: اس کو نظر انداز کر دو، کیونکہ جس کی نیت اچھی بات کہنے کی ہو مگر اس سے لغزش ہو جائے، ایسا شخص اس آدمی سے بہتر ہے جس کی نیت بری ہو مگر وہ بات اچھی کہہ جائے"۔

عباسی دور کے خلیفہ ہارون رشید کی بیوی سیدہ زبیدہ نے ایک خواب دیکھا، اس خواب کا تذکرہ اس نے اپنے شوہر ہارون رشید سے کیا ہارون رشید بھی اس خواب سے متفکر ہوا اور علماء سے اس کی تعبیر چاہی تو علماء نے بتلایا کہ یہ مبارک خواب ہے، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ عزوجل تمہاری بیوی سے کوئی اہم خدمت لیں گے، جس سے رعایا کو فائدہ پہنچے گا،

آپ نے زندگی میں کئی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ان میں ایک پاپیادہ حج بھی شامل تھا۔ وہ رفاہِ عامہ کے کاموں سے بھی دلچسپی رکھتی تھیں اور ان پر بے دریغ پیسہ خرچ کرتی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھیں۔عراق سے مکہ معظمہ کو جانے والے راستے پر آپ حاجیوں اور مسافروں کے لیے کئی مقامات پر سرائیں بنوائیں اور کنویں کھدوائے۔ یہ راستہ تیز ہواؤں یا آندھیوں کی وجہ سے اکثر ریت سے اٹ جاتا اور مسافر راستہ بھول جاتے اور صحرا میں بھٹکتے پھرتے تھے۔

ملکہ زبیدہ نے لاکھوں دینار صرف کر کے راستے کے دونوں طرف مضبوط دیواریں بنوا دیں تاکہ کسی کو راستہ معلوم کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ ملکہ نے اپنے خرچ پر کئی مسجدیں بھی بنوائیں۔ علاوہ ازیں ایک نہر عارکوہ بنان سے بیروتک بنوائی جس کے پل آج تک تناطر زبیدہ کے نام سے مشہور ہیں۔

''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' میں ہے کہ ملکہ زبیدہ نے تبدیلی آب وہوا کے لیے سرزمین ایران میں ایک پُر فضا مقام پسند کر کے وہاں شہر تبریز آباد کیا۔

مصر کا قدیم شہر سکندریہ جو دوسری صدی ہجری میں تقریباً اجڑ گیا تھا ملکہ زبیدہ کے حکم پر ازسرنو تعمیر کیا گیا۔

ملکہ زبیدہ کا سب سے بڑا کارنامہ جو قیامت تک اس کا نام زندہ رکھے گا، وہ ''نہر زبیدہ'' کی تعمیر ہے۔

دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنے کے لیے آرہے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں پانی ناپید ہے۔ حجاج کرام اور اہل مکہ بڑی مشکل سے کسی طرح پانی کا بندوبست کر پاتے ہیں۔

اسی زمانہ میں ملکہ زبیدہ بنت جعفر فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ آتی ہیں۔ انہوں نے جب اہل مکہ اور حجاج کرام کو پانی کی دشواری اور مشکلات میں مبتلا دیکھا تو انہیں سخت افسوس ہوا، چنانچہ انہوں نے اپنے اخراجات سے ایک عظیم الشان نہر کھودنے کا حکم دے کر ایک ایسا فقید المثال کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک عالم بشریت کو یاد رہے گا

زبیدہ نے پانی کی قلت کے سبب حجاج کرام اور اہل مکہ کو درپیش مشکلات اور دشواریوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو انہوں نے مکہ میں ایک نہر بنانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے بھی وہ مکہ والوں کو بہت زیادہ مال سے نوازتی رہتی تھیں اور حج وعمرہ کے لیے مکہ آنے والوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔

اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے ماہر انجینئر بلوائے گئے۔ مکہ مکرمہ سے 35 کلومیٹر شمال مشرق میں وادی حنین کے ''جبال طاد'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک نہر جس کا پانی ''جبال قرا'' سے ''وادی نعمان'' کی طرف جاتا تھا اسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کر لیا گیا یہ مقام عرفات سے 12 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔

علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب بئر زبیدہ کے نام سے تھا جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا، اس سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر میں لے جایا گیا، پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ کی طرف اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ اس عظیم منصوبے پر ستر لاکھ (17,00,000) دینار خرچ ہوئے۔

ملکہ زبیدہ نے انتہائی شوق اور جذبہ اخلاص کے تحت نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ وہ حجاج کرام اور اہل مکہ کو پانی کی دشواریوں سے نجات دلانا چاہتی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھیں اور یہ کام اللہ کی خوشنودی کے لیے انہوں نے کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب نہر زبیدہ کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا۔

آپ نے جس کا حکم دیا ہے اس کے لیے خاصے اخراجات درکار ہیں، کیونکہ اس کی تکمیل کے لیے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا، چٹانوں کو توڑنا پڑے گا، نشیب و فراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا، سینکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنی پڑے گی، تب کہیں جا کر اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے جو جواب دیا وہ دلچسپ بھی ہے اور اس سے ان کی قوت فیصلہ اور منصوبے سے دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے چیف انجینئر سے کہا۔

اعملھا ولوکانت ضرب فاس بدینار اس کام کو شروع کر دو، خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو۔ اس طرح جب نہر کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا تو منتظمین اور نگران حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں۔

اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے کنارے واقع اپنے محل میں تھیں۔ ملکہ نے وہ تمام کاغذات لیے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریا برد کر دیا اور کہنے لگیں: ''الٰہی! مجھے دنیا میں کوئی حساب کتاب نہیں لینی، تو بھی مجھ سے قیامت کے دن حساب نہ لینا۔''

ملکہ زبیدہ نے یہ عظیم الشان کام انجام دے کر حجاج کرام اور باشندگان مکہ کو پانی کی قلت کے سبب درپیش مشکلات کا مسئلہ حل کر دیا۔ فی الحقیقت دونوں چشموں سے دو الگ الگ نہریں نکالی گئیں۔ آگے چل کر یہ دونوں نہریں مل گئیں اور پھر یہی ایک نہر عرفات تک چلی گئی۔ اسی نہر کا نام زبیدہ ہے۔

پہاڑوں کے اندر راستوں میں جگہ جگہ حوض بھی بنائے گئے تاکہ بارش کا پانی بھی حوض میں جمع ہو کر نہر میں شامل ہو جائے نہروں کی گزرگاہ کو ایسے مسالے سے بنایا گیا ہے کہ پانی زمین کے اندر جذب نہیں ہوتا۔

اس علاقے میں اکثر ریت کے طوفان آتے رہتے ہیں۔ اس لیے نہر کو پاٹ دیا گیا تاکہ ریت اس میں شامل نہ ہو جائے۔ شروع شروع میں نہر زبیدہ کا نام عین المشاش تھا لیکن اللہ نے زبیدہ کے نام کو دوام بخشا تھا اس لیے وہ بعد میں اسی نام سے مشہور ہو گئی۔

یہ نہر مکہ معظّمہ سے چند میل دور جبل عرفات کے ایک مقام چاہ زبیدہ پر ختم ہو جاتی ہے وہاں تک اس کی کل لمبائی 33 کلومیٹر ہے۔

ملکہ کی خواہش تھی کہ نہر خاص مکہ معظّمہ تک پہنچ جائے لیکن کوئی ایسی رکاوٹ پیش آئی کہ اسے چاہ زبیدہ پر ہی ختم کرنا پڑا۔

پھر بھی اہل مکہ کو اس سے بڑا آرام ہو گیا۔ نہر پر پانی کی تقسیم کے لیے جگہ جگہ حوض اور کنویں بنے ہوئے ہیں۔

ملکہ زبیدہ کے بطن سے ہارون الرشید کا بیٹا محمد امین پیدا ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس نہر کو ان کے حق میں صدقہ جاری بنائے

ملکہ زبیدہ کی وفات بروز پیر 26 جمادی الاول 216ھ بمطابق 10 جولائی 831ء کو بغداد میں ہوئی اور ان کی تدفین مقبرہ خیزران میں کی گئی جو کہ موجودہ ترکی میں واقع ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ساہیوال سے ارسال کردہ عبرت دیتی تحریر

خواب ریت کے گھروندے

بچیوں کو سب سے پہلے محبت اپنے والدین سے کرنی چاہیے..... غیروں کی محبت بہت دکھ دیتی ہے.....

اروشمہ خان

عنبر ایک آزاد خیال لڑکی تھی اسے نہ اپنی عزت کا خیال تھا نہ اپنے ماں باپ کی پرواہ..... اسے محبت تھی تو صرف اپنے آپ سے تھی۔ انعم اور اس کی دوستی اکیڈمی میں ہوئی تھی جہاں انعم نے ابھی نیو ایڈمیشن لیا تھا عنبر سے انعم کی دوستی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ انعم نئی ہونے کی بنا پر کسی کو جانتی نہیں تھی اکیڈمی میں اور عنبر ہنس مکھ اور جلد دوست بنا لیتی تھی تب ہی اس نے انعم سے بھی جلد دوستی کر لی۔ اکیڈمی میں لڑکے لڑکیاں اکٹھے پڑھتے تھے اور اکیڈمی کی یہی بات عنبر کو بہت پسند تھی اور اس کو اپنی دولت اور اپنے حسن کا بہت غرور تھا۔

ہزار ہزار کے کئی نوٹ ہر وقت اس کے پرس میں ہوتے نت نئے اسٹائل کے کپڑے جوتے پہن کر اکیڈمی آتی وقت گزرتا گیا۔ اس کی اور انعم کی دوستی دن بدن بڑھتی رہی تب انعم کو پتہ چلا کہ لوگ جتنا گھمنڈی اور مغرور کہتے عنبر ایسی ہے نہیں وہ تو بہت اچھی ہے اُسے خواہ مخواہ لوگ برا کہتے ہیں اور انعم اسے کیوں نہ سمجھتی کہ عنبر انعم کو واقعی مخلص دوست سمجھتی تھی اور اپنی زندگی کے ہر راز سے انعم کو آگاہ کر رکھا تھا اُس نے.....

ہر دکھ سکھ کی بات وہ انعم سے کرتی تھی اس نے اُسے بتا رکھا تھا کہ اس کی منگنی اپنے چچا کے گھر ہو چکی ہے اور وہ اپنے چچا زاد سے گھنٹوں فون پر باتیں کرتی ہے وہ اپنے منگیتر کے متعلق ہر بات انعم کو بتاتی اور انعم سے پوچھتی مگر انعم کیا بتاتی اسے وہ ایک سیدھی سادی شریف لڑکی تھی۔

اس کی زندگی گھر سے شروع ہو کر پڑھائی تک ختم ہو جاتی اور اس کے ماں باپ نے اُسے ہمیشہ باہر کی دنیا سے تعلق رکھنے اور زیادہ دوستیاں کرنے سے منع کر رکھا تھا انعم خود بھی سمجھدار لڑکی تھی اور اسے اچھے سے پتا تھا کہ لڑکی ذات کے لیے اس کی عزت سب کچھ ہے اور اسے اپنی عزت کی حفاظت کرنی آتی ہے تبھی وہ اکیڈمی میں سوائے عنبر کے کسی سے زیادہ فری نہیں ہوتی بس پڑھائی پر توجہ دیتی سب نے انعم کو روکا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"عنبر اچھی لڑکی نہیں آزاد خیال ہے۔ اس کی دوستی چھوڑ دو۔" مگر انعم عنبر کو دوست مان چکی تھی۔ اس لیے کسی کی بات پر توجہ نہیں دیتی امتحان سر پر تھے سب اسٹوڈنٹ امتحان کی تیاری کی وجہ سے باقاعدگی سے اکیڈمی آ رہے تھے۔ آج بھی وہ کلاس روم سے نکل کر گراؤنڈ میں جا بیٹھی۔

"عنبر کیا بات ہے آج کل تم کچھ بدلی بدلی لگ رہی ہو ہر وقت کھوئی کھوئی سی رہتی ہو۔" انعم نے کتابیں رکھتے ہوئے کہا۔

"یار انعم تم نے اپنے کلاس فیلو ارسلان کو دیکھا ہے کتنا خوبصورت ہے۔ میں تو بس دیوانی ہوگئی ہوں اس کی۔" وہ جتنی اچھی اور خوبصورت تھی یہ بات کہتے ہوئے انعم کو بہت بری اور بدصورت لگی انعم خاموش رہی۔ کوئی جواب نہ دیا مگر دل میں سوچنے لگی۔

"کیسی لڑکی ہے جسے نہ اپنی نہ اپنے ماں باپ کی عزت کا خیال ہے۔" عنبر کے منہ پر بات اس لیے نہ کی کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے مگر دل میں بہت لگی اس کی بات...... آہستہ آہستہ عنبر اور ارسلان کی دوستی بڑھنے لگی تو انعم نے عنبر کے قریب جانا چھوڑ دیا۔ ایک تو اسے اس طرح لڑکے سے اس کی دوستی کرنا اور دوسرا اس کی اتنی بے باکی بہت بری لگی اور دوسرے اسٹوڈنٹ بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے اور ایسی لڑکیاں کسی کو پسند نہیں ہوتیں۔ جو پڑھائی کے نام پر ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکالتی پھریں۔ ایک بار حد ہی ہوگئی انعم نے دونوں کو ایک ساتھ اکیلے میں کلاس روم میں بیٹھے دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور انعم سے بات کرنے کی ٹھان لی۔

"عنبر تمہاری منگنی ہوئی ہے اور تم اس لڑکے سے اتنی دوستی بڑھا رہی ہو اگر تمہارے کزن کو یا گھر والوں کو پتہ چل گیا تو تمہاری منگنی ٹوٹ جائے گی مت کرو ایسا میں تمہاری دوست ہوں میں نہیں چاہتی تمہیں دکھ ملے۔" انعم نے دکھی اور شکایتی انداز میں عنبر کو اکیلا پا کر کہا۔

"انعم میرے چچا کے پاس ہے ہی کیا میں اُن

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کے گھر خوش نہیں رہ سکتی میرا کزن مجھے زیادہ پسند نہیں ہے۔ اس لیے اب سوچا کہ میں اپنی پسند سے شادی کروں گی ارسلان مجھے پسند ہے۔'' عنبر نے جواب دیا۔ انعم اس کی بات سن کر خاموش ہوگئی یہ اس کی اور عنبر کی آخری بات تھی پھر سب امتحانات میں مصروف ہوگئے بہت کم موقع ملتا بات کرنے کا آج دو دن کے بعد عنبر نظر آئی کافی خوش تھی اور بہت پیارا ڈریس پہنے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

''کیا بات ہے اتنی بن ٹھن کر اکیڈمی آئی ہو۔''

''یار مبارکباد نہیں دو گی میری منگنی ہوگئی ہے۔'' اُسے خوش دیکھ کے میں بھی خوش ہوگئی۔

''اچھا یہ تو اچھی بات ہے ارسلان اچھا لڑکا ہے شکر ہے تمہیں تمہاری پسند مل گئی۔'' انعم نے خوش ہوکر عنبر سے کہا۔

''ارے بھاڑ میں جائے ارسلان اس نکمے سے کون کرتا شادی کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا عنبر نے بولتے ہوئے قہقہہ مارا۔ انعم حیرت سے اُسے ہنستے دیکھتی رہی۔

''مگر یار تم تو ارسلان کو پسند کرتی تھیں؟'' انعم نے پوچھا۔

''ہاں وہ بھی کرتا تھا مجھ سے پیار مگر میں نہیں وہ تو میرے قابل نہیں تھا۔ اچھا تم یہ چھوڑو یہ دیکھو میرے پاپا کے دوست کا بیٹا ہے میرا منگیتر۔'' اس نے اپنی بک سے تصویر نکال کر انعم کو دکھائی۔

''تو کیا تمہارے پاپا مان گئے تمہاری بات؟'' انعم نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں بالکل پاپا مان گئے کیونکہ میں نے ان سے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں شادی اپنی پسند سے کروں گی زندگی میں نے گزارنی ہے اس لیے ان کو ماننا پڑی۔'' عنبر نے مغرور لہجے میں کہا۔

''کیا تمہارے اس طرح بات کرنے سے تمہارے پاپا کو دکھ نہیں ہوا؟''

''دکھ کیوں ہوگا جب میرے ماں باپ پسند کی شادی کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں۔'' عنبر کے اس رویے کی وجہ سے انعم کے دل میں عنبر کی رہی سہی عزت بھی ختم ہوگئی اب تو انعم بالکل ہی عنبر سے دور ہوگئی کہتے ہیں ماں باپ کو بیٹے تنگ کرتے ہیں مگر عنبر جیسی بیٹیاں بھی مصیبت سے کم نہیں ہوتیں خدا کسی ماں باپ کو ایسی بے حیا بیٹی نہ دے.....

امتحان شروع ہوگئے سب پڑھائی میں مصروف تھے مگر عنبر سارا دن موبائل پر لگی رہتی انعم کے دل سے وہ اتر چکی تھی اس دن سے ان کے درمیان بات چیت بند تھی۔

انعم اپنے ماموں کے ساتھ اکیڈمی آتی پیپر دے کر چلی جاتی عنبر پتہ نہیں کب تک اکیڈمی میں رہتی اور جاتی آج آخری پیپر تھا پیپر دے کر کلاس سے باہر آنے لگی۔ تو پیچھے سے عنبر نے آواز لگائی۔

''سنو انعم رکو مجھے بات کرنی ہے تم سے۔'' انعم نے ناگواری سے پیچھے دیکھا اور بولی۔

''مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' انعم یہ کہہ کر رُکی نہیں مگر گھر آ کر سوچتی رہی کہ اُس کی بات سن لیتی اب کیا ہوسکتا تھا اکیڈمی بند ہوچکی تھی۔ انعم کی شادی جلد ہی اس کے ماموں کے بیٹے کے ساتھ ہوگئی۔

انعم بہت خوش تھی اپنے گھر میں اللہ پاک نے ایک سال بعد اس کی گود ہری کر دی بیٹی سے نوازا مگر یہ خوشی زیادہ دن نہ رہ سکی۔ انعم کی بیٹی چند دن

www.pakistanipoint.com

بیمار رہنے کے بعد فوت ہوگئی انعم کے لیے یہ صدمہ بہت بڑا تھا۔

وہ اب بہت اداس اور روتی رہتی۔ خاوند اور گھر والے سمجھاتے اللہ پاک کی مرضی ہے اُس کی رضا میں خوش رہنا چاہیے مگر وہ کیا کرتی ماں تھی اس کی گود خالی ہوئی تھی کیسے صبر کرتی۔

اس کی اُداسی کو دیکھتے ہوئے اُس کی ایک سہیلی جو کہ استانی تھی اسے اپنے ساتھ چلنے کا کہا کچھ دل بہل جائے یہ سن کر انعم بھی جانے کے لیے تیار ہوگئی وہاں پہنچ کر انعم بہت خوش ہوئی کیونکہ یہ وہی اکیڈمی تھی جہاں انعم پڑھا کرتی تھی اپنی دوست سے عنبر کا ذکر کیا تو اس کی دوست نے بتایا عنبر کی چھوٹی بہن اس اکیڈمی میں پڑھتی ہے۔ انعم اس کی بہن سے ملی۔

''مجھے نہیں پتہ ہم آپی سے نہیں ملتے۔'' اس کی بہن بولی۔

''کیا مطلب.....'' انعم نے حیران ہوکر پوچھا۔

''باجی عنبر آپی گھر سے بھاگ گئی تھیں۔''

''کس کے ساتھ اپنے منگیتر کے ساتھ؟''

''نہیں باجی عنبر ہمارے ہمسائے علی کے ساتھ بھاگ گئی تھیں۔'' عنبر کی بہن نے انعم کے سر پر دھماکہ کیا۔ انعم سوچنے لگی۔

''اتنی گھٹیا تھی عنبر.....'' عنبر کی بہن کہنے لگی۔

''ہمارے پاپا کو فالج کا اٹیک ہوگیا وہ پاپا کو دیکھنے آئی مگر پاپا نے ملنے سے انکار کردیا۔ اور ماما نے بھی انہیں معاف نہیں کیا بہت منت کی آپی نے..... عنبر کی بہن نے مزید بتایا کہ وہ اپنے گھر خوش نہیں ہے دن میں کئی بار فون کرتی ہے اس کے ماں باپ معاف کرنے کے لیے تیار نہیں۔

گھر آکر انعم نے عنبر کے لیے دعا کی وقت گزرتا رہا اب انعم بھی سنبھل گئی۔ ایک دن انعم کے شوہر جو کہ فلاحی ادارے میں آفیسر تھے عنبر کے بارے میں بتایا کہ جس لڑکے سے تمہاری دوست کی شادی ہوئی اور گھر سے بھاگ کر جس کی خاطر ماں باپ کو ناراض کیا اس نے ہی عنبر سے وفا نہ کی ایک بیٹی کی پیدائش کے بعد بہت تنگدستی میں گھر گئی ہے۔ بچی کے لیے دودھ کے پیسے نہیں ہیں اس کے شوہر نے بھی مدد نہیں کی اس نے کہیں اور شادی کرلی ہے۔

اب فلاحی ادارے میں عنبر کام کرتی ہے صفائی کا کام کرتی ہے اس کی بچی کو دودھ وغیرہ مل جاتا ہے یہ سن کر انعم کو بہت دکھ ہوا کبھی وہ اچھی دوست تھی شوہر کی اجازت سے عنبر کو ملنے گئی عنبر پہچان گئی اور گلے لگ کر بہت روئی کافی دیر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی۔

''میری صلح میرے والدین سے کروادو.....'' انعم اور اس کے شوہر نے اس کے والدین سے جاکر بات چیت کی والدین تھے بے چارے مان گئے صلح ہوگئی۔ انہوں نے عنبر کو معاف کردیا اسے اپنے گھر لے آئے۔ انعم اپنے گھر میں خوش تھی مگر عنبر کا حال برا ہوا جو لڑکی اپنے ماں باپ کی عزت کو کچل کر خوابوں کے محل بنائے گی تو وہ ریت کے گھروندے ہی ثابت ہوں گے۔

انعم نے زندگی کا سیدھا اور سچا راستہ اختیار کیا اور اپنی مرادوں کو پالیا جبکہ اس نے زندگی کے ٹھیڑے میڑھے راستوں کو چنا اور بالآخر ڈوبتی ابھرتی بھنور میں جا پھنسی آج عنبر ایک اسکول میں معمولی نوکری کرکے اپنا اور اپنی بیٹی کا پیٹ پال رہی ہے۔

❑❑.....❁.....❑❑

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کراچی سے بھیجی گئی ایسی تحریر جس کے کردار ہر دوسرے گھر میں سانس لے رہے ہیں

حسرتوں کا جنازہ

بے جا سختی کرنے والے والدین
کے لیے نصیحت آموز تحریر......

نازیہ بتول رضا

''حاجی صاحب مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' رقیہ بیگم نے حاجی صاحب کی ٹانگیں دباتے ہوئے ڈرتے ڈرتے کہا۔ حاجی صاحب جو ابھی ظہر کی نماز پڑھا کر حجرے میں آ کر لیٹے تھے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر چونک کر رقیہ بیگم کو دیکھ کر بولے۔

''ہاں بولو......سن رہا ہوں میں۔'' ہاتھ آنکھوں پر واپس رکھ لیا تھا۔

''وہ......آج شام میں کچھ لوگ اپنی عذرا کو دیکھنے کے لیے آرہے ہیں۔'' رقیہ بیگم نے ڈرتے ڈرتے مدعا بیان کیا کیونکہ حاجی صاحب مزاج کے بہت گرم تھے ذرا سی بات بھی مزاج کے خلاف برداشت نہیں کرتے تھے۔

''ہوں......'' انہوں نے رقیہ بیگم کی بات سن کر ہنکارا بھرا۔

''کون لوگ ہیں، کہاں سے آرہے ہیں اور کس کے توسط سے آرہے ہیں؟'' وہ تفصیل جاننا چاہتے تھے۔

''وہ اپنی عذرا کے پاس جو بچی سپارہ پڑھنے آتی ہے ناں دعا......اس کی امی آرہی ہیں اپنے بڑے بیٹے کا رشتہ لے کر۔'' رقیہ بیگم نے تفصیل بتائی۔

''اچھا......تو آج آرہے ہیں وہ لوگ؟''

''جی......آج شام میں......تو میں کہہ رہی تھی کہ آپ گھر میں موجود رہیے گا تاکہ ان سے بات چیت کر سکیں۔''

''ہوں......چلو دیکھتے ہیں۔'' انہوں نے کہا اور کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب ان سے مزید بات نہ کی جائے۔

☆......☆......☆

حسب وعدہ وہ لوگ آئے بہت اچھے لوگ تھے حاجی صاحب بھی گھر میں ہی تھے۔ رسمی سلام دعا کے بعد لڑکے کی والدہ سے پوچھنے لگے۔

''کیا کرتا ہے آپ کا بیٹا......؟''

''جی میرا بیٹا کیبل کا کام کرتا ہے یہاں پورے علاقے میں کیبل وہی لگاتا ہے ماشاءاللہ بہت محنتی ہے اچھا کما لیتا ہے۔'' وہ بڑے فخر سے بتانے لگیں۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

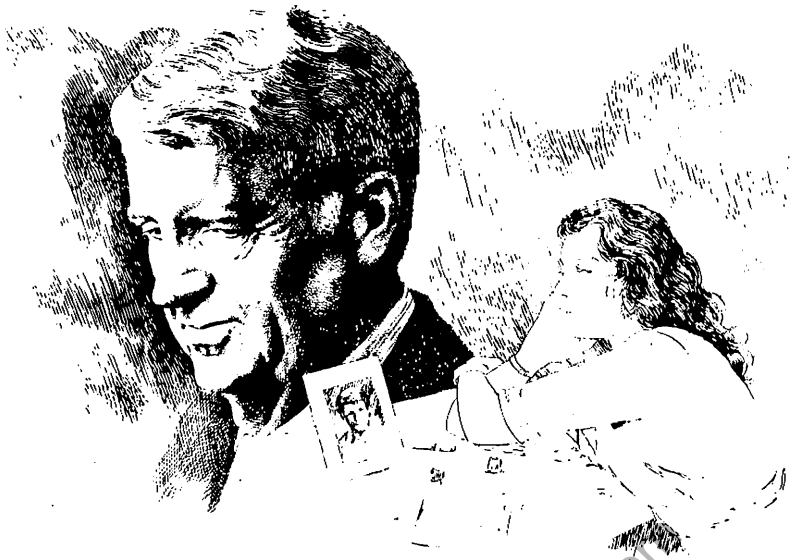

''اچھا..... تو آپ کا بیٹا کیبل کا کام کرتا ہے یعنی حرام کماتا ہے۔'' لہجے میں طنز ہی طنز تھا۔

''کیسی باتیں کررہے ہیں حاجی صاحب.....'' وہ چونکی۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔'' حاجی صاحب نے ان کی بات کاٹی۔

''آپ کی ہمت کیسے ہوئی ہمارے گھر رشتہ لے کر آنے کی..... ارے کیا میں اپنی شریف بیٹی کی شادی حرام کمانے والے سے کروں گا۔'' ان کا لہجہ بڑا کاٹ دار تھا۔

''آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے؟''

''دیکھیں حاجی صاحب ہم آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں کہ آپ مسجد کے پیش امام ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم آپ کی ناجائز باتیں بھی سنیں گے ارے ہم نے تو آپ کو عزت دی کہ آپ کی بیٹی کے لیے اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آئے اور آپ نے ہمیں ہی ذلیل کرنا شروع کردیا واہ..... یعنی کہ بھلائی کا زمانہ ہی نہیں رہا۔'' یہ لڑکے کے والد تھے جو حاجی صاحب کے الفاظ سن کر سیخ پا ہو چکے تھے۔

''ہاں تو کس نے کہا ہے ہمارے ساتھ بھلائی کرنے کو..... بھائی ہماری بیٹی ہم پر بوجھ نہیں ہے جو ہم کہیں بھی کسی بھی ایرے غیرے کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دیدیں..... آپ برائے مہربانی یہاں سے تشریف لے جائیں۔'' حاجی صاحب دوٹوک لہجے میں بدتمیزی سے بولے تو وہ لوگ فوراً ہی کھڑے ہوگئے۔

باہر عذرا اپنی بہنوں کے ساتھ یہ ساری باتیں سن رہی تھی اس کو اپنا پورا جسم سن ہوتا ہوا محسوس ہوا اس نے لڑکھڑاتے وجود کو دیوار کا سہارا لے کر سنبھالا اندر سے آواز آئی۔

''ہاں ہاں ہمیں بھی اپنے کماؤ پوت بیٹے کے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے ہم نے تو نیکی کرنے کا سوچا تو آپ کے گھر چلے آئے اگر ہمیں پتا ہوتا کہ آپ ہمارے ساتھ یہ سلوک کریں گے تو ہم کبھی اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آپ کے گھر نہیں آتے.....

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

واقعی کچھ لوگوں کو عزت راس نہیں آتی۔ چلیے جمیلہ بیگم۔'' وہ درشت لہجے میں کہتے اپنی بیگم کو لے کر بھناتے ہوئے وہاں سے نکل گئے اور رقیہ بیگم خاموشی سے سارا تماشا دیکھتی رہیں اور چاہ کر بھی ایک لفظ تک نہ کہہ سکیں نہ ہی انہیں روک سکیں اور یہ رشتہ بھی ہمیشہ کی طرح ہاتھ سے نکل گیا تھا اور وہ بے بسی و لاچاری سے صرف دیکھتی ہی رہ گئی تھیں۔

☆.....☆.....☆

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا بلکہ جب بھی عذرا کے لیے کوئی رشتہ آتا حاجی صاحب لڑکے میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتے عذرا کی خوبصورتی اور سادگی دیکھ کر بہت سے لوگ اس دہلیز پر ہاتھ پھیلائے رشتہ مانگنے آئے تھے لیکن ہر کسی کو نامراد و مایوس لوٹنا پڑا تھا وجہ حاجی صاحب تھے انہیں ہر لڑکے میں کوئی نہ کوئی خامی نظر آجاتی اور وہ منع کر دیتے۔

''یہ لڑکا کلین شیو ہے مجھے پسند نہیں یہ لڑکیوں جیسے لڑکے.....''

''اگر داڑھی ہے تو پوری ایک مٹھی کیوں نہیں یہ تو فیشن والی داڑھی ہے۔''

''لڑکا بینک میں ہے تو سود خور اور کلرک ہے تو رشوت خور دودھ والا ہے تو ملاوٹی اور پرچون والا ہے تو چور..... الغرض انہیں ہر رشتے میں کوئی نہ کوئی مسئلہ ہوتا اور رشتہ منع ہو جاتا۔''

عذرا ان کی اکلوتی بیٹی نہیں تھی بلکہ عذرا کے علاوہ تین بیٹیاں اور تھیں جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھیں اور شادی کے قابل تھیں ظاہر ہے کہ عذرا کی شادی ہوتی تو ان بے چاریوں کا نمبر بھی آتا..... مگر یہاں تو عذرا کے رشتے کے ہی لالے پڑے ہوئے تھے پتہ نہیں حاجی صاحب کو اپنی بیٹی کے لیے کون سے 'مولوی' کا انتظار تھا جو ہر طرح کے گناہ سے بھی پاک ہو اور شرع کا پابند ہو اب ایسا مولوی لڑکا بھلا اس دور میں کہاں ملتا؟ اور یوں حاجی صاحب کی ناشکری کی وجہ سے عذرا کے ساتھ ساتھ تینوں بہنوں کی شادی اٹکی ہوئی تھی۔

اس رات جب رشتے والے مایوس واپس لوٹے تو گھر میں موت کا سناٹا تھا ایسی خاموشی اور سکوت چھایا تھا جیسے یہ گھر مکینوں سے خالی ہو یا پھر اس گھر میں جیسے کوئی مر گیا ہو ایسی ہی اُداسی تھی اس گھر میں.....

اس رات جب ماں بیٹیاں سونے کے لیے لیٹیں تو عذرا سے چھوٹی سائرہ بولی۔

''اماں آخر ابا چاہتے کیا ہے..... کیا ہم چاروں کسی ابا کے من پسند مولوی کے انتظار میں اسی دہلیز پر پڑے پڑے بوڑھی ہو جائیں..... آخر انہیں کیا مسئلہ ہے؟ وہ کیوں ہر رشتے میں نقص نکال کر منع کر دیتے ہیں..... پتہ نہیں کون سے فرشتے کے انتظار میں ہیں..... جیسی خوبیاں وہ ہمارے دولہا میں دیکھنا چاہتے ہیں کم از کم آج کل کے لڑکوں میں تو ناممکن ہیں..... اماں آخر آپ کچھ بولتی کیوں نہیں اب تو بولیں اماں خدارا ہمارے حق کے لیے بولیں ورنہ ہمارے بوڑھے جنازے نکلیں گے اس گھر سے..... اور آپ تب بھی خاموش ہی رہنا کچھ مت کہنا۔'' شدتِ جذبات سے اس کی آواز پھٹ گئی تھی۔

''ایسے مت بولو بیٹا..... میں مجبور ہوں..... میں کیا بولوں بیٹا..... میری کبھی حاجی صاحب نے چلنے ہی نہیں دی ہمیشہ ہر فیصلے میں انہوں نے اپنی ہی من مانی دکھائی ہے اب آج کے رشتے کو ہی لے لو..... مجھے یہ رشتہ اپنی عذرا کے لیے کتنا پسند تھا کتنی پُر امید تھی میں..... کہ یہ رشتہ ضرور پسند آئے گا حاجی صاحب کو..... لیکن ہوا کیا؟ تمہارے ابا نے اس رشتے میں بھی نقص نکال دیا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان

www.paksociety.com

بے چاروں کو ذلیل کر کے گھر سے بھی نکال دیا اب یہی صورت حال رہی تو کون آئے گا ہمارے گھر رشتہ لے کر..... میرا تو سوچ سوچ کے دماغ پھٹا جاتا ہے لیکن میں مجبور ہوں کچھ کر بھی نہیں سکتی۔'' اماں بھیگے لہجے میں لاچاری سے بولیں۔

عذرا کے کانوں میں یہ سب آوازیں آ رہی تھیں لیکن وہ چپ چاپ لیٹی چھت کو گھورتی رہی چہرے پر بے بسی اور اداسی جیسے رقم ہو کر رہ گئی تھی اور رہی سہی کسر ان چند سفید بالوں نے پوری کر دی تھی جو وقت کی دھوپ نے اُسے تحفے میں دیے تھے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس تحفے کو اپنانے سے انکار نہیں کر پائی تھی حالانکہ اس دھوپ نے اس کا تن من جھلسا کر رکھ دیا تھا لیکن پھر بھی وہ اسے سہنے پر مجبور تھی یا کر دی گئی تھی۔

سائرہ نے ایک نظر ساکت لیٹی پتھرائی ہوئی سی عذرا کو دیکھا اسے اس پل عذرا دنیا کی مظلوم ترین لڑکی لگی جو بہت مجبور ہو..... بے بس ہو اسے بہت ترس آیا اپنی لاچار بہن پر.....

''اماں..... ذرا ایک نظر دیکھو عذرا باجی کو..... تمہیں ترس نہیں آتا ان پر..... تم کیسی ماں ہو..... اپنی اولاد کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتیں..... یہ کیسی مجبوری ہے اماں..... تمہاری مجبوریاں ہمیں نگل رہی ہیں اماں..... عذرا' سائرہ' طاہرہ اور مائرہ سب تمہاری اس مجبوری کی بھینٹ چڑھ جائیں گی اماں اور تم ہاتھ ملتی رہ جاؤ گی..... یہ.....'' وہ ہذیانی انداز میں عذرا کو جھنجھوڑ کر بولی۔

''یہ بوڑھی ہو جائے گی اماں اسی دہلیز پر..... پھر تم کیا کرو گی..... پھر تو واقعی کوئی بڈھا مولوی ہی آئے گا اس کے لیے بارات لے کر.....'' وہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی آج وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی تھی ورنہ اس لہجے میں اس نے کبھی اماں سے بات نہیں کی تھی۔

''ایسا مت بول بیٹا خدارا چپ ہو جا سائرہ چپ ہو جا۔'' اور اماں کہتے ہوئے اپنے پلو میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

سائرہ کی بات پر طاہرہ اور مائرہ بھی رونے لگیں جبکہ عذرا سب کچھ سننے کے باوجود بے حس و حرکت لیٹی رہی لگتا تھا جیسے ان باتوں پر اس نے کان ہی نہ دھرے ہوں یا شاید..... شاید وہ دکھوں کا بوجھ ڈھوتے ڈھوتے بے حس ہو چکی تھی تبھی اس پر ان جذباتی باتوں کا اثر نہیں ہو رہا تھا یا پھر وہ خود کو بہت مضبوط ظاہر کر رہی تھی۔

کبھی کبھی ضرورت سے زیادہ مضبوط بننے کی کوشش میں انسان اندر تک ٹوٹ کر رہ جاتا ہے اور کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ عذرا نے بھی اپنے آنسو چھپانے کے لیے اپنی آنکھیں موند لی تھیں شاید وہ کچھ زیادہ ہی صابر تھی۔

☆.....☆.....☆

اور پھر بہت سا وقت گزر گیا لوگوں نے اس گھر کی دہلیز پر قدم رکھنا ہی چھوڑ دیا کون آتا بھلا اس گھر میں رشتہ لے کر..... اپنی بے عزتی کروانے.....

اماں کی بوڑھی آنکھیں اب رشتے کے انتظار میں پتھرانے لگی تھیں۔ جبکہ عذرا نے اپنے تمام تر احساسات و جذبات کو دفنا کر جینا سیکھ لیا تھا اس وہ چپ چاپ زندہ لاش کی مانند پھرتی رہتی۔

چپ چاپ..... بے حس اور ویران آنکھوں والی عذرا کو دیکھ دیکھ کر ماں بہنیں کڑھتی رہتیں لیکن ابا کے رعب و جلال اور طنطنے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا وہ اب بھی ویسے ہی تھے..... مذہبی اور شریعت کے پابند.....

ایک دن بہت خوش خوش حجرے میں آئے اور بیٹیوں کو دیکھ کر بولے۔

www.pakistanipoint.com

''تم لوگ ذرا دوسرے کمرے میں جاؤ مجھے تمہاری ماں سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' ان کی بات سن کر چاروں وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں صرف اماں بیٹھی رہ گئیں۔

''عذرا کی ماں..... آج تو ہم تمہارے لیے ایسی خوشخبری لائے ہیں کہ تم سن کر خوش ہو جاؤ گی۔'' وہ دبے دبے سے پُرجوش لہجے میں بولے۔

ایک لمحے کو اماں کی آنکھوں میں امید کی کرن جگمگائی۔

''کیا عذرا کے لیے کوئی رشتہ.....'' انہوں نے دل ہی دل میں سوچا۔

''جی کہیے۔'' وہ تھکے تھکے لہجے میں بولیں۔ ابا کچھ قریب کھسک آئے۔

''ارے بھئی وہ اپنے کمال صاحب ہیں ناں جن کی زوجہ کچھ عرصے پہلے کینسر سے وفات پا گئیں تھیں۔ انہوں نے اپنی عذرا کا رشتہ مانگا ہے۔'' ابا کی خوشی دیدنی تھی۔

''اچھا.....'' اماں بھی ایکدم خوش ہو گئیں۔

''یہ تو اچھی بات ہے کون سے بیٹے کے لیے ان کے دو بیٹے ہیں ناں؟'' اماں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ارے لاحول ولاقوۃ.....'' ابا نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

''کیسی باتیں کرتی ہو..... ان کے دونوں بیٹے تو اپنی عذرا سے چھوٹے ہیں۔''

''تو پھر.....؟'' اماں نے دل میں اٹھتے خدشات دبا کر پوچھا۔

''ارے نیک بخت اس فرشتہ صفت نیک انسان نے اپنے لیے عذرا کا ہاتھ مانگا ہے۔'' ابا نے ایسی خوشی سے یہ خبر سنائی جیسے انہیں اقلیم ہفت کا تخت مل گیا ہو اور جیسے وہ اسی بات کے منتظر ہوں۔ اماں نے پتھرائی ہوئی نظروں سے ان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔

''تو پھر آپ نے کیا کہا؟'' اماں ان کا جواب جانتی تھیں جو کہ ان کے چہرے ہی سے عیاں تھا کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہوگا لیکن پھر بھی پوچھا شاید کسی آس کے تحت..... ان کے ذہن میں تو کمال صاحب گھوم رہے تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے جن کے سارے بال سفید تھے اور وہ خضاب لگا لگا کر انہیں کالا کرتے تھے لیکن بھلا بال کالے کرنے سے عمر چھپتی ہے۔

دل نے دہائی دینی شروع کر دی کہ کاش..... حاجی صاحب نے انکار کر دیا ہو انہوں نے اپنے لرزتے وجود کو سنبھال کر اک آس سے حاجی صاحب کو دیکھا حاجی صاحب کی پُرجوش آواز سنائی دی۔

''کہنا کیا تھا میں نے تو فوراً ہاں کر دی۔ ارے اتنے پیسے والے ہیں کمال صاحب..... اپنی عذرا کی تو قسمت ہی کھل گئی عیش کرے گی تم دیکھنا میں کوئی ناشکری کیوں کرتا اس رشتے کو انکار کر کے.....'' حاجی صاحب نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے مگر اماں.....

وہ یہ سب سن ہی کہاں رہی تھیں ان کی آنکھوں میں مدتوں سے رُکا ہوا پانی سیلاب کے ریلے کی صورت جمع ہونے لگا تھا پتہ نہیں یہ آنسو کیسے تھے؟ ان کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔

''تم تیاری کر لو جمعہ کو اپنی عذرا کا نکاح ہے جہیز وغیرہ کو کمال صاحب نے سختی سے منع کر دیا ہے وہ دو کپڑوں میں اپنی عذرا کو لے کر جائیں گے۔'' حاجی صاحب اماں کو بتا رہے تھے۔

''لیکن اماں..... کچھ سن ہی کہاں رہی تھیں وہ تو عذرا کو ایک بڈھے کے ساتھ اپنی حسرتوں کا جنازہ اٹھائے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

❑❑.....❁.....❑❑

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

دوشیزہ کی ایوارڈ ونر قلمکار

'ثمینہ مشتاق' کے قلم سے

"موٹی"

ایک ایسا شاہکار ناول

جو آپ کو برسوں یاد رہے گا۔

جلد 'دوشیزہ' کے صفحات پر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint

کینیڈا سے ارسال کردہ سلام تحریر کی صورت بہادر کان مزدوروں کے نام

کوہ کن

آج وہ کوئی خاص بات اسے بتانا چاہتی تھی، وہ دونوں سنگ سنگ، چلتے چلتے گاؤں کے باہر بہنے والی آبشار تک آپہنچے، دور پہاڑوں کا سینہ چیرتی یہ آبشار پتا نہیں کب سے اور کہاں سے بہتی آرہی تھی......

مونا شہزاد

اس کے چاروں طرف اماوس کی رات چھائی ہوئی تھی یا کچھ اور......؟

اس کا دماغ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا، اس نے بے بسی سے سوچا۔

''اتنا گھپ اندھیرا تو شاید شکم مادر میں بھی نہیں ہوتا۔''

پھر اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔

''شکم مادر کے اندھیرے کا عالم تو صرف اس میں بسنے والا شیر خوار ہی جانتا ہے۔''

اس کی آواز پتھروں سے ٹکرا کر واپس آئی، تو اسے اجنبی سی لگی، اسے حیرت ہوئی کہ وہ بول سکتا تھا، اسے اچانک ایسے لگا جیسے ایک شیر خوار بچے کے ننھے ہاتھ اس کے چہرے کو چھو رہے ہوں۔ اس کی حس شامہ نے ایک شیر خوار کی خوشبو محسوس کی۔ وہ بے ساختہ مسکرا اٹھا اور آہستگی سے بولا۔

''میرا شیر دل......''

اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اس کا جسم سن تھا۔ شاید درد اپنی حدیں پار کر چکا تھا، اسی لیئے اسے اب کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے وقت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کونسا پہر ہے۔ مگر اس کا دماغ اسے کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس نے سوچا۔

''یہ سناٹا بھی بعض دفعہ کتنی بڑی نعمت محسوس ہوتا ہے۔ کیسا شور تھا، ایسے لگتا تھا جیسے قیامت صغریٰ کا منظر ہے۔ مگر اب لگتا ہے قیامت آکر گزر گئی ہے۔''

اس نے اپنے ذہن کو مصروف کرنے کے لیے الٹی گنتی ہزار سے گننا شروع کر دی۔

''ایک ہزار، نو سو ننانوے، نو سو اٹھانوے......''

اچانک منظر بدل گیا، اس نے آنکھیں جھپکیں، شاید یہ عالم خواب تھا مگر وہ دل سے دعا کر رہا تھا کہ یہ خواب کبھی نہ ٹوٹے۔ اس کی نظروں کے سامنے اس کی بختاور کا چمکتا، صبیح چہرہ

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

اس کے بہت قریب تھا، اس نے غور سے دیکھا، اس نے حسب معمول کلائی بھر چوڑیاں پہنیں ہوئیں تھیں، اس کی چوڑیوں کی کھنکناہٹ اسے ہمیشہ بہت اچھی لگتی تھی، وہ جہاں بھی جاتا تھا واپسی پر اس کے لیے چوڑیاں ضرور لاتا تھا۔ وہ اس کے برابر......

اس کے کاندھے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، وہ اس کے جسم کی خوشبو اور گداز محسوس کرسکتا تھا۔ بختاور کے پیر پانی میں تھے۔ وہ بے فکری سے پیر ہلا رہی تھی، اس کے پیروں کی حرکت سے اس کی پازیب کے گھنگرو کھنک جاتے تھے۔ بختاور واقعی بختاور تھی۔

اس کا روپ چندن تھا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا تھا کہ شاید اس کو بناتے وقت اللہ تعالیٰ نے کوئی خاص مٹی استعمال کی تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک سراپا غزل تھی۔ اس کا سینہ اکثر فخر سے پھیل جاتا جب گاؤں کے نوجوان اس کی قسمت پر رشک کرتے، وہ حسن کی دیوی صرف اس کی تھی۔ شادی کے پہلے دن سے وہ اس کی الفت میں بری طرح گرفتار ہوگیا تھا۔ بعض دفعہ اس کا والہانہ پن دیکھ کر اس کی اماں جنت بی بی جل بھن جاتی اور کہتی۔

”میں بہو نہیں جادوگرنی بیاہ کر لائی ہوں، جس نے میرے شاہ زمان کو اپنے پلو سے باندھ لیا ہے۔ ہماری بھی شادی ہوئی تھی مگر اس بے شرمی سے منہ پھاڑ کر میں اس کے داجی کا نام نہیں لیتی تھی نہ ہی وہ میرا پلو پکڑے پھرتے تھے۔“

وہ دونوں یہ سن کر شرارتی بچوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔ پھر مل کر اماں کے گلے میں جھٹ سے اپنی باہیں حائل کر دیتے تھے۔ اماں غصے سے انھیں دیکھتے ہوئے ان کے بازو پیچھے کرنے کی کوشش کرتی، مگر پھر خود بھی کھلکھلا کر ہنس دیتی۔ پورے کچے آنگن میں خوشیوں کی پریاں ناچنے لگتیں تھیں۔

آج وہ کوئی خاص بات اسے بتانا چاہتی تھی، وہ دونوں سنگ سنگ، چلتے چلتے گاؤں کے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

باہر بہنے والی آبشار تک آپہنچے، دور پہاڑوں کا سینہ چیرتی یہ آبشار پتا نہیں کب سے اور کہاں سے بہتی آرہی تھی۔

آبشار کے گرد سبزہ زار تھا، ورنہ ان کا گاؤں زیادہ تر سنگلاخ، بنجر پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا۔

شاہ زمان نے اس کی تھوڑی اوپر کی اور اشتیاق سے بولا۔

''جان زمان! بتانا کیا بات بتانی تھی؟''

''اماں کہیں ہمیں ڈھونڈتی ہوئی ادھر آگئی، تو اس کی لاٹھی سے ہم دونوں کو کون بچائے گا؟''

بختاور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی، اس کی خوبصورت ہنسی کی جلترنگ چاروں اور پھیل گئی، جب وہ زیادہ ہنستی تھی تو اس کی آنکھیں پانی سے بھر جاتی تھیں، اس کے رخسار قندھاری انار کی طرح سرخ ہو جاتے تھے۔

اس کے قطار در قطار سفید موتیوں جیسے دانت اس کے دہانے سے جھانکتے بہت ہی خوبصورت لگتے تھے۔ ابھی بھی زیادہ ہنسنے سے اس کی خوبصورت سرمگیں آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں تھیں۔

اس نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی اور آہستہ سے ایک سرگوشی اس کے کان میں کی، شاہ زمان نے اسے بیخود ہو کر گود میں اٹھالیا، وہ اسے لے کر گول گول گھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''میرا شیر دل آنے والا ہے۔''

وہ شرم سے بیر بہوٹی بنی ہوئی تھی، اس کی دیوانگی دیکھ کر وہ لب دانتوں میں بھینچ کر مسکراتی رہی اور پھر ہولے سے جھک کر اس کے کان میں بولی۔

''اماں! آرہی ہے۔'' شاہ زمان نے اسے گھبرا کر زمین پر کھڑا کیا اور بولا۔

''کہاں......؟'' وہ قلانچیں بھرتی گاؤں کی طرف چل پڑی، جاتے جاتے مڑ کر بولی۔

''اب کام پر جاو ورنہ ٹھیکیدار خفا ہو جائے گا، شام کو ملیں گے۔''

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بوجھل ہوگئیں، اس کا خواب ایک سراب ثابت ہوا تھا، وہ اپنی بختاور کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اسی اندھیری قبر میں زندہ مدفون تھا، اپنی بے بسی کے احساس سے اس کے آنسو نکل آئے۔ اس کے سامنے یہ سوال منہ پھاڑے کھڑا تھا کیا اب ملن والی شام اس کی زندگی میں آئے گی یا بر ہارت کے سجنے کا وقت آگیا ہے؟

اپنی محبت اور اماں سے بچھڑنے کا خیال ہی اس کے لیے سوہان روح تھا، وہ بے اختیار ہی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ اس کی آواز پتھروں سے گونج کر بازگشت کرتی واپس آگئی۔

اچانک اسے محسوس ہوا جیسے اسے کوئی آواز دے رہا ہے۔

وہ گھسٹتا گھسٹتا اس آواز کی اور بڑھا۔ اس نے پتھر سے کان لگایا۔ دوسری طرف کاکا نجیب اللہ تھا وہ بولا۔

''شاہ زمان...... یہ تو ہے، تیرے ساتھ اور کتنے لوگ زندہ بچے ہیں؟'' شاہ زمان ایک بچے کی طرح سسک پڑا اور بولا۔

''کاکا! پتا نہیں شاید ایک بھی نہیں۔ یہاں پر قبرستان کی سی خاموشی ہے۔ میرے ساتھ انیس لوگ تھے، جب کان دھماکہ کرتے ہوئے گر پڑی، سفیدے کے وہ سارے تنے جو کان کو سہارا دیتے تھے، وہ تو ایک جھٹکے میں ہی گر گئے تھے۔''

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کا کا نجیب اللہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''یہاں بھی میرے اور شاویز کے علاوہ کسی کا کچھ پتا نہیں ہے۔'' شاہ زمان کے ہوش و حواس بیدار ہوگئے، اسے پہلی بار صورتحال کی سنگینی کا ادراک ہوا۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''کا کا .....ان قاتل کانوں سے آج تک کوئی دبنے والا زندہ نہیں نکلا۔ ہم یہیں پر دم گھٹنے سے مر جائیں گے۔ ٹھیکیدار ہمارے مرنے کی خبر تک دبا دے گا۔

ہمارے گھر والوں کو پچاس ہزار روپے پکڑا کر ہماری جان کی قیمت ادا کردی جائے گی۔''

کا کا نجیب اللہ نے اسے ٹوکا اور کہا۔

''شاہ زمان .....اپنے حواس بجا رکھو۔ موت سے پہلے اس کے خوف سے مرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟''

''تم اپنی طرف سے کھودنا شروع کرو، ہم اپنی طرف سے کھودتے ہیں، ہم اکٹھے ہو کر اس مشکل صورتحال سے چھٹکارا پا سکیں گے۔ بہت محتاط ہو کر کھودو، کان مزید کوئی جھٹکا برداشت نہیں کر پائے گی اور منہدم ہو جائے گی۔'' کا کا نجیب اللہ اور شاویز نے ایک جگہ سے ضرب لگانی شروع کی، اپنے علاوہ کسی اور کو بھی زندہ پا کر شاہ زمان کے جسم میں بھی طاقت آگئی اس نے ہمت کی اور اپنے اردگرد ٹٹولا، اسے ایک ٹارچ اور اپنے اوزار مل گئے۔

اس نے جوش اور ولولے سے اپنی طرف سے پتھروں پر ضربیں لگانی شروع کردیں۔

☆.....☆.....☆

درہ آدم خیل کے اس نواحی گاوں میں ایک صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی، پورے گاوں کے ستر لوگ کوئلے کی کان میں زندہ دب گئے تھے، ابھی ابھی عابد لالہ یہ اطلاع لے کر آئے تھے۔ اتفاق سے اس وقت وہ رفع حاجت کے لیے کان سے باہر آئے تھے۔

کان کا راستہ صاف کرنے کے لیے اندر موجود کان کنوں نے ڈائنامائیٹ لگایا تھا، دھماکے سے پوری کان گر گئی تھی۔ ان کے منہ سے یہ خبر سن کر گاوں میں ایک ماتمی فضا قائم ہوگئی تھی۔ مگر اماں جنت نے بختاور کا ہاتھ پکڑا اور بے صبری سے بولی۔

''چل بچی! شاہ زمان کو دیکھتے ہیں، ہمارا شاہ زمان ایسے کیسے کان میں مر سکتا ہے۔ چلو سب رونے دھونے کے بجائے ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے شاید ہم انھیں بچا پائیں۔''

یہ سن کر سب لوگوں میں ایک امید کی کرن جاگ اٹھی۔ جنت بی بی کے اٹھنے پر گاوں کی عورتوں اور نوعمر بچوں نے کدالیں اور بیلچے پکڑے اور سب کوئلے کی کانوں کی طرف چل پڑے۔

وہاں پہنچ کر سب نے امداد باہمی کے تحت کھدائی شروع کردی۔ کان کے مالک گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھے۔ سرکار کی طرف سے بھی کوئی مدد نہیں پہنچی تھی۔ نوعمر بچے اور عورتوں کا عزم مصمم تھا کہ وہ موت کو شکست دے کر اپنے پیاروں کو اس کے آہنی شکنجے سے چھڑوا لیں گے۔

اماں جنت کا دل لرز رہا تھا، اس نے شاہ زمان کا باپ، اپنے بھائی سب پچیس سال پہلے انھی کانوں میں کھوئے تھے۔ اس علاقے میں زریعہ معاش کا ذریعہ یہی قاتل کانیں تھیں۔

اماں جنت نے سوچا۔

''انگریز سرکار نے اپنے دور حکومت میں

www.pakistanipoint.com

کان کنوں کی حفاظت کے لیے نہ صرف قوانین وضع رکھے تھے، بلکہ سہارے کے لیے دیودار کے تنے استعمال کیے جاتے تھے جو آج کے لالچی ٹھیکیداروں نے سفیدے سے بدل دیے تھے۔

انگریزوں نے کانوں میں تازہ ہوا اور ایمرجینسی کی صورت میں اخراج کے لیے دوسرا متبادل راستہ بھی رکھا ہوا تھا، جو آج کل کے لالچی کان مالکان نے سرمایہ بچانے کے لیے بنانے بند کر دیے تھے۔''

وہ بے اختیار جوش میں اٹھ کھڑی ہوئی، اسے یاد آیا کہ اس دھنسنے والی کان میں متبادل ہوا کا راستہ موجود تھا۔

اس نے عورتوں اور نوعمر بچوں کو آواز دی اور تیزی سے کان کے دوسری طرف پہنچ کر جوش و خروش سے کھودنے لگی۔ تمام عورتیں اور بچے اس کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ سب کی آنکھوں میں امید کے دیے جل اٹھے تھے۔ اگر کان میں کوئی ذی روح شخص زندہ موجود تھا، تو اس کے بچنے کا یہی ایک ممکنہ متبادل رستہ تھا۔

☆......☆......☆

شاید وقت کی رفتار مدہم ہوگئی تھی یا شاید تکلیف وابتلا کا دور ہی وقت کی سوئیوں کی گردش کو روک دیتا ہے۔ شاہ زمان اپنی طرف سے منہدم دیوار کو کھود رہا تھا۔ کاکا نجیب اللہ اور شاویز دوسری طرف سے لگے ہوئے تھے۔

آخر کار شاہ زمان کو ایسے محسوس ہوا جیسے صدیوں کے بعد اس نے روشنی کی کرن دیکھی ہو، اس نے ہاتھ تیز کر دیے۔

اب منہدم حصے میں اتنا خلا پیدا ہو گیا تھا کہ سکڑ کر وہ دوسری طرف جا سکتے۔ بہت تگ و دو کے بعد شاویز اور کاکا نجیب اللہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے دیوانہ وار انھیں گلے سے لگا لیا۔

تھوڑی دیر سانس لینے کے بعد ان کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو کاکا نجیب اللہ نے ٹارچ کی روشنی میں کان کا جائزہ لیا۔

اردگرد پتھروں میں دبے انسانی جسم اس امر کی نشاندہی کر رہے تھے کہ زندگی ان سے رخصت ہو چکی تھی۔ اچانک کاکا نجیب اللہ کی آنکھیں چمک اٹھیں، انگریزوں کا بنایا ہوا تازہ ہوا کا راستہ ابھی بھی منہدم نہیں ہوا تھا۔

کاکا نے کانپتی ہوئی آواز میں شاہ زمان اور شاویز کی توجہ اس طرف مبذول کروائی۔ وہ ملبے سے بچتے بچاتے رینگتے ہوئے اس راستے تک بخوبی پہنچ گئے۔ متبادل راستے پر قدم رکھتے وقت آس و نراش کے بیچ ان کے دل ڈول رہے تھے۔

وہ تینوں سہج سہج کر قدم دھر رہے تھے۔ ان کے جسم سے خون رس رہا تھا، تینوں کی حالت مخدوش تھی مگر زندگی کی امید میں وہ گرتے پڑتے چل رہے تھے۔ کئی جگہوں پر سرنگ بہت تنگ اور گہری ہو جاتی تھی۔ ان کے پاس موجود ٹارچ کب کی جواب دے چکی تھی۔ ان کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔

آکسیجن لگتا تھا کان میں ختم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ رینگتے رینگتے مشکل سے اختتام تک پہنچے۔ اختتام کے رستے پر پتھر موجود تھے مگر ایک جگہ سے ایک روشندان کے حجم کا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ باہر موجود لوگوں کی آوازیں اور کدالیں چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

انھوں نے بے صبری سے روشندان سے اپنے ہاتھ باہر نکالے۔ زندگی باہیں پھیلائے ان کی منتظر تھی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

دین کے دشمن

پاکستان صرف زمین کا ایک ٹکڑا نہیں ہے آزادی کی خاطر اپنوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھنے والوں سے کبھی کوئی پوچھے تو.....

عالی مان آفاقی

''سنسان رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔ حکمت خان اپنے گھر کے ایک کمرے میں خاموش بیٹھے تھے۔ ان کی بیگم فرزانہ خفگی بھری نم آنکھوں سے اسے گھورے جا رہی تھیں۔ دس سالہ جہانزیب فرزانہ بیگم کی گود میں سر رکھے دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہا تھا۔

''تو آپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ پاکستان ضرور جائیں گے؟'' فرزانہ بیگم نے گذشتہ دو گھنٹوں کی بحث سے تھک ہار کر پوچھا تھا۔ وہ حکمت خان کو پاکستان ہجرت کرنے سے باز رکھنے میں گذشتہ دو دن سے ناکام رہی تھیں۔

''الحمدللہ ہم مسلمان ہیں فرزانہ بیگم..... یوں بزدلوں کی طرح ڈر کر نہیں بیٹھ سکتے۔ ہم اس آزاد سرزمین کی طرف ضرور کوچ کریں گے جہاں مذہبی امور کی انجام دہی میں ہمیں مکمل آزادی ہو گی۔ یوں ہندوؤں کے ڈر سے گھر میں بیٹھ جانا میرے نزدیک یہ بزدلی ہے۔'' حکمت خان نے تحمل سے فرزانہ بیگم کو سمجھانا چاہا تھا۔

''اور بہادری کیا ہے آپ کے نزدیک.....؟ رات کے اندھیرے میں چھپ کر نکلنا یہ بہادری ہیں؟ اگر آپ اتنے ہی بہادر ہیں تو دن کے اجالے میں ہی ہمیں لے کر نکل کیوں نہیں گئے.....؟ ہم ٹھیک طریقے سے اپنا دفاع تو کر سکتے تھے۔''

فرزانہ بیگم نے قدرے چیخ کر کہا تھا۔ ان کی

www.paksitanipoint.com

آنکھوں سے آنسو تواتر کے ساتھ بہنے لگے تھے۔ دس سالہ جہانزیب کسمسایا اور گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

''اب بھی میری مانیں تو پاکستان جانے کا ارادہ ترک کر دیں اپنے اس بچے کی خاطر ہی کچھ سوچ لیں۔''

''ایک مسلمان کو موت کا خوف بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ پاکستان جانا ہی ہمارے لیے فائدہ مند ہے۔'' حکمت خان نے ان کی بے بسی کو محسوس کیا تھا۔ اس لیے لہجے میں تحمل اور ہمدردی کا رچاؤ تھا۔

''مجھے موت کا خوف نہیں' میں اپنی اولاد کی سلامتی چاہتی ہوں۔ وہ سب کو مار رہے ہیں۔'' فرزانہ بیگم کی آواز آنسوؤں سے بھیگی تھی۔ حکمت خان اس ممتا کی ماری کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس طرح قائل کرے۔

''یہاں آپ کو نماز قرآن سے کس نے روکا ہے.....؟ ٹکڑوں میں بٹی زمین کے ایک ٹکڑے کو پاکستان کا نام دینے کی خاطر آپ یہ جنگ لڑ رہے ہیں۔ آپ کو اپنی اولاد کی سلامتی کی کوئی فکر ہی نہیں۔ میری بات مانیں آپ اپنے بیٹے کی جا کر کہہ دیں بلوائیوں سے کہ ہم ہندوستانی ہیں۔ ہمیں پاکستان سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم اس سرزمین کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانے والے۔ آپ ان کے سامنے کانگریس میں اپنی شمولیت کا اعلان کر دیں۔ ورنہ یاد رکھنا حکمت خان کہ پاکستان کا جو بھی حمایتی ہے مر رہا ہے۔ وہ کسی کو نہیں چھوڑ رہے۔'' فرزانہ بیگم باقاعدہ رونے لگی تھیں۔

اچانک دروازہ زور سے دھڑ دھڑایا گیا تھا۔ فرزانہ بیگم ایک جھٹکے سے اٹھیں اور دس سالہ جہانزیب کو سینے سے چمٹا کر ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ کمرے کا تمام سامان دیواروں سے لگا تھا۔ چھپنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ وہ کمرے کے ایک کونے سے لگی تھر تھر کانپنے لگیں۔ حکمت خان ان کی اس بدلتی کیفیت کو دیکھ کر گھبرا گئے۔

''دروازہ کھول اوئے حکمت..... ورنہ توڑ دیا جائے گا۔'' ان دھڑکتے لمحوں میں مکان کے تھرتھراتے مکینوں کے علاوہ دروازے پر کھڑے غصے سے تنتناتے بلوائیوں کا شور تھا۔

''ہم پاکستان نہیں جا رہے' ہم ہندوستانی ہیں' خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ۔'' فرزانہ بیگم وہیں دور کھڑی رہ کر چیخنے لگی تھیں۔ جہانزیب اس افتاد سے گھبرا کر رونے لگا تھا۔

''کاش تم یہاں رہ جانے کی ضد نہ کرتیں تو ہم نکل چکے ہوتے۔'' حکمت خان نے بے بسی سے فرزانہ بیگم کی طرف دیکھا تھا۔ آن کی آن میں دروازہ توڑ ڈالا گیا اور بلوائی دندناتے ہوئے اندر آ گئے۔ وہ سب تیز دھار ہتھیاروں سے لیس تھے۔

''دھرما بھائی..... ہم..... ہم کہیں نہیں جا رہے۔ ہم..... ہم ہندوستان میں رہیں گے۔ ہمیں چھوڑ دو۔'' فرزانہ بیگم نے تھر تھر کانپتے لہجے میں سب سے پہلے اندر گھسنے والے دھرم سنگھ سے التجا کی تھی۔

''دھرمے کو بھائی نہ بول مائی..... یہ رشتہ اب ختم ہو چکا ہے' یہ بٹوارہ ہم سے برداشت نہیں ہوا۔'' دھرمے نے جہانزیب کو ان کی بانہوں سے کھینچ کر ایک طرف اچھالا اور ہاتھ میں پکڑی کرپان فرزانہ بیگم کے وجود میں ایک کاری ضرب کے ساتھ اتار دی۔ غلیظ نعروں کی گونج میں دو چیخوں نے جنم لیا۔

نیچے گرتے جہانزیب کی چیخ..... اور فرزانہ بیگم کی دلدوز چیخ..... حکمت خان نے تڑپ کر بھاگتے ہوئے جہانزیب کو اٹھایا۔ اور بائیں ہاتھ سے فرش پر پڑی اینٹ اٹھا کر دہلیز پر کھڑے بلوائی کے سر پر جمائی۔

اپنی بیوی کو ایک آخری نظر دیکھے بغیر وہ بھاگے اور بھاگتے چلے گئے۔ اگر بیوی کے پاس رکتے تو بچے کی جان خطرے میں تھی۔ ان کے قدموں کی مسافت بلوائی جیکاروں سے حتی الامکان دور ہوتی جا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

www.paksociety.com

اس وقت انسان بڑا خود غرض ہو گیا تھا۔ یہ افسوس زندگی بھر حکمت خان کے ساتھ رہنے والا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے تن پر کپڑا تک نہیں ڈال سکے تھے۔ ان کو کفن نہیں پہنا سکے تھے۔ لحد میں نہیں اتار سکے تھے۔

”آہ...... کتنا ظالم تھا وہ وقت جب زمین پر خود غرض انسانوں کا راج تھا۔ برسوں ساتھ رہنے والے خود غرض انسان......“

مادہ انسانی سے تخلیق پانے والے حیوان...... تقسیم کا اعلان ہو چکا تھا۔ انسانیت کا رشتہ بھی زمین کے ٹکڑوں کے ساتھ تقسیم ہو چکا تھا۔

”بٹ کے رہے گا ہندوستان......“

”لے کے رہیں گے پاکستان......“

نعرے گونجے تھے۔ ہجرت شروع ہوئی اور ازل سے حاسد ہندو بنیا اس مذہبی آزادی کو برداشت نہ کر سکا تھا۔

آزادی کی یہ شکل تو شاید کسی نے سوچی ہی نہ تھی کہ جس کی صبح کہر آلود تھی۔ آزادی کی روح کس قدر خون آشام مصائب کے جہنم میں ڈھل چکی تھی۔

پاکستان تک کے آبلہ پا سفر کی ہولناکیوں کا تصور آج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا تصور صرف وہ ستر سال پہلے کے مسافر کر سکتے ہیں جن کے خدوخال پر آج بھی وہ تصور بسا ہوا ہے۔

”آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اس رات بہیمانہ طور پر قتل ہونے والی ممتا کی ماری عورت کوئی اور نہیں میری ماں تھی اور حکمت خان میرے والد تھے۔“ جہانزیب خان نے سر جھکائے بیٹھے اپنے ہم عمر بوڑھے سے کہا تھا۔

”میری والدہ فرزانہ بیگم کہتی تھیں کہ زمین کے ایک ٹکڑے کو پاکستان کا نام دینے کی خاطر یہ جنگ لڑی گئی ہے۔ مظالم سہے گئے ہیں۔ آپ نہیں جان سکتے کہ یہ سوچ ان کے دل کی آواز نہیں تھی، وہ پاکستان بننے پر بہت خوش تھیں مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ وہ اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور تھیں۔ انہیں اپنے بچے کی جان کا خطرہ تھا۔ وہ موت سے نہیں ڈرتی تھیں اپنے بچے کی سلامتی چاہتی تھیں۔ انہوں نے ہندوستان میں رہ جانے کو ترجیح دی کہ اس طرح شاید بلوائی ان پر حملہ نہ کریں اور اس کا بچہ سلامت رہے۔ مگر وہ جانتی نہیں تھیں کہ یہ زمین کی تقسیم کی جنگ نہیں، نظریات کی جنگ ہے۔

ہندو ہماری جانوں کے نہیں، دین کے دشمن ہیں۔ وہ مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کی آزادی کیسے برداشت کر سکتے تھے۔

یہ ایسی ناپاک قوم ہے جو مہاجرین سمیت پوری مسلم قوم سے متنفر ہو چکی ہے۔ آج بھی ہندوستان میں رہائش پذیر مسلم اقلیت پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر اس نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔“ جہانزیب خان خاموش ہوئے تو جھکے سر والا بوڑھا ان کی طرف متوجہ ہوا۔

”مگر ہمارے نظریات تو اس آزادی کے باوجود بھی ہندوانہ طور طریقوں پر مشتمل ہیں۔“

”ہاں...... آج کی نوجوان نسل نقالی کے اندھے جنون میں اس قدر مبتلا ہوئی ہے کہ ان کے پاس اپنے بڑوں کے ساتھ چند لمحات بیٹھنے کا وقت نہیں۔ اپنے نظریات کو سمجھنے کا کوئی شوق ہی نہیں رکھتے۔“ انہوں نے جواب دیا۔

”میں بھی کل تمہیں اپنی ہجرت کی کہانی سناؤں گا کیوں کہ میرے بچے بھی میرے پاس نہیں بیٹھتے۔“ بوڑھے نے ایک بوائے کٹ بالوں والے لڑکے کو بغیر سائلنسر کے موٹر سائیکل پر ون ویلنگ کرتے دیکھ کر کہا تھا۔ جہانزیب خان تاسف سے سر ہلانے لگے تھے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

آپ بھی لکھاری بن سکتے ہیں!!

آیئے! سچی کہانیاں کے قلم قبیلے میں شامل ہو جایئے۔

یہ کارواں آپ کو خوش آمدید کہتا ہے......

خود کو منوایئے، اپنے قلم سے......

اگر آپ کا مشاہدہ اچھا ہے۔

اگر آپ کو اپنے آس پاس ہوئے، انہونے اور لرزا دینے

والے واقعات یاد رہتے ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ ان

واقعات سے دوسرے بھی سبق سیکھیں، تو پھر فوری طور پر ان

واقعات و حادثات کو صفحہ قرطاس پر ڈھال کر ہمیں بھیج دیجیے۔

نوک پلک سنوار کر اُسے کہانی کی شکل ہم خود دے دیں گے۔

تو پھر قلم اٹھایئے اور کسی بھی عبرت ناک، اور سبق آموز

سچ کو کہانی میں ڈھالنے کی صلاحیت کو آزمایئے۔

ماہنامہ سچی کہانیاں آپ کی تحریروں کو، آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔

تحریر بھیجنے کے لیے ہمارا پتا:

88-C II۔ خیابانِ جامی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی۔ فیز-7، کراچی

ای میل: pearlpublications@hotmail.com

Waqar Azeem
www.paksitanipoint.com

وادیِ لہورنگ

کتے نے بے اعتنائی سے دور ہوتی ہوئی کار کے جلتے بجھتے انڈی کیٹرز کو دیکھا اور ایک بار پھر گردن واپس پرالی میں چھپالی.....

افتخار چوہدری

ماحول سازگار ہو تو انسانی آنکھ میلوں دور جلتا ہوا دِیا دیکھنے کی صلاحیتیں رکھتی ہے مگر جب قدرت کو منظور نا ہو تو تمام تر صلاحیت رکھنے کے باوجود یہی آنکھ سامنے کی چیزیں دیکھنے سے بھی قاصر ہو جاتی ہے۔

کچھ ایسی ہی صورتحال آجکل چندی گڑھ سے وادی جنت نظیر کشمیر تک برپا تھی، اس سارے علاقے میں پچھلے کئی دنوں سے کُہر برس رہا تھا

Waqar Azeem
www.paksitanipoint.com

،جس کی وجہ سے حد نگاہ بہت محدود ہو چکی تھی لوگ سورج کی شکل دیکھنے کو ترس گئے تھے،اس وقت بھی دن کے دس بج رہے تھے مگر دھند گہری ہونے کی وجہ سے آدھی رات کا گمان ہو رہا تھا،محکمہ موسمیات کی پیشن گوئی کے مطابق اگلے کئی دنوں تک صورتحال جوں کی توں رہنے والی تھی،ریڈیو ،ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا کے ذریعے مسافروں کو انتہائی مجبوری کے بغیر سفر نہ کرنے کی ہدایات کی جارہی تھیں۔

اسی لیے پٹھان کوٹ سے کشمیر میں داخل ہونے والی اکلوتی سڑک بھی سنسان پڑی تھی یہی سڑک گرمیوں میں سیاحوں کی آمد و رفت سے اکثر ٹریفک جام کا منظر پیش کرتی تھی ،مشرقی پنجاب کا سب سے بڑا یہ پٹھان کوٹ شہر صدیوں پرانی تاریخ کا حامل ایک ایسا چوک یا سنٹرل پوائنٹ ہے کہ اگر کسی سیاح کو جموں کشمیر،منالی ،دھرم شالہ،ہل اسٹیشن ڈلہوزی،شملہ یا پھر ہردوار جانا ہو تو اسے پہلے پٹھان کوٹ ہی آنا پڑتا ہے یہیں سے ان تمام شہروں کے راستے نکلتے ہیں 929 مربعہ کلومیٹر رقبے والے اس شہر کی آبادی چھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے دارلحکومت دہلی سے 480 کلومیٹر دور اس شہر کی سرحدیں چندی گڑھ ،ہریانہ،ہماچل پردیش،اور جموں کشمیر کے ساتھ ساتھ پاکستان سے بھی ملتی ہے پاکستان سے انڈیا جانا ہو تو اٹاری باڈر سے یہی شہر پہلی منزل بنتی ہے ،شہر سے باہر 17 کلومیٹر کے فاصلے پر رنجیت ساگر ڈیم ہے یہ وہی ڈیم ہے جس کے بنانے کا واحد مقصد پاکستان کے دریائے راوی کا پانی روکنا اور 600 میگاواٹ بجلی پیدا کرنا تھا اس تخریب کاری میں انڈیا پوری طرح سے کامیاب رہا تھا،دنیا کی دوسری سب سے بڑی چھاؤنی بھی یہیں ہے جس میں دو بکتر بند ڈویژن سے زائد آرمی ریزرو پڑی ہے اس تمام آرمی کو کشمیر میں موجود آٹھ لاکھ آرمی کو تازہ دم کمک پہنچانے کے لیے ریزرو رکھا گیا ہے۔

پچھلے ڈیڑھ ماہ سے وادی میں کرفیو لگا ہوا تھا اس لیے اب سیاح تو رہے ایک طرف کشمیر کے رہائشی جو پٹھان کوٹ اور چندی گڑھ میں بسلسلہ روزگار یا تعلیم کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی اب واپس نہیں جاسکتے تھے۔

پٹھان کوٹ شہر سے جموں کشمیر میں داخل ہونے والی واحد سڑک اس وقت ویران پڑی تھی سڑک کے ایک طرف فاصلے کی نشان دہی کرنے والے سنگ میل کی برجی نصب تھی سفید رنگ کی اس برجی پر سیاہ رنگ سے سرینگر تک کا فاصلہ رومن ہندسوں میں لکھا ہوا تھا،مگر برجی کے سامنے پڑے ہوئے پرالی کے ڈھیر کی وجہ سے ہندسے کافی حد تک چھپ گئے تھے،انہیں ٹھیک سے پڑھنا ممکن نہیں رہا تھا،پرالی کے ڈھیر میں وقفے وقفے سے حرکت کے آثار نظر آرہے تھے ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی جاندار موسم کی شدت سے بچنے کے لیے چھپا بیٹھا ہو،اسی لمحے سڑک پر سے ایک پرانے ماڈل کی شیورلیٹ کار کھڑکھڑاتی ہوئی گزری تو ہر طرف پھیلی ہوئی خاموشی میں ارتعاش پیدا ہوگیا،اس شور کی وجہ پرالی میں چھپے ہوئے جاندار نے اپنی گردن باہر نکالی ، یہ ایک بگھیاڑی نسل کا کتا تھا اس کے بال کسی بیماری میں جھڑ چکے تھے،جس کی وجہ سے وہ انتہائی کریہہ نظر آرہا تھا اس کے گلے میں موجود پٹہ بتا رہا تھا کہ وہ پالتو ہے شاید بیماری کی وجہ سے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔

کتے نے بے اعتنائی سے دور ہوتی ہوئی کار

www.Pakistanipoint.com

کے جلتے بجھتے انڈی کیٹرز کو دیکھا اور ایک بار پھر گردن واپس پرالی میں چھپالی۔

خستہ حال کار آہستہ روی سے آگے بڑھ رہی تھی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لمبا تڑنگا باڈی بلڈر ٹائپ نوجوان بیٹھا ہوا تھا اس کا چہرہ حزن و ملال کی تصویر بنا ہوا تھا وہ آنکھیں پھاڑے چوکنے انداز میں کار کو اپنی لائن میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، کار کی ہیڈ لائٹس چند فٹ سے آگے اپنی بے بسی کا اظہار کر رہی تھیں۔

رفتار سست ہونے کے باوجود ڈرائیو کار کو سیدھا اور اپنی لائن میں رکھنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا، کار کبھی ڈیوائیڈر، وال کے ساتھ جا لگتی تو کبھی سڑک کے کنارے سے نیچے اتر آتی، یہ اس کی مہارت اور چوکنا پن ہی تھا جو وہ جیسے تیسے کر کے اتنی گہری دھند میں سفر جاری رکھے ہوئے تھا شاید وہ کسی انتہائی مجبوری کی حالت میں اتنا خطرناک سفر کرنے پر مجبور تھا ورنہ اتنے شدید موسم میں تو لحاف سے باہر نکلنے کو بھی کسی کا دل نہیں کرتا

اس کی تمام تر توجہ سڑک پر مرکوز تھی ایک پہاڑی کا موڑ گھومتے ہی اس کی آنکھوں میں حیرت کی پرچھائیاں سی لہرائیں اور اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوری قوت سے بریک پیڈل کو دبا دیا۔

بریک لگانے کی وجہ سڑک کر درمیان میں لگا ہوا بیئریر تھا اگر وہ پوری طرح متوجہ نہ ہوتا تو کار یقیناً بیئریر سے جا ٹکراتی، بیئریر کے اطراف میں آدھے درجن سے زائد مسلح فوجی کھڑے تھے، ایک فوجی نے ٹارچ کی روشنی کے اشارے سے اسے کار سے باہر نکلنے کے لیے کہا تو اس کے دل کی رفتار یکدم خطرناک حد تک بڑھ گئی، کرفیو کی وجہ سے آرمی والوں نے اسے کسی بھی صورت وادی میں داخل نہیں ہونے دینا تھا جبکہ اسے ہر حال میں سرینگر پہنچنا تھا مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا سامنے فوجی موجود تھے اسی شش و پنج میں وہ کار سے باہر نکل آیا اور گہری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔

چار فوجی بیئریر کے دوسری طرف کھڑے تھے جبکہ ایک فوجی بیئریر کھولنے اور بند کرنے پر معمور تھا چھٹا فوجی ٹارچ ہاتھ میں پکڑے اس کی طرف بڑھ رہا تھا سڑک کے ایک طرف چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا جس میں شاید ان کا کوئی آفیسر موجود تھا، سڑک کے دوسری طرف ڈھلان تھی جس کا اختتام نیچے بہنے والے تیز رفتار نالے پر ہو رہا تھا۔

ایڈیٹ مین کیا تمھیں معلوم نہیں کہ وادی میں کرفیو لگا ہوا ہے پھر اس طرف کیا مرنے کے ارادے سے آئے ہو، گاڑی کے کاغذات اور اپنا آئی ڈی کارڈ چیک کرواؤ، فوجی نے قریب آتے ہی تحکمانہ انداز میں کہا۔

نوجوان کوئی جواب دینے کی بجائے یکدم فضا میں اچھلا اور ایک جاندار کک فوجی کے سینے پر رسید کر دی۔ فوجی الٹ کر پیچھے کی جانب گرا۔

اس طرح کسی سویلین کا اچانک حملہ کرنا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اس کے گرتے ہی نوجوان نے سڑک کے کنارے کی طرف چھلانگ لگائی اور اگلے ہی لمحے وہ ڈھلان پر پھسلتا ہوا دھند میں غائب ہو گیا۔

بیئریر کے قریب کھڑے فوجیوں کو اس وقت ہوش آیا جب نوجوان ڈھلان پر پہنچ چکا تھا، ان کے گنیں سیدھی کرنے تک وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ ایک فوجی نے پھرتی سے ڈھلان کے قریب آ کر نیچے کی طرف دیکھا مگر دھند گہری

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہونے کی وجہ سے اسے کچھ نظر نہیں آیا تو اس نے اندازے سے ہی اپنی تھری جی گن کا رخ نیچے کی طرف کرتے ہوئے گولیوں کا پورا برسٹ فائر کر دیا' ڈھلان پر پھسلتے ہوئے نوجوان کے ذہن میں ابھی یہ خیال ابھرا ہی تھا کہ وہ یقینی موت کو شکست دے آیا ہے، اسی وقت فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی اور اسے اپنے کندھے میں آگ کے انگارے گھستے ہوئے محسوس ہوئے، تکلیف کی شدت سے اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی ،اگلے ہی لمحے وہ چکرا کر گرا اور لڑھکنیاں کھاتا ہوا نالے کی طرف جانے لگا اسی دوران اس کا ذہن بے ہوشی کے اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا اس کے لگائے ہوئے تمام اندازے غلط ثابت ہو چکے تھے اسے شاید یہ غلط فہمی تھی کہ وہ گولی کی رفتار سے زیادہ تیز بھاگ سکتا ہے اور یہی خوش فہمی اسے لے ڈوبی ،فوجی کے فائرنگ کرتے ہی اس کے ساتھی ڈھلان کے کنارے پر اکٹھے ہو گئے۔

ویل ڈن اجے تم نے اسے ہٹ کر دیا ہے ،تین افراد نیچے جاؤ اور اس کی لاش اٹھا کر اوپر لے آؤ تب تک ہم کار کی تلاشی لے لیتے ہیں ان میں سے ایک فوجی نے اجے کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا تو تین فوجی ڈھلان پر اتر آئے وہ لوگ احتیاط سے اترتے ہوئے نیچے بہنے والے تیز رفتار نالے تک پہنچ گئے مگر انہیں لاش کہیں نظر نہیں آئی۔

لگتا ہے سالا گولیاں کھا کر نالے میں جا گرا ہے اس کے بچ جانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا ،ایک فوجی نے قیاس آرائی کی۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ دیکھو جگہ جگہ پتھروں پر اس کا خون لگا ہوا ہے دوسرے نے تصدیق کی۔

چلو یہ بھی اچھا ہوا اس کی لاش اٹھا کر اوپر لے جانے کے کشٹ سے بھی مکتی مل گئی، ہماری طرف سے آج آبی مخلوق کی دعوت ہی سہی ۔تیسرے فوجی نے لقمہ دیا، تو سب ایک ساتھ ہنس دیے۔

☆......☆......☆

وادیِ کشمیر میں دنیا کا سخت ترین کرفیو نافذ ہونے کے باوجود حریت کے متوالے مقبول بٹ اور برھان وانی جیسے ہیروز کے روحانی بھائی بیٹے وقفے وقفے سے کرفیو توڑ کر ظلم کے ضابطوں کے خلاف ریکارڈ درج کروا رہے تھے سینکڑوں جانوں کی بلی لینے کے بعد بھی ہندو بنیئے کے کلیجے میں ٹھنڈ نہیں پڑ رہی تھی، ابھی تک عالمی امن قوتوں کے ٹھیکداروں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگی تھی ،سیلف میڈ بنائی گئی ناقابل تردید ویڈیوز جن میں بھوک سے بلکتے ہوئے معصوم بچے ،بے بسی اور لاچارگی کے مرکب سے بنی مجسم عورتیں، کرفیو توڑنے والے نوجوانوں کے خون سے سرخ ہو چکی سڑکیں، پیلٹ گنوں کے بیہمانہ استعمال سے آنکھیں گنوانے والے ہزاروں افراد اور سب سے زیادہ بھیانک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی سزا امت کی ان کلمہ گو بیٹیوں کے حصے میں آ رہی تھی جن سے پھول بھی مہک مستعار لے کر گزارہ کرتے تھے ،ان حوا زادیوں کو مسلم ہونے کی وہ قیمت چکانی پڑ رہی تھی کہ الامان والحفیظ۔

ان کے ساتھ درندگی کا وہ کھیل کھیلا جا رہا تھا کہ درندگی بھی منہ چھپاتی پھر رہی تھی۔

کھلنے سے پہلے روندی گئی کلیوں کا قصور شاید یہ بھی تھا کہ ان کی حفاظت کے ذمہ دار ایٹمی طاقت کے حامل، ہم لوگ مصلحت کے ہاتھوں اندھے ہو چکے ہیں، ہمیں اپنی ان بہن بیٹیوں کی

Waqar Azeem www.pakistanpoint.com

چیخیں بھی کرتار پور راہداری کے ڈھول ڈھمکے میں دب کر سنائی نہیں دے رہیں، اگر دیوشیت کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جب ظالم کا ہاتھ نیرو کی بانسری بجانے والے ان حکمرانوں کی اپنی بیٹیوں کی عزت تک آن پہنچے گا، ان کو شاید تب ہی ہوش آئے گا، جب ان کے اپنے گھنے سیکے جائیں گے ،مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

وادی جموں و کشمیر کی تمام سیاسی مذہبی جماعتیں ایک پلیٹ فارم سے 15 اگست کو یوم سیاہ منانے کا اعلان کر چکی تھیں، مگر آرمی کے تیور کسی خونخوار بھیڑیے کے جیسے دانت نکو سے نظر آرہے تھے، حریت راہ نما سید علی گیلانی، میر واعظ عمر فاروق اور جموں کشمیر لبریشن فرنٹ والے مختلف نظریات رکھنے کے باوجود یک آواز ہو چکے تھے، یہ لوگ آزادی سے کم کسی بات پر راضی ہوتے ہوئے نظر نہیں آرہے تھے اس کے لیے چاہے انہیں اپنے خون کا آخری قطرہ تک کیوں نہ بہانا پڑتا۔

انسان تو رہے ایک طرف وادی کے درودیوار تک اس تحریک میں پیش پیش تھے وادی کی شاید ہی کوئی دیوار ہوگی جو کشمیریوں کی ترجمانی میں نعروں سے رنگین نہ ہوئی ہو۔

بھوکا ننگا ہندوستان
جان سے پیارا پاکستان
کشمیر کی منڈی
راولپنڈی
خونی لکیر توڑ دو
آر پار جوڑ دو

جیسے خون گرما دینے والے نعروں سے ہر دیوار رنگین تھی۔

جیسے جیسے 15 اگست قریب آتی جارہی تھی ،انڈین آرمی کی تیاریاں اور آزادی کے متوالوں کی تڑپ بڑھتی جارہی تھی۔ جس سے لگ رہا تھا کہ اس جنت ارضی پر ایک بار پھر خونی طوفان اٹھنے والا ہے جو اپنے ساتھ بہت بھیانک اور لرزا دینے والی تباہی لائے گا۔

انڈین حکومت نے چانکیائی فارمولوں کے تحت 1947ء سے کشمیر کی چلی آرہی خصوصی حیثیت کو ختم کرنے کے بعد اسے ہڑپ کرنے کے لیے پوری وادی میں کرفیو نافذ کر رکھا تھا۔

15 اگست کو حسب روایت ترنگا لہرانے کی تقریب بخشی اسٹیڈیم میں ہونی تھی اس تقریب میں انڈین وزیر اعظم نے بطور مہمان خصوصی شرکت کرنی تھی اس کی حفاظت کے پیش نظر سرینگر کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے بہت غور فکر کے بعد بخشی اسٹیڈیم کو مکمل طور پر آرمی کے حوالے کر دیا تھا، تاکہ کسی بھی قسم کے آتنک وادی حملے سے بچا جاسکے۔

آرمی نے اسٹیڈیم کو اس طرح سے سیل کیا تھا کہ حقیقی معنوں میں اب کوئی چڑیا بھی ان کی اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکتی تھی اسٹیڈیم کے اندر باہر جگہ جگہ بنکر بنا کر مسلح فوجی تعینات کر دیئے گئے تھے RDX اور موبائل جامر کے علاوہ کئی قسم کی سائنسی حصار بندی کی گئی تھی، یہاں کے سکیورٹی گروپ کو بدنام زمانہ میجر راجندر سنگھ کمانڈ کر رہا تھا، رحم نام کا لفظ، اس کی ڈکشنری میں موجود ہی نہیں تھا، سیاہ رو لحیم شحیم عیاش خصلت یہ شخص شقی القلب کے جملے پر عین پورا اترتا تھا، وہ اس وقت اسٹیڈیم کے مرکزی گیٹ کے ایک طرف قائم کیے گئے کنٹرول روم میں اپنی سیٹ پر موجود تھا اس کی ریوالونگ چیئر کے سامنے جہازی سائز کی ٹیبل رکھی ہوئی تھی ٹیبل کے گرد کئی

WaqarAzeem
www.pakistanipoint.com

کرسیاں ترتیب سے لگی ہوئیں تھیں، میجر جوگندر سنگھ کے چہرے پر اس وقت جھنجھلاہٹ اور بے زاری کے آثار نمایاں تھے، وہ کرسی کو آگے پیچھے ایسے لہرا رہا تھا جیسے جھولا جھول رہا ہو، اس جھولے کو اس وقت بریک لگی جب صوبیدار تیواڑی آفس میں داخل ہوا اور مودبانہ انداز میں سیلوٹ کر کے ساکت کھڑا ہو گیا۔

تیواڑی مجھے لگتا ہے تم بوڑھے ہو گئے ہو اس لیے اب ریٹائرمنٹ لے لو یا پھر کسی دوسری یونٹ میں تبادلہ کروا لو کیونکہ مجھے سست لوگوں سے سخت نفرت ہے، اگر روٹین کی رپورٹ کے لیے مجھے اتنا انتظار کرنا پڑے گا بس پھر تو کر لیا ہم نے کام، میجر نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں زہر اگلا، سر، شما کیجیے تھوڑی دیر ہو گئی، مگر میں نے سکیورٹی کے انتظامات اتنے فول پروف کیے ہیں کہ اب ہوا بھی آپ کی اجازت کے بغیر اسٹیڈیم میں داخل نہیں ہو سکے گی، تیواڑی نے خوشامدانہ لہجے میں جواب دیا اور پھر سکیورٹی کے لیے کیے گئے انتظامات کی تفصیل بتانے لگا۔

انتظامات کی تفصیل سن کر میجر کے چہرے پر موجود اضطراب کی کیفیت کافی حد تک کم ہو گئی۔

اوکے تم جا سکتے ہو، اس نے صوبیدار کو جانے کا کہا، اور ایک بار پھر کرسی کو جھولے کے انداز میں لہرانے لگا۔

صوبیدار واپس جانے کی بجائے وہیں کھڑا رہا اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہا ہو مگر ہچکچا رہا تھا۔

کیا بات ہے کیا، کچھ کہنا چاہ رہے ہو؟ میجر نے پوچھا۔

جی سر، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

مجھے پہیلیاں بوجھنا بالکل بھی پسند نہیں، جو کہنا ہے کھل کر کہو۔ میجر نے ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

سر میں پچھلے کئی سال سے آپ کے ساتھ کام کر رہا ہوں، آپ بُری سے بُری درگھٹنا میں بھی کبھی پریشان نہیں ہوئے، پرنتو پچھلے چند روز سے میں نوٹ کر رہا ہوں کہ آپ کچھ بیاکل سے ہیں، اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میرا سو بھاگیے ہو گا۔ صوبیدار نے میجر کی حالت کا تجزیہ کرنے کے بعد خوشامدانہ پیشکش بھی کر دی۔

میجر چند ثانیے اپنی چھوٹی چھوٹی سی آنکھوں سے اسے گھورتا رہا، اور پھر کھی کھی کر کے ہنسنے لگا۔

تیواڑی اگر تمہیں میرے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آ رہے ہیں تو کوشش کرو اور اندازہ لگا کر بتاؤ کہ میری پریشانی کا سبب کیا ہو سکتا ہے، میجر نے اسے چیلنج کرنے کے انداز میں جواب دیا۔

سر، صوبیدار تیواڑی نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں سوگند ہے کالی ماتا کی، مجھے آپ کی پریشانی کا اندازہ ہے پرنتو میں آپ کے منہ سے سننا چاہتا تھا، لیکن اگر آپ کا حکم ہے تو میں بتا دیتا ہوں۔

اس اسٹیڈیم کی سکیورٹی ہمیں ملنے سے پہلے ہمارا گروپ لال چوک اور خواتین ڈگری کالج کے علاقے میں تعینات تھا، وہاں میں نے کئی بار نوٹ کیا کہ کالج میں پڑھنے کے لیے آنے والی ایک کنیا میں آپ کی دلچسپی بڑھ رہی تھی، آپ نے کئی بار اسے روک کر بات بھی کی مگر اس نے کوئی زیادہ لفٹ نہیں کروائی، اسی دوران حالات زیادہ خراب ہوئے پہلے کرفیو لگا اور پھر ہمارے گروپ کو اس اسٹیڈیم کی سکیورٹی کے لیے کال کر لیا گیا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

۔میرے خیال میں وہ کنیا آپ کے من کو بہت بھا گئی ہے، پر ایک بات مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ پہلے جب کبھی آپ کا دل کسی پہ آتا تھا تو آپ اسے طلب کر کے اپنی پیاس بجھا لیتے تھے مگر اس لڑکی میں ایسا کیا ہے کہ آپ نے ابھی تک اسے دردسر بنایا ہوا ہے۔

تیواڑی اپنی بات مکمل کرنے کے بعد اپنے بے ڈھنگے دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔

میجر جوگندر سنگھ اس کے منہ سے سو فیصد درست تجزیہ سن کر ہونقوں کی طرح منہ کھولے اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

کیا تم جادو جانتے ہو، اس نے کچھ دیر بعد حیرت سے پوچھا؟

سر جی کالی میّا کا پجاری ہوں کچھ تو اثر ہو گا ہی، آپ کہیں تو دیوی کے درشن کا بندوبست کیا جائے، تیواڑی نے بدستور پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

میں نے اس سے ایڈریس تو پوچھا ہی نہیں اور آج کل تو کالج بھی بند ہیں میجر نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

سر میں نے آپ کی آنکھوں میں اس کنیا کی پسندیدگی دیکھ لی تھی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ جلد ہی وہ آپ کے بستر کی زینت بنے گی اسی لیے میں نے اس کے بارے میں ساری جانکاری حاصل کر لی تھی۔اس کا نام گل رُخ ہے اور وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہے وہ محلہ چاہ بابلاں میں رہتی ہے اس کا ایک ہی بھائی ہے جو چندی گڑھ کی خالصہ یونیورسٹی میں کمپیوٹر سائنس کا اسٹوڈنٹ ہے ،صوبیدار جیسے جیسے تفصیل بتاتا جا رہا تھا، میجر جوگندر سنگھ کی حیرت سوا ہوتی جا رہی تھی۔

یار تم تو چھپے رُستم نکلے، تو پھر اب گل رُخ سے ملنے کا کیا اپائے ہو سکتا ہے، میجر نے کچھ دیر قبل کے برعکس میٹھے لہجے میں دل کا مدعا کہا، اور اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

آپ اس علاقے کے لیے راجہ سمان ہیں ،آپ کے موڈ پر منحصر ہے چاہیں تو خود جا کر شکار کر لیں، یا پھر شکار کو ہی یہاں طلب کر لیں، کس مائی کے لال میں اتنی جرأت ہے کہ آپ سے کچھ پوچھے ،صوبیدار نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد بے غیرتی سے دانت نکالتے ہوئے صلاح دی تو، میجر ایسے سر ہلانے لگا جیسے وہ واقعی خود کو راجہ اندر محسوس کر رہا ہو۔

ٹھیک ہے تیواڑی جی بہت صبر کر لیا اب اور نہیں آج رات ہی چلتے ہیں، چلنے سے پہلے خصوصی تیاری کر لینا تاکہ اگر سچوئشن غیر متوقع ہو جائے تو نمٹا جا سکے میجر نے ایک گہرا سانس لینے کے بعد حتمی فیصلہ سنا دیا۔

یس سر، صوبیدار نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور سیلوٹ کر کے کمرے سے باہر نکل گیا تاکہ رات کو منائے جانے والے جشن کے لیے خصوصی انتظامات کر سکے۔

جبکہ میجر جوگندر سنگھ نے اس کے باہر نکلتے ہی میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ریڈ وولف کی بوتل نکال کر منہ سے لگا لی اور پھر تب ہی منہ سے ہٹائی جب بوتل میں سے شراب کا آخری قطرہ تک اس کے حلق سے نیچے اتر گیا، دنیا کی تیز ترین شراب نے چند لمحوں میں ہی اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ کر دیں، اس کے چہرے کے عضلات آنے والے حسین لمحات کے بارے میں سوچ کر ہی پھڑکنے لگے، جبکہ آنکھوں میں کسی بھوکے درندے جیسی چمک ابھر آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

SCLD

SCHOOL OF COGNITION & LANGUAGE DEVELOPMENT

(EARLY CHILDHOOD INCLUSIVE EDUCATION SCHOOL)

• Montessori • Kindergarten • Remedial education • Daycare
• Speech therapy • Inclusive education • Play group class

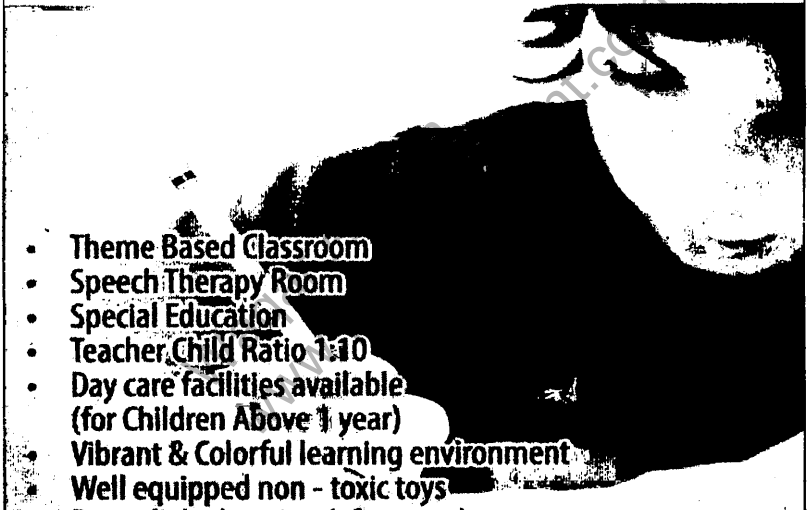

- Theme Based Classroom
- Speech Therapy Room
- Special Education
- Teacher Child Ratio 1:10
- Day care facilities available (for Children Above 1 year)
- Vibrant & Colorful learning environment
- Well equipped non - toxic toys
- Remedial education (afternoon)
- Individualized education plan

Plot No-22, CP & Barar Co-Operative
Housing Society, Off Amir Khusro Road,
Near Tahir Medical Center, Karachi.

03202632430, 03343117002

scld@yahoo.com scld@yahoo.com

صفیہ بیگم اس وقت جائے نماز پر موجود تھی اور جامع مسجد سے عشاء کی بلند ہوتی ہوئی اذان کو دہرا رہی تھی، آج کئی ہفتوں بعد مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی تھی سخت ترین کرفیو کی وجہ سے مسجدوں میں اذان اور نماز کی مکمل پابندی تھی آج مسجد سے اذان کی آواز آئی تو صفیہ بیگم آبدیدہ ہوگئیں، انہوں نے یہی قیاس کیا کہ شاید انڈین آرمی نے کرفیو ہٹالیا ہے۔

ابھی اذان آدھی ہی ہوئی تھی کہ مسجد کے اسپیکر سے پہلے گولی چلنے اور پھر ایک دلخراش چیخ کی آواز ابھری، اس کے بعد جان لیوا خاموشی چھا گئی۔

ی ی یہ کیسی آواز تھی، اور موذن خاموش کیو ں ہوگیا ہے، صفیہ بیگم نے اپنی بیٹی آسیہ کو مخاطب کر کے پوچھا، ان کا لہجہ کسی انہونی کے خوف سے لرز رہا تھا جبکہ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

آسیہ جو وضو کرنے کے بعد تولیے سے ہاتھ منہ خشک کر رہی تھی گولی اور چیخ کی آواز سن کر وہ بھی دم بخود کھڑی تھی، اپنی ماں کی بات سن کر وہ چونک گئی اور خالی الذہنی کی سی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی۔

لگتا ہے ابھی کرفیو ختم نہیں ہوا، اسی لیے ظالموں نے موذن کو گولی مار دی ہے، صفیہ بیگم نے اپنے سوال کا خود ہی جواب دیا اور جھولی پھیلا کر بددعائیں دینے لگیں، ان کا گلوگیر لہجہ اور کانپتی ہوئی آواز ان کے دل کی ترجمانی کر رہی تھی، جبکہ آسیہ ان کی ہر بددعا پر آمین کی مہر ثبت کر رہی تھی، رو، رو کر دونوں کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، انہوں نے نماز بھی اسی کیفیت میں پڑھی۔

بیٹا، میں نے دن میں چھت پر شال پھیلائی تھی وہ اتارنی یاد ہی نہیں رہی وہ تو لے آؤ، صفیہ بیگم نے مصلہ تہہ کرتے ہوئے کہا، جی امی ابھی لائی، آسیہ نے سعادت مندی سے جواب دیا اور ٹی وی ٹرالی پر پڑے ہوئے اپنے سیل فون کو اٹھا کر وہ چھت پر آگئی، چھت پر اندھیرا ہونے کی وجہ سے اس نے سیل فون کی ٹارچ روشن کر لی تھی اس نے تار پر سے شال اتارتے ہوئے اطراف کا جائزہ لیا تو پورے شہر کو جیسے نحوست کی دیوی نے سیاہ پَر پھیلا کر اپنی گرفت میں لے رکھا تھا، دھند ابھی سے گہری ہوتی جارہی تھی اس نے شال سمیٹی اور واپس سیڑھیوں کی طرف مڑ آئی، ابھی وہ سیڑھیوں پر پہنچی ہی تھی کہ اسے ملحقہ گھر کا بیرونی دروازہ زور سے کھٹکھٹائے جانے کی آواز سنائی دی۔

یہ ملحقہ گھر اس کی سہیلی گل رخ کا تھا وہ دونوں ایک ہی کالج میں کلاس فیلوز تھیں، دروازہ اتنی بری طرح سے پیٹا گیا تھا کہ وہ لاشعوری طور پر ٹھٹھک کر رک گئی اور اپنے سیل فون کی ٹارچ بھی بند کر دی، وہ اس وقت اندھیری جگہ پر موجود تھی، یہاں سے گل رخ کے گھر کا صحن اور برآمدے کا کچھ حصہ نظر آتا تھا، دروازہ ایک بار پھر اسی ٹون میں نوک کیا گیا، اسی لمحے اسے گل رخ کی ماں صحن سے گذر کر بیرونی دروازے کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دیں۔

ابھی انہوں نے دروازے کی کنڈی کھولی ہی تھی کہ ایک شخص انہیں دھکیلتا ہوا اندر گھس آیا، اس کے پیچھے مزید کئی مسلح افراد بھی اندر آگئے۔

اوہ، یہ تو وہی فوجی افسر ہے جو اکثر گل رخ کو کالج کے قریب روک کر بات کرنے کی کوشش کرتا تھا، یقیناً یہ اس کے ماتحت فوجی ہیں لیکن یہ سب سول کپڑوں میں، ایسے یہاں کیوں آئے ہیں، آسیہ نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے ہمکلامی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کی۔

اس کی چھٹی حس کچھ بہت ہی برا اور خطرناک ہونے کی پیشن گوئی کر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ میں موجود سیل فون کا کیمرہ آن کر کے گھر میں گھس آنے والے افراد کو فوکس کر لیا۔

ہکی بھکی کھڑی گل رخ کی ماں نے کچھ کہا، مگر جواب میں ایک شخص نے ان کے سر پر اپنی گن کا بٹ مارا تو وہ تیورا کر نیچے گر گئیں۔

ان کے گرتے ہی مسلح افراد نے مختلف جگہوں پر پوزیشنز سنبھال لی، جبکہ فوجی افسر گھر کے اندر کی طرف بھاگا آسیہ کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ وہ مسلح افراد کو باری باری فوکس کر کے ویڈیو بنانے لگی۔

اسی لمحے پورا گھر گل رخ کی چیخوں سے گونج اٹھا تو آسیہ نے کانپتے ہاتھوں سے سیل فون کا رخ برآمدے کی طرف کر دیا جہاں سے کچھ ہی دیر بعد روتی پیٹتی گل رخ نمودار ہوئی۔

وہ تقریباً عریاں تھی اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا وہ شاید گھر سے باہر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ ابھی وہ صحن کے درمیان میں ہی پہنچی تھی جب جوگندر سنگھ نے اسے آن دبوچا، گل رخ کی چیخوں نے پورے محلے کے در و دیوار لرزا کر رکھ دیے، مگر بے غیرتی کی چادر اوڑھے لوگوں کی یہ کونسا اپنی بیٹی تھی جو ان کا خون جوش مارتا۔ ابلیس کے چیلے نے درندگی کی تمام حدوں کو کراس کیا اور اپنے چیلوں کے ساتھ گھر سے نکل گیا۔

صحن میں پڑی گل رخ اب بالکل پُرسکون تھی اب تو وہ رو بھی نہیں رہی تھی اور نہ ہی چیخ چلا کر اپنے اس ناکردہ جرم کے بارے میں پوچھ رہی تھی جس کی پاداش میں اسے درندوں کی طرح بھنبھوڑا گیا تھا، اب تو وہ بے حس مسلم اقوام کی مجرمانہ غفلت پر بھی نوحہ کناں نہیں تھی اس نے اپنی آنکھیں بھی بند کر رکھی تھیں، شاید وہ اب اپنی ہرنی جیسی معصوم آنکھوں سے اس بھیانک دنیا کو دوبارہ نہ دیکھنے کا حتمی فیصلہ کر چکی تھی، اس کا غیر فطری انداز میں ٹیڑھا میڑھا سا پڑا ہوا بے جان لاشہ کسی اشتہار کی صورت میں اعلان کر رہا تھا کہ دنیا اس جیسی معصوم روح کے رہنے لائق ہے ہی نہیں، وہ شاید بھول کر بھیڑیوں کی سرزمین پر آنکلی تھی جس کی سزا اسے قیامت کی دیواروں تک یاد رہنے والی تھی۔

جیتی جاگتی گل رخ کو بے جان لاش کی صورت میں تبدیل ہوتے دیکھ کر آسیہ کے دل کے ساتھ ساتھ اس کی ٹانگیں بھی کانپ رہیں تھیں، سسکیاں بے اختیار اس کے منہ سے نکل رہیں تھی، اس نے مزید چند بٹن دبا کر ویڈیو کو سوشل میڈیا پر شیئر کر دیا، اس کے ساتھ ہی اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی ماں کی گود میں آگری اس کا رونا ماں کا دل دہلا گیا، اسی لمحے پورا محلہ فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا ایسے لگ رہا تھا جیسے دو فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑ گیا ہو۔

☆.....☆.....☆

گہری اندھیری رات میں جیسے دور کسی ویرانے میں روشنی ٹمٹمائی ہو بالکل ایسے ہی زبیر کے دماغ میں روشنی کا نقطہ سا پیدا ہوا اور پھر یہ نقطہ آہستہ آہستہ پھیل کر روشن سکرین کی صورت اختیار کر گیا، اور پھر اس سکرین پر گزرے ہوئے وقت کے مناظر ابھرنے لگے، اسی دوران اس کے منہ سے بے اختیار کراہیں نکلنے لگیں، اور یہ کراہیں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اسے بے ہوشی کے عمیق سمندر سے کھینچ کر ہوش و حواس کے ساحل پر لے آئیں تو اس کی آنکھیں خود بخود کھل گئی۔

پہلے تو اسے سب کچھ دھندلا سا نظر آیا مگر رفتہ رفتہ منظر صاف ہو گیا، اس نے گردن گھما کر اطراف کا جائزہ لیا تو یہ کوئی نیم اندھیری سی غار نما جگہ تھی، اس کے قریب ہی رکھی ہوئی ایک لالٹین جل رہی تھی، اس کی زرد روشنی نے ماحول کو پر اسرار بنا رکھا تھا، ایک طرف کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، نیچے صف یا چٹائی کی بجائے خشک گھاس پھیلائی گئی تھی۔

وہ خود بھی پتھریلی دیوار کے ساتھ پھیلی ہوئی خشک گھاس پر لیٹا ہوا تھا اس کا کندھا پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا اور اس کے اوپر کمبل ڈالا گیا تھا، دیوار پر ایک کیل کے سہارے خون کی بوتل لٹک رہی تھی جو اس کے ہاتھ پر لگے کنولے کے ساتھ منسلک تھی، بوتل تقریباً ختم ہونے کے قریب تھی اسے اپنی جان بچ جانے پر حیرت سی ہو رہی تھی۔

اسی اثنا میں نماز مکمل ہوئی اور وہ لوگ اسے ہوش میں دیکھ کر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے، وہ سب اپنے حلیے سے مجاہدین لگ رہے تھے۔

میں کہاں ہوں؟ اور آپ لوگ کون ہیں، اس نے پوچھا۔

ہم خدائی فوجدار ہیں، اور تم اس وقت ہمارے ایک محفوظ مقام پر ہو ان میں سے ایک شخص جو، ان سب کا لیڈر لگ رہا تھا، اُس نے پر سکون لہجے میں جواب دیا، دوسرے شخص نے اس کے جسم سے کمبل ہٹایا اور معائنہ کرنے لگا اس کے ہاتھ میں اسٹیتھو اسکوپ تھا، اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ کوئی ماہر ڈاکٹر ہے۔

یہ اب خطرے سے باہر ہے اس نے معائنے کے بعد خالی ہو چکی خون کی بوتل کو اتارتے ہوئے کہا۔

ان کا لیڈر لمبا تڑنگا جوان آدمی تھا گھنی داڑھی اور چہرے پر برستے ہوئے نور نے اسے بارعب شخصیت کا روپ دے رکھا تھا۔ وہ چند لمحے غور سے زبیر کی طرف دیکھتا رہا، اور پھر گویا ہوا۔

میرا نام، ابو معاویہ ہے اور یہ سب میرے ساتھی ہیں، ہم کسی مشن کے سلسلے میں پٹھان کوٹ گئے ہوئے تھے، واپسی پر کرفیو کی وجہ سے ہم سڑک کی بجائے ایک بوٹ کے ذریعے کشمیر میں داخل ہو رہے تھے جب تم آرمی کی گولی کا نشانہ بنے اور ڈھلان سے لڑھکتے ہوئے نالے کے کنارے آ گرے تھے، ہم تمہیں اٹھا کر اپنے ساتھ لے آئے تمہیں کندھے میں دو گولیاں لگیں تھیں، جس کی وجہ سے کافی خون ضائع ہو چکا تھا، مگر خوش قسمتی سے ہڈی ٹوٹنے سے بچ گئی، یہاں ہمارے پاس صرف فسٹ ایڈ کا بکس تھا اس لیے میرا یہ ساتھی حذیفہ اپنی جان کا رسک لیتے ہوئے تمہارے خون کا سیمپل لیکر شہر گیا اور کرفیو کے باوجود کسی نہ کسی طرح خون کی دو بوتلیں لے آیا، اب تمہیں آٹھ گھنٹے کے بعد ہوش آیا ہے۔

ابو معاویہ نے تفصیل بتائی تو زبیر ممنون نظروں سے اس نوجوان کو دیکھنے لگا، جو اس کے لیے خون لیکر آیا تھا۔

اس دوران ایک شخص چائے کا تھرماس لے آیا، اور سب کو چائے دی زبیر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

گرم چائے کی چسکیوں نے اس کے اوسان کافی حد تک بحال کر دیئے۔

تم نے ایسا کیا، کیا تھا کہ آرمی نے تم پر سیدھا فائر کھول دیا، ابو معاویہ نے خالی پیالی ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

زبیر چند ثانیے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر گویا ہوا، میرا نام زبیر ہے، اور سرینگر کا رہائشی ہوں مگر تعلیم کے سلسلے میں چندی گڑھ کی خالصہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہوں اور وہیں ہاسٹل میں رہتا ہوں، آج صبح جب میں کالج جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

تب میرے ایک دوست نے آکر مجھے میری بہن گل رخ کے بارے میں ایک اندوہناک خبر سنائی جس پر مجھے یقین نہیں آیا تو اس نے مجھے ویڈیو دکھائی جس میں..... بات پوری کرنے سے پہلے ہی زبیر کی آواز رندھ گئی، اور جذبات کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنسو موتیوں کی طرح گرنے لگے۔

صبر کرو بھائی حوصلے سے کام لو، ہمیں اس واقعے کا علم ہو چکا ہے میجر جوگندر سنگھ ہماری ہٹ لسٹ میں ہے، جیسے ہی موقع ملا ہم اس درندے کو وہ سبق سکھائیں گے کہ، وہ عبرت کا نشان بن کر رہ جائے گا۔

ابو معاویہ نے زبیر کو گلے سے لگا کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔

روتے روتے زبیر کی ہچکی بندھ چکی تھی، تمام مجاہدین باری باری اسے تسلیاں دے رہے تھے۔

یہ جگہ ہمارا عارضی پوائنٹ ہے ہم یہاں صرف ایمرجنسی کی صورت میں ٹھہرتے ہیں، آج بھی ہم صرف تمہاری نازک حالت کی وجہ سے یہاں ٹھہرے ہیں، یہاں سے دو گھنٹے کی مسافت پر ہمارا ایک محفوظ ٹھکانہ ہے میرے خیال میں تمہیں، ابھی سرینگر کی بجائے ہمارے ساتھ چلنا چاہیے، جب تم ٹھیک ہو جاؤ، پھر چلے جانا، ویسے بھی سوشل میڈیا پر موجود خبروں کے مطابق ہمشیرہ گل رخ کی تدفین کے بعد تمہاری والدہ کو تمہارے ماموں اپنے ساتھ بٹگرام لے گئے ہیں، تم فون پر انہیں اپنی خیریت کی اطلاع دے دینا، ابو معاویہ نے اسے سمجھایا، تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، مارشل آرٹ کی سوجھ بوجھ مجھے پہلے سے ہے، اب میں ٹھیک ہونے کے بعد انشاءاللہ مکمل ٹریننگ لوں گا، اور پھر گل رخ اور اس جیسی ہزاروں معصوم بہنوں کا انتقام لینے کے لیے ان ظالموں پر کہر بن کر برسوں گا، کچھ دیر بعد زبیر نے اپنا فیصلہ سنایا تو اس کے لہجے سے شرارے نکل رہے تھے۔

تو پھر ٹھیک ہے، اللہ کا نام لو اور چلو محفوظ ٹھکانے کی طرف چلتے ہیں، جہاں زیادہ تکلیف محسوس کرو بتا دینا ہم تمہیں اٹھا لیں گے۔

اگلے دو گھنٹوں کا سفر صبر آزما تھا، گہری اندھیری رات میں چڑھائیوں اترائیوں پر مشتمل تھا۔

گھنے جنگل کی ہیبت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ ہم رکاب تھی، ابو معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا اطمینان بتا رہا تھا کہ یہ راستے ان کے دیکھے بھالے ہیں، کئی بار جنگلی درندے اتنی قریب سے غرائے کہ محسوس ہوتا تھا کہ ابھی کسی درخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آجائیں گے، مگر خیریت رہی۔

اور سفر کا اختتام ایک پہاڑ کی چوٹی کے قریب ہوا جہاں پر چھپے ہوئے پہریداروں نے روک کر کوڈ ورڈز کا تبادلہ کر کے اپنی تسلی کی اور پھر اپنی معیت میں پہاڑ کی چوٹی کے قریب موجود غار کے سامنے لے آئے، ان کے آنے کی اطلاع پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔

ابو معاویہ کا استقبال کرنے کے لیے طلحہ اور اس کے ساتھی پہلے سے وہاں موجود تھے یہی وہ

www.pakistanipoint.com

کمانڈر طلحہ تھا جس نے انڈین آرمی کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں اس کی مخبری کرنے پر کروڑوں روپے کا انعام رکھا گیا تھا، کمانڈر طلحہؒ ابو معاویہ اور اس کے ساتھیوں سے ایسے ملا جیسے وہ بچھڑے ہوئے بھائیوں سے مدت بعد مل رہا ہو۔

یہ نوجوان کون ہے اس نے گہری نظروں سے زبیر کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا، تو ابو معاویہ نے اس کے بارے میں تفصیل بتادی۔

ہاں میں نے وہ ویڈیو دیکھی ہے، بھائی زبیر ،ہم آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں، یقین مانو اس خبیث کے دن گنے جا چکے ہیں جلد ہی اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا کمانڈر طلحہ نے زبیر کو گلے لگا کر تسلی دیتے ہوئے کہا تو غم کی شدت سے اس کی آواز رندھ گئی۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنے ایک ساتھی کو کھانے کا بندوبست کرنے کا کہا اور مہمانوں کو لے کو غار کے اندر آ گیا، غار میں کئی جگہ دھیمی لو والی مشعلیں جل رہیں تھیں غار میں تھوڑا آگے جانے کے بعد ایک موڑ آیا جہاں ہال نما کمرہ بنا ہوا تھا جس کے فرش پر چٹائیاں بچھی ہوئیں تھی، جن پر جا بجا مجاہدین سو رہے تھے دجانہ بھائی نظر نہیں آ رہے، ابو معاویہ نے چٹائی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

کل آرمی نے سرینگر میں عشاء کے وقت جامع مسجد کے موذن کو اذان دیتے ہوئے گولی مار کر شہید کر دیا تھا، مجھے بروقت خبر مل گئی، تو میں نے سرینگر میں موجود ابو دجانہ کو فدائین کے ساتھ مل کر فوری جوابی کاروائی کرنے کو کہا، اس کے بعد سے اب تک اس کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی۔

ہمارا مخبر بھی کال ریسیو نہیں کر رہا، اسی لیے میں خود پریشان ہوں، کمانڈر طلحہؒ نے تفصیل بتائی تو ابو معاویہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا، اسی دوران ایک شخص کھانا لے آیا جو خاموشی سے کھایا گیا اس کے بعد چائے کا دور چلا، یہاں کمبل وافر ہیں آپ لوگ آرام کریں فجر کی نماز کے وقت ملتے ہیں، کمانڈر طلحہؒ نے اٹھتے ہوئے کہا تو سب سونے کے لیے لیٹ گئے، تھکے ہوئے ہونے کی وجہ سے جلد ہی غار میں خراٹے گونجنے لگے۔

وہ کسی کے نعرہ لگانے کی آواز تھی جسے سن کر زبیر کی آنکھ کھلی، اس نے اطراف کا جائزہ لیا تو اس وقت وہاں اس کے سوا کوئی نہیں تھا، آواز باہر سے آئی تھی وہ اٹھ کر غار سے باہر نکل آیا غار کے دہانے پر مجاہدین کا جمگھٹا لگا ہوا تھا وہاں ایک شخص اوندھے منہ زمین پر پڑا ہوا تھا اس کی مشقیں کسی ہوئی تھی۔

وہ غار سے باہر نکلا تو سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔

بھائی زبیر اللہ نے ہماری سُن لی، کل جب مجھے موذن کے شہید ہونے کی اطلاع ملی اور میں نے ابو دجانہ کو فوری جوابی کاروائی کرنے کے لیے کہا تو یہ اسی وقت اپنے ساتھیوں کو لے کر جامع مسجد پہنچا مگر اس وقت تک موذن کو شہید کرنے والے فوجی واپس جا چکے تھے، مگر قدرت کا کرنا دیکھو، پہلے سے ہماری ہٹ لسٹ میں موجود میجر جوگندر سنگھ جوگل رخ پر ظلم ڈھانے کے بعد واپس جا رہا تھا، ابو دجانہ نے اسے پہچان لیا۔

کیونکہ یہ شیطان پہلے سے ہی ہمیں مطلوب تھا اس لیے، وہیں پر لڑائی شروع ہو گئی۔

اس کے ساتھ چند لوگ تھے، جو وہیں پر واصل جہنم ہو گئے، جبکہ یہ درندہ زخمی حالت میں پکڑا گیا، ہمارے تین فدائی بھی اس معرکے میں

WaqarAzeem
www.pakistanipoint.com

سینئر صحافی شاعر اور ملکوں ملکوں گھومے تجزیہ کار

محمود شام کی زیرادارت

ماہنامہ

انتہاؤں میں رابطہ

اطراف

کراچی

جولائی 2014 سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا

بین الاقوامی معیار کا پہلا قومی میگزین

☆ ہمارا عزم یونیورسٹیوں، دینی مدارس، تحقیقی اداروں، تربیت گاہوں سے پھوٹنے والی روشنی عوام تک پہنچانا

☆ دنیا بھر میں پاکستان اور عالم اسلام پر شائع ہونے والی تازہ ترین کتابوں کی تلخیص

☆ پاکستان کے سیاستدانوں، تعلیمی اداروں، سرکاری محکموں کے بارے میں عالمی تحقیقاتی اداروں کی بے لاگ رپورٹیں، آسان اُردو میں

☆ ملک میں سرگرم ایک لاکھ سے زیادہ این جی اوز کی سرگرمیوں سے سجا عوام نامہ

☆ مصوری ☆ سفارت کاری ☆ کتابیں ☆ کامیاب زندگی ☆ فن تعمیر ☆ تندرستی

☆ پاکستان کے اضلاع ☆ موسیقی ☆ ہم اور ہمارے بچے ☆ طنز و مزاح ☆ اُردو ادب سے انتخاب

لائبریریوں، یونیورسٹیوں، دینی مدارس کو خصوصی رعایت

☆ نیوز ایجنٹس کو معقول کمیشن

جو کچھ آپ کے اطراف میں ہے...... ماہ نامہ 'اطراف' میں ہے

سویٹ نمبر 508، لینڈ مارک پلازا، آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی

Email: mahmoodshaam@gmail.com Web Site: www.atraafmagazine.com

Ph: 0092 21 32274661
Mob:0300-8210636

ونے کی مفت کاپی
نے لیے خط لکھئے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

شہید ہوئے ہیں۔

اس واقعے کے فوری بعد آرمی نے پورے سرینگر کو سیل کر دیا تھا، اسی لیے ہمارے ساتھیوں کو وقتی طور پر روپوش ہونا پڑا۔

ابو دجانہ، اللہ تم پر اپنی رحمت کرے تم نے ایک مظلوم بہن کے قاتل سے فوری انتقام لینے کا بندوبست کر دیا ہے، کمانڈر طلحہ نے زبیر کو تفصیل بتانے کے بعد اپنے ساتھ کھڑے ابو دجانہ کا ماتھا چوم لیا۔

اب دیکھنا میں اس حرامزادے کی ایک ایک ہڈی اپنے ہاتھوں سے توڑوں گا۔

طلحہ نے زبیر کو تسلی دینے کے بعد اپنے ایک ساتھی کو میجر جوگندر سنگھ کی رسیاں کھولنے کے لیے کہا۔

نہیں محترم آپ نہیں، میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن دباؤں گا، میرے کلیجے میں ٹھنڈ تب ہی پڑے گی جب میں اس کے جسم کا ایک ایک ریشہ علیحدہ کر دوں گا، زبیر نے کسی زخمی شیر کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے اسے مارنا تمہارا ہی حق ہے، یہ گن پکڑو اور بھون کے رکھ دو۔ طلحہ نے ایک گن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

نہیں میں اپنے ہاتھوں سے اس کا نرخرہ دباؤں گا، زبیر نے گن لینے سے انکار کیا تو کمانڈر طلحہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

یہ درندہ بہت ٹرینڈ اور ظالم ہے تم اس طرح اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔

کمانڈر طلحہ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا ،اسے لگ رہا تھا کہ زبیر ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو رہا ہے۔

میں نے ابو معاویہ کو بھی بتایا تھا کہ میں مارشل آرٹ کی سوجھ بوجھ رکھتا ہوں، اگر نہ بھی جانتا ہوتا تب بھی میری غیرت کبھی یہ گوارہ نہ کرتی کہ میرا بدلہ کوئی اور لے، اگر میں اس کے ہاتھوں مارا جاؤں تو آپ کو اجازت ہے اس ظالم سے جو چاہیں سلوک کریں، اس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

اس دوران میجر جوگندر سنگھ کی رسیاں کھل چکی تھیں، وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا، اور ہاتھوں کو ایک خاص انداز میں حرکت دے کر خون کی روانی نارمل کرنے لگا۔

زبیر اس کے عین سامنے آن کھڑا ہوا، دونوں نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔

جوگندر سنگھ کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے شکاری اپنے شکار کو جانچ رہا ہو۔

زبیر نے بنا توقف کیے اچھل کر ایک جاندار پنچ اس کے منہ پر مارا، مگر عین آخری لمحے میجر پہلو کے بل گھوم گیا، جس سے زبیر کا پنچ ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔

ابھی اس کے قدم واپس زمین پر لگے ہی تھے جب جوگندر سنگھ کی جمپ ویل کک اس کے کندھے پر لگی، کندھا پہلے سے ہی زخمی تھا اسی لیے تکلیف کی شدت ڈبل تھی، نہ چاہتے ہوئے بھی زبیر کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے نیلے پیلے ستارے گردش کرنے لگے، ان ستاروں کے ساتھ ساتھ اسے اپنی مظلوم بہن کی شکل بھی دکھائی دے رہی تھی۔

کیا میں اپنی بہن کا انتقام لینے کی بجائے خود بھی اس ظالم کے ہاتھوں مارا جاؤں گا، اس کے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ڈوبتے ہوئے ذہن میں سوال ابھرا۔

حالات تو ایسے ہی لگ رہے ہیں، ۔اس کے ذہن نے سوال کے بعد جواب بھی خود ہی پیش کر دیا۔

یااللہ میری مدد فرما، اس نے بے بسی کی کیفیت میں دُعا کی، اسی لمحے کسی نادیدہ قوت کے زیر اثر وہ پہلو کے بل کروٹ لے کر گھوم گیا۔

میجر جوگندر زمین پر پڑے ہوئے زبیر کو سر جھٹکتے ہوئے دیکھ کر مطمئن انداز میں اس کے گرد چکر لگا رہا تھا اس کا دماغ پوری سپیڈ کے ساتھ یہاں سے بچ نکلنے کے امکان پر غور بھی کر رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ لڑائی مزید طول پکڑے، مگر زبیر تو تقریباً چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا، اب اس لڑائی کو منطقی انجام تک پہنچائے بغیر چارہ نہیں رہ گیا تھا۔

وہ یکدم ہوا میں اچھلا اور پوری قوت سے زبیر کی طرف آیا اس کا نشانہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تھی جسے توڑ کر وہ زبیر کو ساری زندگی کے لیے اپاہج بنانا چاہ رہا تھا تاکہ اسے یاد رہے کہ وہ کبھی میجر جوگندر سنگھ کے مقابلے میں آیا تھا۔ اس کی کہنی اور زبیر کی ریڑھ کی ہڈی کے درمیان چند انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا جب زبیر نے یکدم کروٹ لے کر پہلو بدلا تھا۔ اور یہی کروٹ لینا اسے بچا گیا کیونکہ میجر ہوا میں اچھلنے کے بعد اسی کی طرف آرہا تھا میجر کی کہنی پوری طاقت سے پتھریلی زمین پر لگی اور بازو کی ہڈی ٹوٹنے کی کریہہ آواز فضا میں پھیل گئی۔

جوگندر سنگھ کی چیخ کسی ذبح ہوتے ہوئے جانور کی آواز سے مشابہہ تھی، مجاہدین کے فلک شگاف نعروں سے پہاڑ گونج اٹھا، میجر جوگندر سنگھ تکلیف کی شدت سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا، اب اس میں اٹھ کر کھڑا ہونے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

بس، بہت ڈھیل دے دی اس ظالم کو اب اس کا قصہ تمام کرو، کمانڈر طلحہ نے ایک گن زبیر کی طرف اچھالی، جسے اس نے فضا میں ہی کیچ کر لیا۔

اپنی موت کا آڈر سُن کر میجر مزید حواس باختہ ہو گیا، اور ترحم آمیز نظروں سے باری باری سب کی طرف دیکھنے لگا کہ شاید کسی کے دل میں رحم آجائے شدید سرد موسم کے باوجود موت کے خوف سے اس کا چہرہ پسینے میں بھیگ گیا۔

م م مجھے معاف کر دو پلیز میں ہاتھ جوڑتا ہوں، مجھ سے غلطی ہوگئی اسے اپنی زندگی کی بھیک مانگتے ہی بنی۔

میں تمہیں اپنی مظلوم بہن کے پاس بھیجنے لگا ہوں جو تمہیں معافی دینے یا، نا دینے کا حق رکھتی ہے، زبیر نے دانت پیستے ہوئے کہا اور گن کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

میجر کی خوف سے پھٹی ہوئی آنکھیں زبیر کا کورا جواب سُن کر مزید پھیل گئیں، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مکافاتِ عمل اتنی جلدی وارد ہو جائے گا۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہنے کی کوشش کی مگر زبیر اب اسے ایک سیکنڈ کی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں تھا AK47 کلاشنکوف کے کالے منہ سے نکلنے والی گولیوں کے پورے برسٹ نے میجر جوگندر سنگھ کے جسم میں کسی چھلنی کی طرح سوراخ کر دیئے۔

اس کے جسم میں ہونے والا ہر سوراخ کسی معصوم اور کسی مظلوم کی بددُعا کا نتیجہ تھا، ان سوراخوں سے چھن کر آنے والی روشنی آزادی کی منزل قریب ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔

رحیم یار خان سے ارسال کردہ یادداشتیں

سیٹھ محمد عبید الرحمٰن مرحوم

ان کی سرائیکی مضامین، تصانیف کے علاوہ بطور میئر بہاولپور ترقیاتی منصوبے ان کے نام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں.....

ایم اے خالق بھٹی

اپنے محترم بزرگ سیٹھ محمد عبید الرحمٰن صاحب کو مرحوم لکھتے ہوئے میرے ہاتھ کپکپا رہے ہیں دماغ ماؤف ہو رہا ہے لیکن قدرت کے اس قائم کردہ نظام کے آگے کسی کا بس نہیں چل رہا ورنہ ہم اپنے پیاروں کو کبھی اپنے آپ سے جدا نہ ہونے دیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے جو ازل سے لے کر ابد تک ایک جیسا ہے یہاں جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن اس جہاں فانی سے واپس چلے جانا ہے۔

لیکن اپنی انسانیت کے لیے کی گئی خدمات کی بدولت ہمارے درمیان اچھی یادوں کی طرح ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

میرے بزرگ میرے مہربان سیٹھ محمد عبید الرحمٰن صاحب مرحوم کا شمار بھی انہی شخصیات میں ہوتا ہے۔

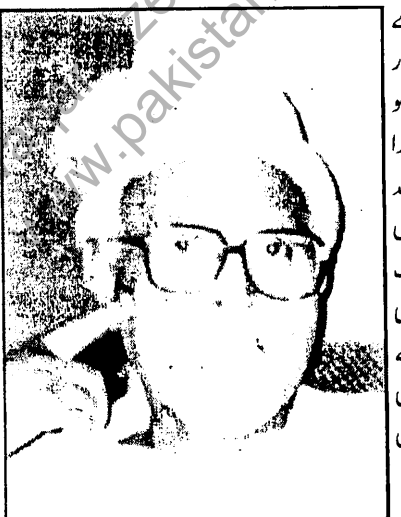

آپ سابق ریاست بہاولپور کے دارالحکومت بہاولپور کی پہچان ہیں آپ کے تذکرے کے بغیر بہاولپور کی تاریخ نامکمل ہے جہاں بھی علم دوستی، فلاح انسانیت کا ذکر آئے گا وہاں سیٹھ محمد عبید الرحمٰن صاحب مرحوم کا ذکر نہ ہو تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

آپ اپنی علم دوستی اور عوام سے خلوص و محبت کی وجہ سے آج بھی ہر خاص و عام میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

www.pakistanipoint.com

یہ آپ کی عوام دوستی اور خلوص تھا کہ ہر وقت آپ کے آشیانہ یعنی آپ کی رہائش گاہ پر خاص و عام شخصیات اور مختلف ہنر سے وابستہ افراد کا تانتا بندھا رہتا تھا اور اس کے علاوہ خوب ادبی محفلیں بھی جمتی تھیں۔

ان محفلوں میں ادیب اور شاعر تو شریک ہوتے ہی تھے اس کے علاوہ آئے روز یہاں مہمان بھی لازمی نظر آتے تھے۔

کیونکہ سیٹھ صاحب نے اپنی سادہ اور علمی گفتگو سے سب کو اپنا گرویدہ کیا ہوا تھا۔ یوں تو میں بھی سیٹھ محمد عبید الرحمٰن صاحب مرحوم کی ادبی، سیاسی زندگی سے بچپن ہی سے واقف تھا لیکن ان سے باقاعدہ ملاقات اکتوبر 1990ء میں ان کی رہائش گاہ سے ملحقہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوئی جس میں موجود اخبارات اور رسائل کی کثیر تعداد ان کے ادبی اور سیاسی زندگی کی گواہی دے رہی تھی حالانکہ آپ کی میری اور میرے ہمراہیوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق تھا۔

لیکن آپ جس پدرانہ شفقت، خلوص و محبت اور اپنائیت و گرم جوشی سے ملے تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہم برسوں سے ایک دوسرے سے آشنا ہیں۔

ہم ان کی صحبت میں رات نو بجے کے بعد تک بیٹھے رہے حالانکہ ان کو کمر میں تکلیف بھی تھی جب ان سے رخصت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ رات میرے پاس قیام کر کے صبح سکون سے اللہ آباد چلے جایئے گا لیکن ہم نے اپنے ضروری کام کا بہانہ پیش کر کے ان سے رخصت چاہی اور واپس چلے آئے۔

اس ملاقات کے بعد بھی میری ان سے کبھی سرائیکی تاڈا میں، کبھی ان کی رہائش گاہ میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا ان ملاقاتوں میں ان کی ماضی کے حوالے سے گفتگو جو تاریخ کا ایک نادر و نایاب حصہ ہے جس میں ریاست بہاولپور کے فرمانرواں نواب سر صادق محمد خان عباسی مرحوم سے ان کی ملاقاتوں کے واقعات نواب صاحب کی عوام دوستی اور قومی و ملی خدمات کے علاوہ نواب صاحب کے مختلف شہروں اور مختلف علاقوں کے دوروں موقع پر پیش آنے والے واقعات کچھ ان کی موجودگی کے سامنے بیتنے والے اور کچھ دیگر لوگوں سے سنے ہوئے بہاولپور کی مذہبی، ادبی اور سیاسی واقعات کے علاوہ سرائیکی زبان اور ادب کے فروغ کے لیے مجلس جھوک سرائیکی کے قیام میں ان کی جدوجہد کے قصے اپنی کمر میں رہنے والی تکلیف کے علاج کے لیے لندن میں جانا۔

انگلینڈ کا سفر بحری جہاز کے ذریعے کرنا اور دوران سفر بحرین میں ایک دن کے قیام میں بحرین میں گائے کی انوکھی خوراک یعنی خشک مچھلی کو کھاتے ہوئے دیکھنا اور لندن میں بہاولپور کے ڈاکٹر محمد امین صاحب کی ہمشیرہ کے پاس قیام کرنا، وہاں کی جدید زندگی کے قصے سنانا ان کی پدرانہ محبت کی ایک لازوال مثال ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

ایک مرتبہ میں ان سے ملاقات کرنے گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو سخت بخار ہے اس لیے کسی سے ملاقات نہیں کر رہے ہیں یہ سن کر میں مایوس ہو کر ان کی کوٹھی کے لان میں موجود کرسی پر بیٹھا تھا کہ اس اثناء میں آپ کے فرزند محترم سیٹھ الطاف الرحمٰن صاحب تشریف لائے اور انہوں نے میری خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد میری سیٹھ صاحب سے ان کی ناسازی طبعیت کے باعث

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ملاقات نہ ہو سکنے کی وجہ سے انہوں نے معذرت کی لیکن کچھ دیر بعد اپنے والد صاحب کی خیریت معلوم کرنے کوٹھی میں گئے چند لمحوں فوراً واپس آگئے اور مجھ سے مخاطب ہوئے۔

بھٹی صاحب بابا سائیں آپ کو یاد کر رہے ہیں میں ان کی ہمراہی میں سیٹھ صاحب کے کمرے میں آیا تو انہوں نے مجھے دیکھ فوراً میرا حال احوال پوچھا اور میں چند منٹ ان کے ساتھ اپنی زندگی کے یادگار لمحے گزار کر اٹھ آیا میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ان سے یہ میری آخری ملاقات ہوگی۔

سیٹھ صاحب جیسی علمی وادبی شخصیت میری زندگی میں نہ کوئی آئی ہے اور نہ شاید کبھی آئے گی میں سوچتا ہوں کہ اللہ میاں کیوں اتنی جلد اپنے پیاروں سے جدا کر دیتے ہیں سیٹھ صاحب نے اپنے سفر انگلینڈ کے حوالے سے بتایا تھا کہ میں نے اپنی کمر کے درد کا ریاست بہاولپور اور بیرون ریاست بہت علاج کرایا ہے لیکن کسی صورت آرام نہیں آرہا تھا تو میں نے دوستوں کے مشورے پر علاج کے لیے انگلینڈ جانے کے لیے کراچی سے بحری جہاز سے روانہ ہوا اور جب بحری جہاز بحرین پہنچا تو اس ملک کی بندرگاہ پر چند دنوں کا اسٹے تھا رات کے وقت جہاز سے اترے آج چاند کی چودھویں تھی چاندنی میں ساحل پر سیر کر رہے تھے۔

تو میں نے دیکھا کہ ہم سے چند قدم دور درجنوں گائے اپنی کھرلی میں سے کوئی چمکدار چیز کھا رہے ہیں تو مجھے تجسس ہوا کہ ایسی کون سی گھاس ہے جو چاند کی چاندنی میں چمک رہی ہے اور میں نے قریب جا کر کھرلی میں جھانکا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا گائے سوکھی ہوئیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں کھا رہی ہیں یہ ہم سب کے لیے نئی چیز تھی۔

سیٹھ صاحب میں کوئی اپنی علمی ادبی علمیت کا غرور نہیں تھا اور نہ ہی ان کی شخصیت میں اپنے بہاولپور کے میئر ہونے کا رعب کبھی نہیں دیکھا وہ سادگی کی ایک لازوال تصویر تھے 2006ء میں ہم چند دوست ریاست بہاولپور کی پہچان بین الاقوامی شہرت کا حامل قلعہ ڈراور کی سیر کرنے کے لیے گئے۔

قلعہ ڈراور کی سیر کے بعد روہی کے معروف چنن پیر کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہو کر میلے کی رونق دیکھنے کے لیے ریت کے ٹیلوں کے درمیان کپڑوں اور چھپروں کی بازار کی سیر کر کے بہاولپور آئے اور دوستوں کی خواہش پر سب کو راقم سیٹھ محمد عبیدالرحمٰن صاحب کی وائٹ کوٹھی میں لے گیا تو سیٹھ صاحب اور ان کے بڑے فرزند نے سیٹھ محمد الطاف الرحمٰن نے بڑی خوشی دلی سے ملے اور اپنے کمرے میں لے گئے جہاں نواب صادق محمد خان عباسی مرحوم، خواجہ غلام فرید مرحوم اور تاریخ صبح صادق کے مصنف دبیرالملک مولوی عزیزالرحمٰن مرحوم کی تصاویر آویزہ تھیں۔

اس موقع پر سیٹھ صاحب نے نواب صاحب سے اپنی ملاقاتوں کے احوال اور ان کی عوام دوستی کے قصے بھی سنائے، ان کا انداز گفتگو ایسا تھا جیسا ہم ماضی میں ان کے ساتھ ہوں۔

آج جب وہ ہم میں نہیں لیکن اپنی تصنیفات، مضامین خاص کر لوک داستان شاطر نما نڑا' بطور میئر بہاولپور عوامی فلاحی خدمات اور اپنے ترقیاتی کام کی بدولت آج بھی زندہ ہیں۔

ود کا پرستار

''مسافع! جویریہ کے ہزاروں رشتے ٹھکرا دینے والا باپ تیرا پیغام کیسے قبول کرسکتا ہے۔ سخت گیر، بد دماغ اور بدزبان جوان اس کے قابل نہیں، وہ حسن سیرت اور حسن صورت کا مجسمہ یقیناً کسی اعلیٰ قبیلے کے سردار کے قابل ہے۔''

منورہ نوری خلیق (مرحومہ)

منزل کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کردی اول تو سامنے ہی اس کا قبیلہ تھا پھر یہاں گرد و پیش کا حسن نظر انداز کردینے کے قابل نہ تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہاں اس کے چہرے اور نام سے اُسے پہچان لینے والے بہت لوگ تھے۔ وہ چند برس بعد اُدھر آیا تھا مگر اُسے یقین تھا کہ اب بھی بہت سے لوگ اس کا نام لے کر اُسے پکاریں گے۔

''مسافع بن صفوان کب آئے؟''

آخر وہ قبیلہ خزاعہ کا ایک دلیر اور قوت فیصلہ رکھنے والا جوان تا چند برس باہر تجارت کرنے سے اس کا تعلق اس قبیلے سے ٹوٹ تو نہ گیا تھا۔ اس کا گھر یہاں تھا، معبود ود کا مجسمہ یہاں نصب تھا اور پرانے احباب یہاں آباد تھے۔ بچپن اور لڑکپن کے ساتھی ثعلبہ، اصیم، عبود اور بہت سے، جب وہ انہیں نہیں بھولا تھا تو وہ سب اُسے کیسے بھول جاتے، انہی پرانی یادوں میں گم وہ سست روی سے گھوڑا بڑھاتا چلا جارہا تھا۔ کافی فاصلے پر مال سے لدے ہوئے اونٹ غلاموں کی تحویل میں تھے۔ قبیلے کی کشش اُسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

صبح ہوچکی تھی۔ بلند ہوتے آفتاب کی شعاعوں میں ابھی حدت پیدا نہ ہوئی تھی مگر ان سے چپہ چپہ روشن تھا۔ اس روشنی میں اُس نے دیکھا اسمنے وہ ٹیلہ تھا جہاں وہ اپنے احباب کے ساتھ کشتی لڑا کرتا تھا اور انہیں پچھاڑ دیتا تھا۔ اسی ٹیلے کے نزدیک اس طویل و عریض میدان میں اس قبیلے کے سردار حارث بن ابی ضرار نے سینکڑوں بار کشی کے مقابلے میں قبیلے کے ہر دلعزیز کو پچھاڑ دیا تھا۔ یہ مسافع بن صفوان کے بچپن کا زمانہ تھا جب سردار کسی دلیر کو زیر کرکے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑا ہوتا اور مجمع تالیاں بجاتا تو مسافع کا دل اس سے مقابلہ کرنے کو مچل جاتا۔ وہ مرعوب اور متاثر سے انداز میں اُسے دیکھتا رہ جاتا اور جب کبھی تنہائی میں اپنے استاد دیاباپ صفوان سے اپنی خواہش کا تذکرہ کرتا تو وہ سمجھاتے۔

''مسافع! تم ابھی کم عمر اور قوت میں کم ہو چند برس انتظار کرو پھر سردار کا مقابلہ کرنا۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

مگر مسافع کو یہ نصیحت بہت گراں گزرتی اُسے لگتا چند برس گزارنے ناممکن ہیں شاید تب تک سردار زندہ نہ رہے یا کمزور ہو جائے۔ ایسے میں مقابلے کی دیرینہ تمنا کو اس تک پہنچانا کس قدر مشکل ہوگا مگر وقت گزرتا رہا۔ قبیلے سے باہر رہ کر مسافع نے باقاعدہ فن حرب کی تربیت لی تھی۔ تجارت بھی کی تھی بہت سی دولت بھی کمائی تھی اور شہرت بھی' خوشی کی بات یہ کہ سردار حارث بن ابی ضرار ابھی زندہ تھا اور اسی طرح چست اور توانا بھی' مسافع کو قبیلے کی پل پل کی خبریں ملتی تھیں۔ اس نے سنا تھا کہ حارث بن ابی ضرار ہر ماہ اسی میدان میں نئے اور پرانے دلیروں سے مقابلہ کرتا ہے' آج بھی سب کو شکست دے دیتا ہے اور ہر فتح کے بعد معبود دو کے قدموں میں قربانی بھی دیتا ہے۔

پھر اس نے سنا کہ سردار حارث بن ابی ضرار قریش کے سرداروں میں بھی خاص مقام حاصل کر چکا ہے اب دارالندوہ کا کوئی اجتماع ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ شریک نہ ہو اور قریش سے اتنے گہرے تعلقات کی بدولت وہ اردگرد کے قبائل میں ممتاز حیثیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔

اس خبر سے اُسے یک گونہ اطمینان ہوا۔ اس نے دل کی گہرائیوں سے اپنے قبیلے کے اس جواں ہمت اور بلند حوصلہ سردار کے بارے میں سوچا جس کے دم سے قبیلہ خزاعہ کی عزت وشہرت میں اضافہ ہوا تھا لیکن اس اعتراف کے ساتھ ہی اُسے پھر سردار کی ناقابل تسخیر دلیری یاد آئی۔ دل چاہا مقابل جائے اور اس دلیر سردار کو پچھاڑ دے۔ انہی خیالات میں گم وہ بستی میں داخل ہوا وہ سوچ رہا تھا کہ ہر جانب سے حیرت اور مسرت بھری ہوئی آوازیں سنائی دیں گی۔

''مسافع بن صفوان تم آ گئے؟''

مگر ابھی تک یہ آوازیں سنائی نہیں دی تھیں لہٰذا وہ تجسس سے اردگرد دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ ہر جگہ ہر مقام کسی نہ کسی پرانی یاد کو تازہ کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ چشمہ مریسع تک پہنچ گیا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی یہاں لڑکیاں جمع تھیں۔ یہ بات اتنی اہم نہ تھی۔ اول تو پردہ نہ ہونے کے سبب قبیلے کے لڑکے لڑکیوں

Haidar Azeem
www.pakistanipoint.com

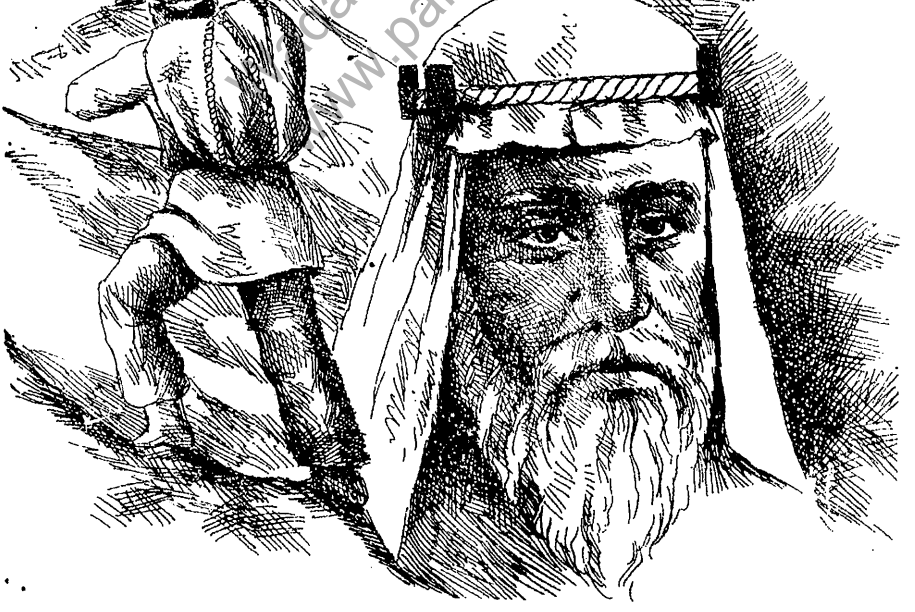

سے واقف ہوتے تھے۔ دوسرے کئی برس بیرونی علاقوں میں گزارنے کے دوران وہ اتنی خوبصورت لڑکیاں دیکھ چکا تھا کہ یہاں کا کوئی چہرہ اضطراب کی وجہ نہیں بن سکتا تھا۔ اس وقت بھی لڑکیوں کو سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے وہ گھوڑا بڑھائے جا رہا تھا چند برس قبل کی کم سن لڑکیاں جوان ہوگئی تھیں۔ چند ایک اس کی ساتھی بھی تھیں۔ اچانک وہ ٹھٹک گیا۔

''یہ کون ہے؟'' وہ تعجب اور کھو جانے والے انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا۔ ایک حد درجہ روشن اور تابناک چہرہ اس کے سامنے تھا۔ یہ کیسا حسن تھا یہ کیسی چمک تھی صفوان کا یہ دلیر فرزند جیسے سب کچھ بھول گیا۔ رخ پر تحیر تھا مسرت تھی اور خود کو بھول جانے کی کیفیت' چند گز کے فاصلے پر چشمے کے گرد جمع لڑکیوں میں سولہ سالہ یہ لڑکی کون تھی جس کے روشن چہرے سے گرد و پیش روشن محسوس ہو رہے تھے۔

مسافع بن صفوان نے چند لمحے متحیر سے انداز میں اُسے دیکھا پھر گھوڑا روکا اور یوں اترا جیسے یہی اس کی منزل ہو۔ شہ سوار کی اچانک آمد پر لڑکیوں نے اُسے دیکھا اور فضا میں جیسے ارتعاش پیدا ہوگیا۔ چند ایک آوازیں سنائی دیں۔

''آہا! یہ تو مسافع بن صفوان ہے۔''

مگر مسافع کو ہوش نہ تھا وہ ابھی تک چشمے کے قریب کھڑی اس لڑکی کو تک رہا تھا جو اس کے لیے بالکل نئی اور بے پروا ہی نظر آ رہی تھی۔ وہ جوان تھا دولت مند اور خوبصورت تھا' دلیری اور تیزی میں مشہور تھا کوئی جوان لڑکی اُسے نظر انداز نہ کرتی تھی مگر اس حسینہ نے جیسے کوئی اثر نہ لیا تھا بلکہ بے نیازی سے اپنا رخ موڑ لیا تھا اور جس وقت قبیلہ خزاعہ کی تمام لڑکیاں مسافع بن صفوان کے گرد جمع ہو کر اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں وہ لڑکی آہستہ روی سے ایک طرف چل دی۔ مسافع بن صفوان کو محسوس ہوا جیسے آفتاب غروب ہوگیا۔ اس نے کسی سے دریافت کیا۔

''وہ کون تھی؟''

اس سوال پر کچھ لڑکیوں نے تعجب سے دیکھا کچھ کھلکھلا کر ہنس دیں کسی نے کہا۔

''یہ جوریہ بنت حارث ہے۔'' مسافع بن صفوان چونک گیا اس نے تعجب سے کہا۔

''قبیلہ خزاعہ کے دلیر اور ناقابل تسخیر سردار حارث بن ابی ضرار کی دختر؟''

جواب ملا۔

''ہاں یہ سردار کی بیٹی ہے۔''

''پھر مجھ سے ملی کیوں نہیں؟'' مسافع بن صفوان نے گلہ کیا۔

''میں سردار کو خوب جانتا ہوں اور اسی قبیلے کا نامور جوان ہوں کیا اُسے مجھ سے نہیں ملنا چاہیے تھا؟''

''سوال معقول ہے اور گلہ درست مگر جویریہ بنت حارث مردوں سے میل ملاپ نہیں کرتی۔ کبھی کبھی گھر سے نکلتی ہے تو بس چشمے تک آتی ہے لیکن اِدھر مرد ہوں تو یونہی واپس چلی جاتی ہے۔'' یہ بات کسی نے کہی تھی مسافع کو ہوش نہ تھا لیکن جوریہ کی مردوں سے گریز کی یہ ادا اُسے بہت پسند آئی۔

اس شام پورے قبیلے میں مشہور ہوگیا کہ صفوان کا دلیر فرزند قبیلوں کے دورے اور تجارت کے سفر سے لوٹ آیا ہے۔ اہل قبیلہ جوق در جوق جمع ہو رہے تھے۔ وہ سب سے مل رہا تھا۔ مختلف سوالات کے جواب بھی دے رہا تھا۔ مختلف قبیلوں کے حالات بھی سنا رہا تھا مگر تصور میں وہ ہر جگہ کا طواف کر رہا تھا جہاں اُس نے سردار کی دختر کو دیکھا تھا اور المیہ یہ تھا کہ ان دنوں سردار حارث بن ابی ضرار قبیلے سے باہر گیا ہوا تھا اور نہ مسافع بن صفوان پہلی فرصت میں اس

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سے ملتا مگر اب اُسے انتظار کرنا تھا۔ کب حارث واپس آئے اور کب وہ اس سے ملاقات کرے اور جویریہ کا رشتہ مانگے۔ وہ جویریہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

سہ پہر ڈھل رہی تھی آفتاب بڑی تیزی سے منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایسے میں خاندان بنو مصطلق کے رئیس اور قبیلہ خزاعہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی طویل و عریض نشست گاہ میں معززین کی محفل جمی ہوئی تھی۔ حارث چند لمحے ٹہلنے کے بعد اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے رخ سے تردد عیاں تھا اور باقی لوگ بھی سکوت کے عالم میں تھے۔ ہمیشہ وہ سفر سے لوٹتا تو یونہی محفل جمتی۔ سب سفر کا حال دریافت کرتے کبھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حارث اُسے باہمی مشورے سے ہی حل کرتا۔ اس بار بھی وہ قریش کے ایک اجتماع میں شریک ہو کر واپس آیا تھا۔ قریش کا حلیف قبیلہ ہونے کے سبب ان کے ہر اجتماع اور ہر تقریب میں شریک ہونا ضروری تھا مگر اس بار واپسی پر وہ کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا تھا۔ سفر کا حال سنایا تھا بلکہ موضوع سخن تھا مسافع بن صفوان جونہی سردار حارث بن ابی ضرار مکے سے لوٹا' مسافع بن صفوان نے اس سے ملاقات کی اپنی دولت اور شہرت کا تذکرہ کیا' دلیری کے کئی واقعات سنائے پھر حرف مطلب زبان پر لے آیا۔

''معزز سردار میں آپ کی دختر جویریہ سے رشتے کا متمنی ہوں۔''

حارث چونک گیا۔ چند برس قبل کا یہ جوان اُسے خوب یاد تھا اگر وہ اس کی بیٹی کا رشتہ طلب نہ کرتا تو یقیناً اس کے خیال میں وہ قبیلے کا ایک قابل قدر جوان ہوتا جس نے چند برس باہر گزارنے کے بعد اپنی حیثیت کو کافی مستحکم کر لیا تھا۔ حارث کو اس کی خوبیوں سے انکار نہ تھا مگر جویریہ کا رشتہ طلب کرنا غور طلب بات تھی۔ مسافع بن صفوان تیز مزاج سخت گیر' جذباتی' منہ زور اور منہ پھٹ جوان تھا اور جویریہ کم سخن' نرم مزاج' گوشہ نشیں قسم کی لڑکی' اس کے اوصاف کسی سے چھپے نہ تھے' جو ایک مرتبہ دیکھتا گرویدہ ہو جاتا اور جوں جوں جویریہ شعور کی عمر کو پہنچ رہی تھی۔ اس کے اوصاف نکھرتے جا رہے تھے۔ اخلاق اور ذہانت میں اس کی مثال نہ تھی۔ حارث بن ابی ضرار کی تمنا تھی کہ قریش کا کوئی جوان اس کا طلب گار ہو اور حقیقت میں قریش کے کئی جوان اس بات کے تمنائی بھی تھے مگر بات چلی نہ تھی کہ اسی قبیلے کے جوان مسافع بن صفوان نے رشتہ مانگ لیا۔ اب حارث گومگو کا شکار ہو کر رہ گیا۔ اقرار کا تو سوال ہی نہ تھا۔ جویریہ جیسی لڑکی کو تند خو اور بدمزاج شخص کے حوالے کر دینا زیادتی کے سوا کچھ نہ تھا لیکن انکار کر دینا بھی نصف قبیلے کی مخالفت مول لینے کے مترادف تھا۔ اس وقت حارث کا دل چاہا کہ کہہ دے۔

''مسافع! جویریہ کے ہزاروں رشتے ٹھکرا دینے والا باپ تیرا پیغام کیسے قبول کر سکتا ہے۔ سخت گیر' بد دماغ اور بدزبان جوان اس کے قابل نہیں' وہ حسن سیرت اور حسن صورت کا مجسمہ یقیناً کسی اعلیٰ قبیلے کے سردار کے قابل ہے۔''

مگر حارث نے یہ سب نہ کہا اور سوچ کر جواب دینے کے وعدے پر ٹال گیا۔ اس وقت مسئلہ درپیش تھا۔ اُس نے اپنے ان پرانے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا جو ہر موقع پر اس کے مشیر رہے تھے۔ اس وقت ان معززین میں قبیلہ خزاعہ کے دانا مرد عبدآساف احاتم بن امیہ اور ہشام شامل تھے۔ انہوں نے حارث بن ابی ضرار کی پوری بات سنی پھر عبدآساف نے تحمل سے کہا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''حقیقت تو یہ ہے کہ مسافع بن صفوان جلد مشتعل ہو جانے والا جوان ہے۔ لڑکپن میں ہی خلاف منشا بات پر قتل و غارت پر آمادہ ہو جاتا تھا۔''

''لیکن لڑکپن کی بات اور ہوتی ہے۔'' حاتم بن امیہ نے دھیرے سے کہا۔

''اب وہ شام اور ایران تک کی سیر کر آیا ہے اور پھر تجارت بھی خوب کی ہے شاید اب اس کے مزاج میں اعتدال آ گیا ہو۔''

''معزز حاتم.....'' حارث بن ابی ضرار نے کہا۔

''دولت کما لینے سے انسان کی سرشت نہیں بدلتی اور پھر میں مسافع کے بزرگوں تک سے واقف ہوں۔ کیا ان کے گھروں میں بات بات پر تلوار نہیں نکل آتی تھی؟''

''بے شک' یہ بات درست ہے۔'' ہشام نے تائید کی۔

''یہ سب لوگ جلد غضبناک ہو جانے والے ہیں۔''

''تو کیا رشتے سے انکار پر غضب ناک نہ ہوں گے؟'' عبدآساف نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

''میری زندگی کا مقصد بیٹی کو سکھ میں دیکھنا ہے۔'' حارث بن ابی ضرار نے کہا۔

''وہ غضبناک ہو کر قتل و غارت کرے گا تو زیادہ سے زیادہ میں اس کا شکار ہو جاؤں گا مگر تمام عمر کے لیے جویریہ تو محفوظ رہے گی۔''

''کوئی ایسے صورت نکالو کہ وہ مشتعل بھی نہ ہو اور رشتے کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے۔'' حاتم نے سوچتے ہوئے کہا تو نئے خیال پر سبھی چونک گئے۔ حارث بن ابی ضرار نے سوال کیا۔

''میرے دست کیا انکار کی کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ مخالفت پیدا ہوئے بغیر یہ بات ختم ہو جائے۔''

''میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔'' عبدآساف نے رازداری سے کہا۔

''کیا؟'' سب نے اُسے تجسس آمیز انداز میں دیکھا تو وہ بولا۔

''مسافع بن صفوان سے کہہ دو کہ جویریہ کا رشتے طے ہو چکا ہے اور رازداری سے یہ رشتہ قریش کے کسی جوان سے طے کر دو آخر کئی جوان اُس کے طالب ہیں۔''

''آپ مسافع کو معمولی جوان سمجھتے ہیں۔'' حاتم نے توجہ دلائی۔

''اگر اس بہانے سے رشتہ ٹھکرایا جائے تو حقیقت معلوم ہونے میں اُسے کتنی دیر لگے گی اور جب اصلیت کھلے گی۔ تو یہ اور بھی بری بات ہو گی کہ حارث نے اس سے خوفزدہ ہو کر جھوٹ بولا۔''

بات اتنی اہم نہ تھی لہٰذا عبدآساف خفیف سا ہو کر رہ گیا۔ حاتم نے پھر کہا۔

''اس سے بہتر ہے کہ کہہ دیا جائے کہ فی الحال جویریہ کی شادی کا کوئی خیال نہیں ہے۔''

''لیکن اگر اس کے تھوڑے ہی دن بعد کوئی معقول پیام آ جائے تو کیا حارث قبول نہ کرے گا۔ اس سے بھی جھوٹ کا پہلو واضح ہو کر سامنے آئے گا۔'' عبدآساف نے کہا۔

''بات یہ بھی دل کو لگی تھی لیکن اس کی جزئیات پر غور کر کے اسے رد کرنا پڑا۔ اس کے بعد ہر فرد سوچ میں مبتلا خاموش تھا۔ چند لمحے اسی سکوت کی نذر ہو گئے۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد ہشام نے کہا۔

''معزز سردار! کیوں نہ مسافع بن صفوان کے سامنے رشتہ قبول کرنے کے لیے کوئی شرط پیش کر دی جائے جسے وہ پوری نہ کر سکے۔''

اس تدبیر پر حارث نے چونک کر دیکھا اور اس

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کے رخ سے تردد کے سائے چھٹتے چلے گئے۔ سب نے تعریفی نظروں سے ہشام کو دیکھا اور تھوڑی دیر بعد وہ سب اسی موضوع پر بحث کررہے تھے۔ حارث بن ابی ضرار نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''مجھے معبود ود کی تائید سے آج تک کوئی بھی کُشتی کے مقابلے میں نہیں پچھاڑ سکا۔ لہٰذا میں صفوان کے فرزند کے سامنے یہی شرط پیش کرتا ہوں کہ قبیلے کے روبرو مجھے کشتی کے مقابلے میں شکست دے دے تو مجھے یہ رشتہ منظور ہے ورنہ نہیں۔''

اس بات کو سب نے پسند کیا اور اسی شام حارث بن ابی ضرار نے مسافع بن صفوان سے کہا۔

''ابن صفوان! مجھے تیرے اوصاف سے انکار نہیں تو میرے قبیلے کا دلیر جوان ہے' ناموری اور دولت کما چکا ہے لیکن ان سب کے باوجود یہ پیغام قبول کرنے کی ایک شرط ہے۔'' مسافع بن صفوان نے حیران ہوکر دیکھا۔ شرط کے نام پر اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے حارث کو دیکھا اور بولا۔

''سردار شط بیان کرو۔ مسافع سب کچھ کرنے کو تیار ہے مگر اس خواہش سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہے۔''

''میری شرط یہ ہے کہ جو جوان مجھے کشتی کے مقابلے میں شکست دے گا جویریہ کا ہاتھ اسی کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔'' حارث بن ابی ضرار نے کہا۔

مسافع بن صفوان نے سر سے پیر تک اس چست و چالاک اور فولاد میں ڈھلے ہوئے سردار کو دیکھا اور سوال کیا۔

''اگر میں مقابلہ ہار گیا تو......؟'' حارث بن ضرار نے مجھے پر نظر ڈالی اور بولا۔

''میں دیوتاؤں کو درمیان میں لاکر یہ شرط لگا رہا ہوں اگر میں ہار گیا تو سمجھوں گا کہ دیوتاؤں نے مسافع بن صفوان کو جویریہ کے لیے منتخب کیا ہے اور اگر مسافع ہار جائے تو اسے سمجھنا چاہیے کہ دیوتائں کو یہ رشتہ منظور نہیں۔''

مجمے نے تعریفی نعرے بلند کیے تو مسافع بھی خاموش ہوگیا۔ اس وقت دونوں امید و بیم کی کیفیت میں تھے۔ حارث کو یقین تھا کہ آج تک فتح حاصل کرنے والا سردار اب بھی فاتح رہے گا اور مسافع سے جویریہ محفوظ رہے گی اور مسافع سوچ رہا تھا شاید وہ جیت جائے۔ برسوں کی خواہش بھی پوری ہوگی اور جویریہ بھی مل جائے گی۔ اس سوچ کے ساتھ اس نے بہ آواز بلند شرط قبول کرنے کا اعلان کیا اور پھر مقابلے کا دن مقرر ہوگیا۔

اس دن سارے قبیلے میں جویریہ اور اس عجیب و غریب شرط کا ذکر ہونے لگا۔ قبیلے کے جوان لڑکے اور لڑکیاں دو جماعتوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک کا خیال تھا کہ حارث زیر نہیں کیا جاسکتا اس لیے شادی کے امکانات کم ہیں لیکن دوسری جماعت کو امید تھی کہ دلیری میں مسافع بھی کم نہیں ہے۔

جویریہ بنت حارث بے حد خوبصورت تھی پیدائش کے بعد کئی ہفتے دور دراز سے لوگ انہیں دیکھنے آتے رہے۔ جہالت کے اس دور میں جب بیٹی کی پیدائش منحوس سمجھی جاتی تھی ہر آنے والے نے حارث کو بیٹی کی ولادت پر مبارکباد دی جسے حارث نے خوشی خوشی قبول کیا اور حارث ہی کو نہیں' قبیلہ خزاعہ کو بھی اس غیر معمولی بچی پر ناز تھا۔ یہ قبیلہ جس مقام پر آباد تھا وہ مدینہ منورہ سے نو منزل کے فاصلے پر تھے۔ اس زمانے میں یہ قبیلہ ودنامی بت کی پرستش کرتا تھا اور ہر سال طواف کعبہ کے لیے بھی جاتا۔ یہ لوگ عرصے سے قریش کے حلیف تھے اور اس قبیلے کی دوستی پر فخر کرتے تھے۔ مدتوں قبل کی بات تھی' قریش کو خیال آیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں

www.pakistanipoint.com Waqar Azeem

لہٰذا انہیں تمام قبیلوں سے ممتاز ہونا چاہیے۔ اس فیصلے کے بعد ہمیشہ کی طرح دار الندوہ میں مجلسیں منعقد ہوئیں اور برتری کے اظہار کے لیے نت نئی تدبیریں سوچی گئیں۔ آخر طے پایا کہ دوران حج لوگ میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں جو حرم کی حدود سے باہر ہے۔ اب قریش کو عرفات کے بجائے مزدلفہ میں قیام کرنا چاہیے جو حرم کی حدود کے اندر ہے۔ اس صورت میں حج کا رکن بھی پورا ہو جائے گا اور قریش کا دیگر قبیلوں پر امتیاز بھی قائم رہے گا۔ اس فیصلے کے بعد انہوں نے مزدلفہ میں قیام کرنے والے لوگوں کے لیے احمس کا لقب تجویز کیا اور اعلان کیا کہ جو قبائل ان کے حلیف اور دوست ہوں گے وہ بھی ان کا ساتھ دیں گے انہیں بھی احمس کہا جائے گا۔ اس کے بعد ان قبائل اور قریش میں رشتے داری قابل فخر تصور کی جائے گی۔ اس عہد میں قبیلہ خزاعہ بھی شریک تھا اور قریش نے انہیں بھی رشتے داری کا شرف بخشا تھا اسی لیے حارث بن ابی ضرار کی خواہش تھی کہ وہ جویریہ کا ہاتھ قریش کے کسی جوان کے ساتھ میں دے۔

اُن دنوں یہ سب واقعات دہراتے ہوئے اہل قبیلہ مقابلے کے انتظار میں تھے۔ یہ دن بڑے اضطراب اور بے چینی میں کٹے۔ نہ صرف اہل خزاعہ بلکہ قبیلے کے باہر کے بہت سے لوگ بھی مشتاق تھے۔ جہاں جہاں یہ خبریں پہنچیں لوگ اس قبیلے میں جمع ہونے لگے' بہت سے افراد ان دونوں پر رشک کر رہے تھے۔ لڑکیاں جن کا مطمع نظر ناموری اور دولت تھا مسافع بن صفوان سے متاثر تھیں اور جویریہ کی قسمت پر رشک کر رہی تھیں اور لڑکے جو جویریہ بنت حارث کے بارے میں سن چکے تھے مسافع بن صفوان کو خوش نصیب گردان رہے تھے۔ اس دوران کوئی صبح ایسی طلوع نہ ہوئی جب مسافع بن صفوان نے مقدس معبود ود کے قدموں میں بیٹھ کر دعا نہ کی ہو۔

''اے معبود جویریہ بنت حارث مجھے عطا کر تو جانتا ہے میری محبت میں صداقت ہے سچائی ہے' مجھے اس مقابلے میں کامیابی عطا کر۔''

کتنی ہی بار اس نے ود کے قدموں میں قربانی دی اور کامیابی کی دعا مانگی۔ اسے خود بھی یاد نہ تھا۔ جب دعا کرتا وقت کا احساس ہی مٹ جاتا۔ بس وہ ہاتھ پھیلائے مانگتا چلا جاتا۔ اس پرستش اور دعا سے حارث بن ابی ضرار بھی غافل نہ تھا۔ جب بھی اُسے وقت ملتا وہ ود کے قدموں میں سر رکھ کر گڑگڑاتا۔

''اے ود! اے معبود! جویریہ کو مسافع سے محفوظ رکھنا۔ آپ اچھے برے انسان کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ جویریہ کتنی پاکیزہ فطرت کی مالک' نرم مزاج لڑکی ہے اور مسافع قتل و غارت گری کا دلدادہ بدمزاج جوان ہے۔ آپ مقابلے میں مجھے فتح دیجیے۔''

معبود ود کے روبرو اس کے دونوں پرستار سر رگڑتے اور اپنی دلی مراد مانگتے۔ وہ دونوں ہی اپنے اس پتھر کے معبود سے خوش تھے۔ وہ اس یقین کے ساتھ جب سائی کر رہے تھے جیسے وہ سب کچھ سن رہا ہے۔

اسی شب جویریہ بنت حارث نے بھی دعا کی مگر کچھ طلب کیا نہ مانگا بلکہ شب کی تاریکی میں چادر لپیٹے وہ قبیلے کے اس معبود کے روبرو آ کر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے کہا۔

''مقدس ود! مجھ سے بہتر آپ جانتے ہیں کہ مجھے کیا چاہیے۔ مجھے وہ چیز عطا فرمائیں جو میرے دل کو سکون بخشے۔ میرے دل کو بے قراری سے نجات دے' مجھے آپ کی خوشی اور رضا کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

یہ کیسی دعا تھی یہ کیسی طلب تھی انہیں خود تعجب تھا مگر یہ وہ چیز تھی جو پتھر کا ود عطا نہ کر سکتا تھا۔ پتھر کے معبود سے مانگتے ہوئے ان کا تصور نہ جانے کس معبود کی طرف تھا کہ لاشعوری طور پر نظریں پتھر کے مجسمے سے ہٹ کر تاروں بھرے آسمان پر ٹک گئی تھیں۔ اس شب وہ دیر تک دعا مانگتی رہیں مگر صرف سکون قلب اور معبود کی رضامندی کی اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی کہ معبود حقیقی نے یہ دعا سن لی۔

بالآخر انتظار کی گھڑیاں گزر گئیں اور مقابلے کا دن آ گیا۔ یہ دن اس قبیلے میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ سبھی مرد و زن جمع تھے۔ عورتیں رنگ برنگے ملبوسات پہنے بچوں کا ہاتھ تھامے مقابلے کے مقام پر جمع ہو رہی تھیں۔ میدان میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی تو لوگ ارد گرد کے ٹیلوں پر چڑھ گئے۔ جنہیں ٹیلوں پر بھی جگہ نہ ملی وہ اپنے گھوڑوں پر سوار مقابلے کے منتظر تھے۔ عرب قبائل میں شہ سواری، شمشیر زنی اور کشتی کے مقابلے روز کا معمول تھے۔ عرب ان کے عادی بھی تھے ان میں حصہ بھی لیتے مگر نہ گھبراہٹ ہوتی نہ اشتیاق لیکن آج اپنی نوعیت کا یہ عجیب وغریب مقابلہ تھا۔ قبیلے کا سردار خاندان بنو مصطلق کا ایک معزز رئیس، نوجوان دلیر مسافع بن صفوان کے مقابلے کے لیے میدان میں اترا تھا اور وجہ مقابلہ تھیں قبیلہ خزاعہ کی حسین دوشیزہ جویریہ بنت حارث، کچھ لوگ کہہ رہے تھے۔

''حارث بن ابی ضرار اس انداز میں مسافع کے پیام کو ٹھکرا رہا تھا۔''

کسی نے کہا۔ مسافع بن صفوان میں کمی کیا ہے جو اس کا پیام منظور نہیں کیا گیا؟''

کوئی بولا۔ ''مسافع میں کوئی کمی نہیں مگر حقیقت ہے کہ وہ جویریہ بنت حارث کے قابل نہیں۔''

ابھی سب محو گفتگو تھے کہ مقابلہ شروع ہو گیا۔

دونوں دلیر میدان میں آئے۔ حارث بن ابی ضرار ہر چند کہ جوان بیٹی کا باپ تھا مگر اس کی چوڑی چھاتی، بھرے بھرے بازو اور چست کسرتی جسم جوان پہلوانوں سے زیادہ مضبوط نظر آ رہا تھا۔ اِدھر مسافع بن صفوان بھی کم نہ تھا۔ دونوں کے جسم دیکھنے کے بعد اہل قبیلہ یہ فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ کون زیادہ مضبوط اور وجیہہ ہے۔ مقابلہ معبود ود کے مجسمے کے عین سامنے بڑے میدان میں ہو رہا تھا۔ جونہی دونوں پہلوان ایک دوسرے سے گتھے، دیکھنے والوں کی سانسیں رک گئیں۔ دو قوی الحبشہ پہلوان ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے تھے اور ان سب کے ایمان کے مطابق ان کے درمیان ہر فیصلہ ود کی طرف سے ہونے والا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش میں داؤ پیچ آزما رہے تھے۔ فضا پر سکوت طاری تھا۔ اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود فضا پر خاموشی طاری تھی۔ ایک طرف حارث بن ابی ضرار تھا جس کی بہادری کا دور دور شہرہ تھا۔ پندرہ برس کے طویل عرصے میں کوئی اُسے شکست نہ دے سکا تھا۔ وہ جس کے مقابل آیا تھا اُسے زمین کا منہ دیکھنا پڑا۔ دوسری طرف مسافع بن صفوان ایسا نوجوان بہادر تھا جس نے ایران اور شام کی سیاحت کے دوران بے شمار کشتیاں لڑیں اور اس علاقے کے بہت سے داؤ پیچ بھی سیکھے لیکن پھر بھی تجربے کار حارث سے لوگوں کو بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔ اکثریت کو یقین تھا کہ آج بھی جیت حارث بن ابی ضرار ہی کی ہوگی اور مسافع بن صفوان ہار جائے گا۔ دونوں دلیروں کے حامی خاموشی سے مقابلہ دیکھ رہے تھے۔ ہمیشہ کی طرح نہ تالیوں کی گونج تھی نہ تعریف جملے اور نہ حوصلہ افزائی کے لیے شور و غل، بلکہ ہر فرد ہمہ تن نظر بنا مقابلہ دیکھ رہا تھا۔ اچانک تالیوں کے شور نے سکوت کی دھجیاں اڑا دیں۔ یہ شور مسافع بن صفوان کے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

حامیوں کی طرف سے بلند ہوا تھا۔ پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ہمیشہ میدان مارنے والا سردار زمین پر چت پڑا تھا اور نوجوان مسافع بن صفوان اُسے پچھاڑ کر اُس کے سینے پر چڑھا بیٹھا ہے۔

اس وقت جوشیلے جوان اکھاڑے میں گھس آئے مسافع بن صفوان کو کندھوں پر اٹھا لیا اور تعریفی نعرے بلند کرنے لگے۔ حارث بن ابی ضرار اپنی پیٹھ شانوں اور کمر سے مٹی جھاڑتے ہوئے زمین سے اٹھا اور اپنے معبود ود کے قریب تھکے تھکے قدموں سے جا کر سجدہ کرتے ہوئے بولا۔

”میرے معبود! اگر تیری یہی مرضی ہے تو مجھے انکار نہیں۔ میں تو مسافع بن صفوان کو جذباتی قسم کا جوان تصور کرتا تھا مگر تیرے فیصلے نے ثابت کر دیا کہ وہی میری دختر کے قابل ہے۔“

سجدے سے سر اٹھا کر اس نے مجمعے کی طرف دیکھا سا لوگ مسافع کو گھیرے میں لیے خوشی سے شور مچا رہے تھے۔ مسافع بن صفوان کا جوش و خروش دیکھ کر حارث بن ابی ضرار کا دل ایک مرتبہ پھر اضطراب کے عالم میں دھڑکا اور وسوسے سر اٹھانے لگے۔

”سن حارث بن ابی ضرار! کچھ بھی ہو مسافع تیری دختر کے قابل نہیں ہے خوب سوچ لے۔“

مگر اب سوچنے کا وقت گزر گیا تھا۔ اندیشوں اور وسوسوں کے باوجود بہت بڑا فیصلہ ہو چکا تھا۔ مسافع بہت بڑی شرط جیت چکا تھا۔ ان سب کے ایمان اور یقین کے مطابق یہ فیصلہ مقدس ود نے کیا تھا اور ود کی مرضی کے خلاف سوچنے کی جرأت کسی میں نہ تھی لہٰذا سب کچھ سمجھتے اور دیکھتے ہوئے حارث نے کھڑے ہو کر اس رشتے کی منظوری کا اعلان اور شادی کا دن مقرر کر دیا اور اس کے بعد چند روز کے اندر اندر بڑے تزک و احتشام سے اپنی قابل فخر بیٹی کو مسافع بن صفوان سے بیاہ دیا۔

رات کا وقت تھا بڑے میدان میں مقدس ود کے قدموں میں چراغ جل رہا تھا اور اس کے گرد بہت سے مرد اور عورتیں دعا کر رہے تھے۔ اس قبیلے کا عقیدہ تھا کہ بت کے قدموں کے نیچے چراغ جلا کر جو دعا مانگو قبول ہوتی ہے۔ سب سے آگے دعا مانگنے والوں میں حارث بن ابی ضرار اور مسافع بن صفوان تھے۔ بہت سے لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے اور کچھ ابھی میدان میں آ رہے تھے۔ آنے والوں کی جونہی نظر چراغ کی روشنی پر پڑتی وہ ود سے دعا مانگنا شروع کر دیتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ سب آوازیں میدان میں بھنبھناہٹ کی صورت اختیار کرتی گئیں۔

حارث بن ابی ضرار کہہ رہا تھا۔

”مقدس ود! ہمیں مکہ میں بپا ہونے والے فتنے سے محفوظ رکھنا۔“ کسی نے کہا۔

”مقدس ود! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ ہمیں اس جادو اور سحر سے بچا لے۔“

اس وقت مسافع بن صفوان نے وحشت کے عالم میں دعا کے بعد تلوار پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”میرے بھائیو! گواہ رہنا میں مقدس ود کی عبادت کے بعد اعلان کرتا ہوں کہ اپنے آبائی دین اور معبود کی حفاظت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا۔ ود کی قسم یہ میرا عہد ہے۔“

یہ عہد سن کر قبیلے کے بہت سے جوان جوش میں آ گئے اور بڑھ بڑھ کر عہد کرنے لگے اس وقت قبیلے کی عورتیں بھی خوفزدہ تھیں آج کی اس نئی خبر نے سب کو چونکا دیا تھا کہ مکہ میں پیدا ہونے والا نبی جس سے یہ سب لوگ برسوں سے پناہ مانگ رہے تھے مدینے پہنچ گیا تھا قبیلہ خزاعہ کے لوگ اس خبر سے گھبرا گئے تھے اور اس سے محفوظ رہنے کے لیے وہ اپنے معبود کے گرد جمع، چراغ جلائے ہوئے دعا مانگ رہے تھے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت مدینہ تک تیرہ برس کے طویل عرصے میں کفار نے اسلام کے خلاف جس قدر بھی تدابیر سوچی تھیں اور دارالندوہ میں جتنے بھی منصوبے بنائے تھے' قریش کے حلیف ہونے کے سبب حارث بن ابی ضرار نے ان سب میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ شروع میں ہی اس نے قسم کھائی تھی کہ دولت سے' عمل سے تلوار سے جیسی بھی ضرورت پیش آئی اسلام کی مخالفت کرے گا اور اس کا قبیلہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی خبر گھر گھر پہنچ چکی تھی اور جس تیزی سے یہ خبر پھیل رہی تھی اسی تیزی سے مخالفت اور دشمنی بڑھ رہی تھی۔ قبیلہ خزاعہ کا ہر گھر اسلام کا مخالف تھا۔ یہاں کے بچوں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے والدین کو اس دین کا دشمن پایا تھا۔ انہوں نے مختلف اوقات میں مکے کے اس نبی کے بارے میں عجیب عجیب باتیں سنی تھیں۔ کسی نے کہا۔

''یہ شخص باتوں ہی باتوں میں ایسا جادو کرتا ہے کہ سننے والا اس کے سحر سے بچ نہیں سکتا۔''

اس بات سے یہ لوگ خوفزدہ ہو جاتے اور صبح وشام بت کے سامنے جا کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور اس نبی سے پناہ مانگتے' یہی کچھ دیکھتے دیکھتے بچے جوان ہو گئے تھے اور ہر روز اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں خبریں سن کر مشتعل ہو جاتے' خبر ملی۔

''قریشی کے معززین اس نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔'' حارث بن ابی ضرار نے کہا۔

''اے اہلِ قریش ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

اطلاع ملی۔

'مکے کا نبی میلوں' بازاروں اور تفریح گاہوں میں تبلیغ دین کرتا ہے اور غریب اور زمانے کے ستائے ہوئے لوگ دوڑ دوڑ کر اس دین کو قبول کر رہے ہیں لہٰذا اہل مکہ ان کی سرکوبی کے لیے باقاعدہ جماعتیں بنا رہے ہیں۔'' قبیلہ خزاعہ کے جوانوں نے یہ خبر سن کر کہا۔

''ہمارے جوان اس جماعت میں شریک ہو کر ہر وہ کام کریں گے جو مکی جوان کر رہے ہیں۔'

اس اعلان کے بعد بنو خزاعہ کے دلیر ابولہب اور ابوجہل کی جماعتوں میں شامل ہو گئے۔ کچھ وقت گزرا ان لوگوں نے اپنے دین کی حفاظت کو ثواب سمجھ کر اسلام کے خلاف ہر حربہ استعمال کیا اور اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ سپر ہو کر ہر مخالفت کا مقابلہ کرتے رہے۔ ابتدائی مخالفتیں اور تبلیغ اسلام میں ان کا عزم گھر گھر مشہور ہوا۔ مکہ کی جانب جو سفر کرتا وہ آ کر کہتا۔

''یہ شخص ﷺ اپنے مقصد پر قائم رہ کر ہر مصیبت برداشت کر رہا ہے اور قریش کی پیش کردہ دولت' عزت' شہرت اور نعمت ٹھکرا رہا ہے۔''

لوگ تعجب سے سنتے اور سوچتے۔

''آخر اس کا مقصد کیا ہے؟''

مگر مقصد واضح ہونے کے باوجود کوئی سمجھنے کی کوشش نہ کرتا۔ انہیں اسلام کے بارے میں معلومات حاصل تھیں نہ اسلام سے کسی قسم کی کوئی رغبت' لہٰذا جوں جوں مکہ سے حضور ﷺ کے تحمل اور قوت برداشت کے بارے میں سنتے کچھ اور پُرجوش ہو کر مخالفت کی سوچنے لگتے۔ شعب ابی طالب میں تین برس محصور رہنے اور سختیاں برداشت کرنے کا ذکر ہر شخص کی زبان پر تھا۔ پھر اس حصار سے رہائی کے باریمیں بھی لوگوں نے تعجب سے سنا۔ اگر شعور ہوتا تو خدا کی حقانیت کی گواہی دینے کے لیے یہی واقعہ کافی تھا۔ وہ شرائط نامہ جس کے تحت شعیب ابی طالب میں محصور ہونے اور معاشرتی مقاطعہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اُسے دیمک چاٹ گئی مگر خدا کا نام

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

باقی رہا لیکن یہ لوگ عقل و خرد سے کام لینے اور حق بات تسلیم کر لینے کے عادی نہ تھے لہٰذا شروع دن سے جس طرح اس دین سے انکار کر رہے تھے اس کی حقانیت ظاہر ہو جانے کے باوجود انکار کرتے رہے۔ مکے میں ظہور میں آنے والی ہر بات یہاں پہنچ جاتی تھی اور ہر اطلاع پر وہ سب جمع ہو کر اپنے بت کی عبادت کرتے اور اس نبی سے پناہ مانگتے جس کی اولوالعزمی اور حوصلے کے سامنے ہر طاقت پامال ہو جاتی تھی پہلی وحی نازل ہونے کی خبر سن کر دوسروں کی طرح ان لوگوں نے بھی مذاق اڑایا اور جب باقاعدہ تبلیغ کی ابتدا ہوئی تو وہ بات جگہ جگہ موضوع سخن بن گئی مگر آہستہ آہستہ ان کی توجہ اس جانب مبذول ہونے لگی وہ کہتے۔

"ہر رکاوٹ کے باوجود وہ اپنے مقصد کو نہیں چھوڑتا۔"

پھر یہ ذکر معمولات میں شامل ہو گیا۔ بچہ بڑا مرد عورت سب کی دلچسپی کا مرکز یہی موضوع تھا۔ یوں وقت ہفتوں مہینوں اور سالوں کی نذر ہوتا گیا۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگوں میں اس دین اور اس نبی ﷺ کے ذکر نے سب سے اہم مقام حاصل کر لیا۔ وہ نفرت سے، خوف سے، حقارت سے یہی ذکر کرتے رہتے۔

جویریہ بنت حارث ہجرت سے انیس برس قبل پیدا ہوئی تھیں۔ ابھی وہ چند سال کی تھیں کہ انہوں نے اپنے بزرگوں سے نزول وحی کی بابت سنا۔ اُن کی معصوم سوچیں اس بات پر مرکز ہو گئیں۔ انہوں نے کسی کو کہتے سنا۔

"وہ کہتا ہے کہ خدا کا فرشتہ یہ کلام لے کر اس کے پاس آتا ہے۔"

پھر یہ گفتگو جگہ جگہ ہونے لگی۔ کچھ لوگ خوفزدہ تھے اور کچھ ان باتوں کو عجوبہ سمجھتے۔ جویریہ بنت حارث کچھ اور بڑی ہوئیں تو یہ تبلیغ کا زمانہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو عاجز کر دینے کی تمام کوششیں تیز تر کی جا رہی تھیں اور ہر مخالفت اور سختی کے جواب میں وہ اپنی باتوں پر پہلے سے زیادہ مستحکم تھے۔ وقت کچھ اور گزرا تو مسلمانوں نے اہل مکہ کی اذیتوں سے تنگ آ کر حبشہ کی جانب ہجرت کی اور وہاں پہنچ کر بھی مسلمانوں کا حوصلہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہ تھا۔ یہ سب سنتے سنتے جویریہ بنت حارث سن شعور کو پہنچ گئیں۔ اسی زمانے میں مکہ اور اس کے اطراف کے قبائل نے متحد ہو کر آنحضرت ﷺ کا معاشرتی مقاطعہ کیا۔ یہ تین سالہ صعوبتیں اور وہاں سے موقع ملتے ہی پھر تبلیغ دین کرنا عقل و خرد رکھنے والے ایک انسان کو چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔ جویریہ بنت حارث بھی مخمصے میں پڑ گئیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قریش کے اُس انسان سے مرعوب ضرور ہوتی جا رہی تھیں جس کی اولوالعزمی نے تمام سرداروں کو فکر مند کر دیا تھا۔

اسی زمانے میں طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا واقعہ پیش آیا تو سننے والے منہ میں انگلیاں دے کر رہ گئے۔ انہی دنوں حارث بن ابی ضرار مکے کے سفر سے لوٹا تو یہ واقعہ اُس نے تعجب سے بیان کیا۔ اس نے کہا۔

"حیرت کی بات ہے کہ قبیلہ دوس کا سردار صاحب علم اور شاعر ہے اور مکے میں قیام کے تمام عرصے میں محمد بن عبداللہ ﷺ کی آواز سے بچنے کے لیے کانوں میں روئی رکھے پھرتا رہا۔ صبح و شام میں احتیاط رکھی کہ اسلام کے بارے میں کوئی بات یا مکے کے نبی ﷺ کی کوئی بات اُس کے کانوں سے نہ ٹکرائے۔ لیکن ایک صبح یہ آواز اُس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ سب ساتھیوں کو چھوڑ کر انہی لوگوں میں جا شامل ہوا۔"

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

حارث بن ابی ضرار یہ واقعہ بیان کر رہا تھا تو لوگ خوفزدہ ہو ہو کر اس قریش سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اس جادو اور سحر سے بچنے کی تمنا کر رہے تھے لیکن ایسے میں جویریہ بنت حارث سوچ رہی تھیں۔

''آخر وہ کیا انسان ہے اور وہ کیسا کلام ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔'' پھر انہوں نے یہی سوال حارث بن ابی ضرار سے کہا۔

''بابا جان! وہ کیسا انسان ہے؟''

حارث نے محبت سے بیٹی کو دیکھا اور بولا۔

''اس کی باتوں میں جادو ہے اور اگر یہ جادو کسی پر اثر کر جائے تو اُس کا توڑ کسی کاہن کے پاس بھی نہیں ہے۔''

''بھلا کوئی باتوں سے جادو کیسے کر سکتا ہے؟'' جویریہ نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ جس سے ایک مرتبہ کلام کرے وہ اسی کے دین کا ہو کر رہ جاتا ہے پھر کوئی طاقت اُسے واپس اُس کے آبائی دین کی طرف نہیں لا سکتی۔''

جویریہ یہ حیرت زدہ یہ سب سنتی رہ گئیں۔ پھر وہ جوان ہوئیں اُن کی شادی ہوئی تو انہوں نے اسلام کی دشمنی میں اپنے شوہر کو باپ سے بڑھ کر پایا۔ اسلام کا بدترین مخالف اور بانی اسلام کا دشمن یہ شخص بات بات پر تلوار کھینچ لیتا تھا۔ اسی طرح آج بھی بت کے قدموں میں چراغ جلا کر جب سب نے دعا کی تو مسافع بن صفوان نے اپنی عادت کے مطابق تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھ کر عہد کیا۔ اس عہد میں سب اس کے ساتھ تھے۔ اُس نے ایک بار پھر بلند آواز سے اپنے الفاظ دہرائے اور کہا۔

''میں مقدس معبود کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب اپنے خون کا آخری قطرہ اس دین کی مخالفت کی نذر کر دوں گا یا تو خود مٹ جاؤں گا یا اُسے مٹا دوں گا۔''

سب نے اس عہد کو دہرایا اور اسلام کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گھروں کی راہ لی۔

☆.....☆.....☆

12 ربیع الاول کو حضور ﷺ منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے یثرب میں داخل ہوئے۔ اس دن پہلی مرتبہ اس بستی کا نام مدینۃ النبی رکھا گیا جسے عرف عام میں مدینہ منورہ کہتے ہیں اسی دن سے سال ہجری کا آغاز ہوا۔ مدینہ میں حضور ﷺ کی آمد سے قبل اسلام پہنچ چکا تھا مگر ابھی پردے کا حکم نہ تھا لہٰذا جتنی تعداد میں مرد جمع تھے اتنی ہی تعداد خواتین کی بھی تھی۔ ہر جانب سے تمجید و تقدیس کی آوازیں گونج رہی تھیں' اہل یثرب سراپا انتظار تھے اور نفس متمنی تھا کہ یہ عظیم انسان اس کا مہمان بنے مگر آنحضرت ﷺ کو اپنی اونٹنی کے بیٹھنے کا انتظار تھا۔ لوگ منتظر تھے کہ دیکھیے اس عظیم میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہوتا ہے۔ بالآخر اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری کے دروازے کے سامنے رکی تو آنحضرت ﷺ نے ان جلیل القدر صحابی کے گھر قیام فرمایا۔ یہاں سات ماہ قیام کے دوران مسجد تعمیر کی۔

ہجرت کے پہلے سال ہی آنحضرت ﷺ نے مدینے میں آباد تمام مذاہب کے لوگوں سے ایک معاہدہ کیا تاکہ یہ تمام لوگ بوقت ضرورت ایک دوسرے کے مددگار و معاون بنیں اور نسل و مذہب کے اختلاف کے باوجود قومی وحدت قائم رہے۔ اس معاہدے میں گرد و نواح کے قبائل کو بھی شریک کیا گیا۔ یہ معاہدہ دراصل صلح و امن کا اقدام تھا جس کا مطلب و مقصد یہ تھا کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے قبائل قریش کے بھڑکانے میں آ کر یہاں کے امن میں خلل نہ ڈالیں مگر ہجرت کے ساتھ ہی یہاں پر مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی سازش کا آغاز ہو چکا تھا۔ اول تو قریش خود چین سے بیٹھنے والے نہ

www.pakistanipoint.com

تھے دوسرے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی آمد عبداللہ بن ابی سلول کے مقام و منصب کے لیے خطرہ تھی جو بظاہر ایمان لے آیا تھا مگر درحقیقت اسلام کا ایک بدترین دشمن تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اوس اور خزرج دونوں بت پرست قبیلے ایک دوسرے کے بدترین دشمن بنے ہوئے تھے اور مدت سے باہمی جنگوں میں مبتلا تھے۔ یثرب کے یہودی انہیں آپس میں لڑوا کر خود کو مضبوط کر رہے تھے۔ ایسے میں عبداللہ بن ابی سلول بڑی چالاکی سے ان سب سے اپنی حیثیت منوا رہا تھا۔ ہر قبیلے کو منافقت کے ساتھ اپنا ہمنوا بنانا اس کی فطرت تھی۔ برسوں کی کاوشوں کے بعد وہ قرب و جوار کے قبائل میں ایک نمایاں مقام حاصل کر چکا تھا اور اب صورت حال یہ تھی کہ یثرب کے تمام قبائل اس کی بادشاہت کو تسلیم کر رہے تھے اور اس بادشاہت کا اعلان وہ کرنے ہی والا تھا لیکن جشن تاج پوشی سے قبل یثرب میں اسلام اور آنحضرت ﷺ کی آمد نے سب کی توجہ ہٹا دی اور جشن تاج پوشی ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ایسے میں عبداللہ بن ابی سلول کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ بظاہر مسلمان ہو اور اندرون خانہ سازشیں کر کے اسلام کا زور توڑ دے لہٰذا ہجرت کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ مدینہ منورہ کے یہودیوں کو ہمنوا بنا کر عبداللہ بن ابی سلول نے خفیہ طور پر قریش کے سرداروں سے ساز باز شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے قریش اور یہود کے اتحاد نے مکہ سے مدینہ تک آگ لگا دی۔

جس کے نتیجے میں جنگ بدر وجود میں آئی۔ مسلمانوں نے قلیل تعداد اور ہتھیاروں کی کمی کے باوجود فتح پائی اور قریش کے بڑے بڑے چودہ سردار بشمول ابوجہل قتل ہوئے۔ یہودی جو اس موع پر ساز باز میں شرکت کے باوجود عملی طور پر جنگ سے الگ تھے جنگ کے نتیجے سے چونک گئے۔ اِدھر انہوں نے سنجیدگی سے اپنے بارے میں سوچا اُدھر قریش کو احساس ہوا کہ بات یوں نہ بنے گی۔ تب یہ سب اسلام کو پامال کرنے کے لیے کوئی نئی ترکیب سوچنے لگے اور اس سوچ کے نتیجے میں کئی جنگیں وجود میں آئیں۔ انہوں نے جنت احد کے علاوہ تقریباً ہر مقابلے میں شکست کھائی گو کہ جنگ احد کو کسی طرح بھی شکست تسلیم نہ کیا جا سکتا لیکن اس لڑائی میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ ان جنگوں نے مخالفین کو احساس دلا دیا کہ اسلام پامال کرنے یا دبانے کی چیز نہیں ہے مگر احساس ہو جانے کے باوجود یہ لوگ اپنے عہد سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ لہٰذا تمام قبائل نے اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنے کے شوق میں باقاعدہ حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اسی زمانے میں یہودیوں کی بار بار بدعہدی اور فتنہ انگیزی کے سبب حضور ﷺ انہیں مدینے سے نکال چکے تھے اور یہ لوگ مختلف قلعوں میں جا آباد ہوئے تھے مگر لاشعوری طور پر ان کی تمام توجہ اسلام ہی کی طرف تھی اور آئے دن کفر اور اسلام کے درمیان ہونے والے معرکے ان سب کا موضوع بحث بنتے رہتے۔ مختلف قبائل شرارت کرتے تو حضور ﷺ جوابی کارروائی کرتے یا مقابلے کے لیے روانہ ہوتے۔ شرپسند روپوش ہو جاتے تو اردگرد کے تمام فتنہ انگیز بڑی دلچسپی سے ان واقعات کو بیان کرتے۔ ایک دوسرے کو بتاتے اور مزید شرارتوں کی تیاری کرتے۔ ان دنوں جگہ جگہ یہی ماحول تھا۔ خاندان بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار اور اس کے دلیر اور سخت گیر داماد مسافع بن صفوان کا بھی ان دنوں یہی حال تھا۔

اس دن قبیلے کے معززین کی محفل جمی ہوئی تھی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

خزاعہ کا بوڑھا تاجر عمیر چند دن قبیلے سے باہر رہ کر لوٹا تھا۔ سردار حارث بن ابی ضرار نے نئے واقعات جاننے کے لیے اُسے طلب کیا تھا اور اس جگہ اجتماع کی خبر سن کر سبھی دوڑے دوڑے آرہے تھے۔ حارث نے کہا۔

''معزز عمیر! کوئی دلچسپی اور نئی خبر سنایئے جسے سن کر مزا آجائے۔''

قبیلے کے جوان مسکرا دیے۔ مسافع بن صفوان نے بوڑھے عمیر کو دیکھا اور نفرت سے بولا۔

''معزز عمیر! آپ قبیلہ قبیلہ پھرتے اور سفر کرتے رہے کہیں اُس سے بھی ملاقات ہوئی؟''

اس سوال پر سب ہنس دیے۔ اگرچہ اس نے نام نہ لیا تھا مگر سب جانتے تھے کہ ذکر کس کا ہے لہٰذا نفرت کے اظہار کے باوجود سبھی دلچسپی لے رہے تھے۔ مسافع بن صفوان کو تجسس تھا کہ وہ شخص جس کا مقابلہ قبائل جمع ہو کر کر رہے ہیں مگر وہ ہار نہیں مانتا' کون ہے؟ کیسا ہے؟''

بوڑھے عمیر نے سوال سنا اور بولا۔

''میں نے اس شخص کو دیکھا تو نہیں مگر اس تمام عرصے میں بڑی مزے کی خبریں سنی ہیں۔'' سب متوجہ ہو گئے بوڑھے عمیر نے بات جاری رکھی۔

''اس کے ساتھ انمار اور ثعلبہ نے خوب کیا۔ خبر مشہور کر دی کہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ ان دونوں قبیلوں کی تیاری کو جان کر محمد ﷺ اپنے چار سو جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکلا مگر ذات الرقاع تک پہنچا تو انمار اور ثعلبہ کے دلیر پہاڑوں میں روپوش ہو کر منتشر ہو گئے۔ محمد بن عبداللہ ﷺ اور وہ چار سو جاں نثار ادھر ادھر کا چکر لگا کر لوٹ گئے۔

سب نے مزا لے کر یہ واقعہ سنا حارث بن ابی ضرار نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''یثرب واپس جا کر ان لوگوں نے کیا کہا ہوگا؟''

''کہنا کیا تھا۔'' مسافع بن صفوان نے کہا۔

''اپنے اس سفر کو کامیاب قرار دیا ہوگا۔'' ایک بار پھر سب ہنسے' دیر تم مذاق بنتا رہا پھر کسی نے کہا۔

''انمار اور ثعلبہ نے ہی یہ نہیں کیا۔ ان دنوں ہر طرف یہی کچھ ہو رہا ہے۔ ابھی چند دن پہلے سنا ہے دومتہ الجندل میں کسی دلیر نے یہی خبر اڑا دی۔ بس پھر کیا تھا۔ محمد بن عبداللہ ﷺ پورے ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینے سے نکلا تو دومتہ الجندل کے دلیر بھی منتشر ہو گئے یوں وہاں بھی اس نئے نبی کو ناکامی ہوئی۔''

''میرا خیال ہے کہ یہی کارروائی ان لوگوں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' بوڑھے عمیر نے مزا لیتے ہوئے کہا۔

''کیونکہ مقابلہ کرنے سے قبائل کا خاصا نقصان ہوا ہے۔ آج ان لوگوں کو یثرب میں آباد ہوئے پانچ برس ہو گئے۔ جتنی بار بھی کھلے میدان میں مقابلہ ہوا جو قبیلہ مقابل آیا نقصان اٹھا کر پسپا ہو گیا لہٰذا اب انہیں بار بار دھوکا دینا چاہیے۔ اس طرح اُن کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔''

''لیکن یہ مت بھولو کہ بار بار انہیں دھوکا دینے سے ان کی ہمت بڑھ بھی سکتی ہے۔'' مسافع بن صفوان نے کہا۔

''وہ جب بھی فوج کی تیاری کی خبر سن کر مقابلے کے لیے آتا ہے مقابل میں جمع ہونے والے جوان منتشر ہو جاتے یہ بات مسلمانوں کے سامنے کم ہمتی کا اظہار کرتی ہے۔''

بات درست تھی سب متوجہ ہو گئے جنگ کی تیاری کا اعلان کر کے بار بار روپوش ہو جانا بزدلی بھی تو تھی۔ مسافع بن صفوان نے سب کو اپنی جانب متوجہ پا کر کہا۔

www.pakistanipoint.com

''دیکھو! نمارا اور ثعلبہ نے یہی کیا کہ حملہ کرنے کی خبر مشہور کر دی اور خاصی فوج بھی جمع تھی مگر جونہی مدینے کے چار سو آدمی میدان میں آئے تو یہ سب پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مقابلے سے گریزاں تھے۔ پھر یہی صورت حال دومتہ الجندل میں پیش آئی۔ پہلے مشہور ہوا کہ دومتہ الجندل میں بہت سے قبائل جمع ہیں اور لڑنا چاہتے ہیں مگر جب مدینے کے ایک ہزار آدمی مقابلے کے لیے چلے تو یہ سب منتشر ہو گئے۔ ہر چند کہ ان سب کے ذہن میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کا یہ نیا طریقہ ہے اور سننے والوں کے لیے یہ بات دلچسپ بھی ہے مگر اس کا ایک اور پہلو بھی تو ہے۔ آخر کب تک لوگ یہ نہ کہیں گے کہ پوری تیاری اور میدان میں آ جانے کے بعد یوں فرار یا روپوش ہو جانا بزدلی بھی ہے ابھی لوگ صرف محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا مذاق اڑاتے ہیں پھر ان سب کا مذاق بنے گا۔''

قبیلے کے معززین نے یہ بات بغور سنی' تھوڑی دیر قبل تک جو لوگ مسلمانوں پر ہنس رہے تھے اب خاموش تھے۔ لاشعوری طور پر ان کے ساتھی بزدلی اور کم ہمتی کا اظہار کر رہے تھے لہٰذا ابھی تک ان کی جو حرکت دلچسپی اور دل لگی کا باعث تھی اب سب کو کھٹک رہی تھی اور سردار حارث بن ابی ضرار اپنے ذہن دور رس اور دلیر داماد کی باتیں سن کر معبودوں کا شکر ادا کر رہا تھا کہ ابھی تک اس کے قبیلے نے یہ حرکت نہیں کی تھی۔

''حقیقت یہ ہے کہ میں بڑی سنجیدگی سے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔ دل چاہتا ہے ایک بڑی فوج تیار کروں اور اس قوم کو بتاؤں کہ جنگ کسے کہتے ہیں۔'' کچھ لوگوں نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھا مگر ایک جوان نے قدرے تنقیدی نظر ڈالی اور بولا۔

''سردار! یہ خیال آپ کو قریش کے سرداروں سے ملنے کے بعد آیا ہے یا خود؟''

مجمع مسکرا دیا۔ پچھلے دنوں سے حارث بن ابی ضرار قریش کے سرداروں سے ملتا تو وہ سب اس کی کمر ٹھونکتے تھے۔ بار بار مسلمانوں سے مقابلہ کرنے پر اکساتے تھے۔ یہ بات کسی سے چھپی نہ تھی کچھ لوگ اُسے ابوسفیان کا پٹھو کہنے لگے تھے مگر اس وقت اپنے جوان کا یہ سوال سن کر اس نے بڑے تحمل کا ثبوت دیا اور بولا۔

''جوان! یہ مت بھولنا کہ میں اسلام کا بدترین مخالف ہوں اور یہ مخالفت مجھے کسی نے نہیں سکھائی میں خود اس دین کو ختم کر کے اس شخص کا زور توڑنا چاہتا ہوں مگر خوب یاد رکھنا کہ میں محمد بن عبداللہ ﷺ سے ایسا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا جیسا ان دنوں دوسرے قبائل کر رہے ہیں میں آخر وقت تک میدان میں رہ کر لڑوں گا اور میدان میں آنے والے ہر فرد کو ختم کر کے دم لوں گا۔''

کئی لوگوں نے اس بات کی تائید کی کچھ پرانے واقعات دہرانے لگے تو اعتراض کرنے والا جوان شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا۔ موقع ایسا تھا کہ حارث ان سب کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا لہٰذا اُس نے اخلاق کا بہترین مظاہرہ کیا اور اعتراض کرنے والے اس جوان کو جواب دیا جو اب شرمندہ سا تھا اس۔

''میرے قبیلے کے دلیر جوان تم نے اچھا کیا کہ مجمع عقام میں مجھ سے یہ سوال کیا اور مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع مل گیا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔''

یہ سن کر وہ نوجوان بالکل ہی بجھ گیا۔ مجمعے نے کھڑے ہو کر حارث بن ابی ضرار کی خوب خوب تعریف کی اور چونکہ اس وقت لوہا گرم تھا لہٰذا حارث بن ابی ضرار نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

www.pakistanipoint.com

''میرے قبیلے کے دلیرو! تم برسوں سے اس کشمکش کو دیکھ رہے ہو۔ اس نئے دین کا آغاز مکے سے ہوا اردگرد پھیلا اور ہر کوشش اور رکاوٹ کے باوجود یثرب تک پہنچ گیا۔ پھر اس کا زور اتنا بڑھا کہ اس نے یثرب کے تمام یہودیوں کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ میں نے اس تمام عرصے میں کیا محسوس کیا' اس وقت وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میں سے بہت سے افراد خوب جانتے ہیں۔ اب مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ تم میں سے کتنے لوگ میرے ساتھ اپنی زندگیاں داؤ پر لگانے کو تیار ہیں۔'' سوال اچانک اور غیر متوقع تھا مگر مجمع بری طرح جذبات میں آیا ہوا تھا اس لیے یہ سنتے ہی ایک شور بلند ہوا۔

''سردار..... ہماری زندگیاں تمہارے لیے ہیں۔''

''سردار..... ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

حارث بن ابی ضرار نے اطمینان کی سانس لی اور بولا۔

''تو تم سب تیار ہو؟ ہم سب جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں؟''

''ہم تو بہت پہلے سے تیار ہیں صرف آپ کے اشارے کے منتظر ہیں۔'' کئی جوانوں نے کھڑے ہو کر کہا۔

مسافع بن صفوان بڑے اطمینان اور خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے خیال میں حارث بن ابی ضرار کا انداز اور فیصلہ بالکل درست تھا۔ وہ خود بھی مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے بے چین تھا اس لیے خاموش رہا بلکہ شاید وہ چشم تصور سے خود کو میدان جنگ میں مسلمانوں سے لڑتے اور انہیں زیر کرتے دیکھ رہا تھا مگر جوانوں کا شور اُسے جلد ہی حقیقت کی دنیا میں لے آیا جہاں وہ سب مسلمانوں کو زیر کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس وقت بوڑھا عمیر اپنے تجربات کے پیش نظر بولا۔

''میرے بچو! تم مسلمانوں سے جنگ کی بابت منصوبے بنا رہے ہو تو دیوتاؤں سے میری دعا ہے کہ تم ثابت قدم رہو۔'' یہ سنتے ہی مسافع بن صفوان نے اُسے تنبیہی نظروں سے دیکھا اور گرج کر بولا۔

''دیوتاؤں سے دعا کرنے کا مطلب ہے کہ بوڑھے عمیر کو ہماری تلوار کی کاٹ کا یقین نہیں ہے۔'' عمیر نے اس کے بے جا غصے کو تعجب سے دیکھا اور دھیمے لہجے میں بولا۔

''مجھے تمہاری اور تمام دلیروں کی تلوار کی کاٹ کا یقین ہے مگر میں ہر حالت میں دیوتاؤں سے دعا کو بہت سمجھتا ہوں اور پھر جو لوگ مسلمانوں کی میدان میں آمد کی خبر سن کر روپوش ہو جاتے ہیں تلوار چلانا تو وہ بھی جانتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی مسافع بن صفوان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس وقت سب خوفزدہ تھے اور حارث بن ابی ضرار سوچ رہا تھا کہ کیسے اپنے غضب ناک داماد کا غصہ فرو کیا جائے۔ جتنی دشواری سے وہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا سکا تھا مسافع بن صفوان اپنے غصے سے ان سب کو مخالف بنا سکتا تھا۔ قریب تھا کہ وہ کھڑا ہو کر ان سب کو سمجھانے اور مسافع بن صفوان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کچھ کہتا مسافع بن صفوان نے کھڑے ہو کر کہا۔

''او بڈھے تاجر تیرا مطلب کیا ہے آخر؟''

بوڑھا عمیر مسافع بن صفوان کے غضبناک ہو جانے پر خوفزدہ تو ہو گیا تھا مگر اپنے خیال میں وہ حق بات کہہ رہا تھا لہٰذا بدستور سمجھانے کے انداز میں بولا۔

''میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ اگر مسلمانوں کے خلاف تیاری کرو تو پھر میدان میں جم کر لڑنا' انمار' ثعلبہ اور دومتہ الجندل کے دلیروں کی طرح میدان سے راہ فرار اختیار مت کرنا۔''

www.pakistanipoint.com

اگر اس وقت مسافع بن صفوان ذرا سا عقل سے کام لیتا تو اس قدر بپھر جانے کی کوئی بات نہ تھی مگر وہ جو چند گھنٹے قبل خود میدان سے بھاگ جانے والوں پر تنقید کر کے انہیں بزدل قرار دے رہا تھا اب ایسی نصیحت کو اپنی توہین سمجھ رہا تھا۔ جونہی عمیر نے اپنی بات مکمل کی وہ آپے سے باہر ہو کر چلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس کا گلا پکڑ کر بولا۔

''او بڈھے! تو نے یہ گمان کیسے کر لیا کہ ہم میدان سے فرار ہونے والوں میں سے ہیں؟''

بوڑھے عمیر کا گلا دبا جا رہا تھا مگر اس نے کہا۔

''جناب! میں نے یہ بات آپ سے نہیں کی قبیلے کے دوسرے جوانوں کو نصیحت کر رہا تھا۔''

اسی وقت حارث بن ابی ضرار کھڑا ہوا اور مسافع بن صفوان کے ہاتھوں سے عمیر کو چھڑاتے ہوئے بولا۔

''یہ وقت اتنے غضبناک ہونے کا نہیں ہے اسے چھوڑ دو۔'' مسافع بن صفوان نے اُسے پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔

''یہ بات مت بھولنا کہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے مسافع بن صفوان میدان میں خود جائے گا اور وہ میدان سے بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔''

بوڑھا عمیر دھکیلنے کے سبب گر گیا۔ اس وقت نہ کوئی بولنے کی جرأت کر سکا نہ اس گرے ہوئے بوڑھے کو اٹھانے کی۔ مسافع بن صفوان کو یوں آپے سے باہر دیکھ کر کسی کو حرکت کرنے کی ہمت و سکت نہ تھی۔ یہ بات مدتوں سے مشہور تھی کہ مسافع بن صفوان غضبناک ہو کر قتل و غارت پر اتر آتا ہے تو پھر کسی کو بولنے یا سمجھانے کی جرأت نہیں ہوتی لہٰذا سکوت طاری ہو گیا۔ بوڑھا عمیر خود لڑکھڑاتے ہوئے کھڑا ہوا اور بولا۔

''جناب! میں نے صرف دیوتاؤں سے دعا کی تھی۔''

''بکواس بند کر۔'' مسافع نے جھڑکتے ہوئے کہا۔

''ہمیں کسی دعا کی ضرورت نہیں کیا یہ کافی نہیں ہے کہ ہم بہت دلیر اور طاقتور ہیں اور ایک بڑی فوج اور محفوظ قلعہ بھی رکھتے ہیں۔'' سب مصلحت وقت کے تحت تائید کرنے لگے تو آہستہ آہستہ مسافع بن صفوان نرم پڑتا گیا اور جب معاملہ بالکل ختم ہو گیا تو حارث بن ابی ضرار نے کہا۔

''آج میں اپنے قبیلے کو مسلمانوں پر حملے کی تیاری کا حکم دیتا ہوں۔''

اس کے بعد اس نے بہت کچھ کہا مگر اہم بات صرف اسی قدر تھی لہٰذا آن واحد میں یہ حکم گھر گھر پہنچ گیا اور خزاعہ کے لوگ ایک نئے جوش کے ساتھ تیاری کرنے لگے۔ اس شب پھر بڑے میدان میں مقدس ود کے قدموں میں چراغ جل رہا تھا اور اس کے گرد تمام مرد عورتیں جمع مسلمانوں کی تباہی اور اپنی فتح کی دعا کر رہے تھے مگر آج ان سب میں مسافع بن صفوان شامل نہ تھا اس کے خیال میں آج ود سے دعا ضروری نہیں تھی کیونکہ مسلمانوں کے خلاف ان کی تیاری مکمل تھی۔

☆.....☆.....☆

مسجد نبوی میں سب جمع تھے مگر اس قدر نفوس کی موجودگی کے باوجود سکوت طاری تھا۔ یوں تو ہمیشہ ہی صحابہ کرام مسجد میں جمع ہو کر صحبت اقدس سے فیض اٹھاتے لیکن آج نماز ظہر کے بعد اجتماع کا خاص مقصد تھا آج کئی دن کے سفر کے بعد حضرت زید بن خطیب واپس لوٹے تھے اور یہ سفر بڑا تحقیقی سفر تھا لہٰذا سب نتیجہ جاننے کے لیے بے قرار تھے۔ آنحضرت ﷺ کا منشا پا کر انہوں نے عرض کیا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''یارسول اللہ ﷺ! اس بار میں نے خفیہ طور پر قبیلہ بنوخزاعہ اور اس کے اردگرد کے قبائل کا دورہ کیا اور میرے مشاہدے میں جو اہم بات آئی ہے وہ یہ کہ حارث بن ابی ضرار بڑی زبردست تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اسلام اور حضور ﷺ کے لیے بہت پُرجوش ہیں اور آج کل جنگ کی تیاری کے ساتھ ساتھ اپنے بتوں کے روبرو اسلام کو فنا کرنے کی قسمیں کھا رہے ہیں۔''

اس وقت صحابہ کرام خود بھی جوش محسوس کر رہے تھے مگر حضور اکرم ﷺ کے روبرو کسی کو لب ہلانے کی جرأت نہیں تھی۔ سب منتظر تھے کہ دیکھیے دربار رسالت سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے چند لمحے سکوت فرمایا پھر گویا ہوئے۔

''کیا وہ لوگ مدینے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟''

''حارث بن ابی ضرار نے ابھی فوج کو روانگی کا حکم نہیں دیا۔ ہاں فوج کو تیار ہو جانے کا حکم دیا ہے مگر خیال یہی ہے کہ وہ اپنے جوش اور دلیری کے نشے میں روانہ ہو جانے میں دیر نہیں کریں گے۔'' حضرت زبیر بن خطیب نے جواب دیا۔

اس صورت حال کو جان کر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا پھر طے پایا کہ تیاری کر کے مدینہ سے خود ہی روانہ ہو جانا بہتر ہے لہٰذا شعبان کی دو تاریخ 5ھ میں مسلمان فوج آنحضرت ﷺ کی سرکردگی میں مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئی اور مریسیع کے مقام پر پہنچ گئی یہ جگہ مدینہ منورہ سے نو منزل کے فاصلے پر تھی اور یہ قبیلہ اسی جگہ آباد تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب قبیلے کے بہت سے مرد عورتیں میدان میں جمع بتوں کے سامنے میدان نہ چھوڑنے کی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو زیر کرنے کے عہد کو دہرا رہے تھے۔ حارث مقام مریسیع پر اپنی زبردست فوج کا معائنہ کر کے نصیحت کر رہا تھا جو چند جملوں پر مشتمل تھی اور ہر جملہ مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اُس نے انہیں ایک سیسہ پلائی دیوار بن کر اسلام کو فنا کرنے کی ہدایت کی۔ قریب تھا کہ وہ اپنی فوج کو روانگی کا حکم دیتا اور مدینہ کی طرف چل پڑتا لیکن ابھی حارث بن ابی ضرار مریسیع کے مقام پر ہی تھا کہ چند بدحواس جوانوں کی آمد نے اُسے چونکا دیا۔ یہ اس کے اپنے جوان تھے جو اردگرد کا چکر لگا کر واپس آ رہے تھے۔ اُن کی غیر معمولی تیز رفتاری ان کی بدحواسی کی آئینہ دار تھی۔ وہ بولے۔

''سردار! ہم نے مسلمانوں کی فوج کو تیزی سے اِدھر آتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس وقت مسافع بن صفوان جو سردار حارث بن ابی ضرار کے ساتھ تھا حسب عادت چراغ پا ہو گیا اور بولا۔

''کیا بکتے ہو؟ بھلا مسلمان فوج یہاں کیسے آ سکتی ہے؟''

''جناب ہم نے پہاڑ پر سے انہیں آتے دیکھا ہے پھر ہم پہاڑ سے اتر کر یہاں آئے ہیں اس وقت تک وہ خاصا فاصلہ طے کر چکے ہوں گے۔''

یہ خبر سن حارث بن ابی ضرار اور مسافع بن صفوان کو جیسے سکتہ سا ہو گیا۔ جس فوج کو وہ بڑی راز داری سے تیار کر کے مدینے تک لے جانا چاہتے تھے اس کے مقابلے کے لیے مدینے کی فوج خود آ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر مسافع بن صفوان کڑک کر بولا۔

''مسلمانوں کی فوج ہی تو ہے کوئی آسمانی قوت تو نہیں۔ پھر اس قدر ہراساں کیوں ہو بزدلو؟''

آنے والے شرمندہ ہو گئے مگر خوف پر قابو نہ پا سکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تعجب اور خوف کا اظہار نہ کرنے کے باوجود حارث بن ابی

Qadar Azeem
www.pakistanipoint.com

ضرار اور اس کی تمام فوج خوفزدہ تھی خیالات کے انتشار نے انہیں ایک دوسرے سے ہی بدظن کر دیا تھا کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ کسی نے کہا۔

"قبل اس کے کہ مسلمان یہاں پہنچتے ہی حملہ کر دیں کیوں نہ ہم آگے بڑھ کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔"

"پہلے معلوم تو ہو کہ ان لوگوں کے اچانک یہاں پہنچنے کا مقصد کیا ہے؟" دوسرا بولا۔

"مقصد واضح ہے۔" تیسرے نے بات کاٹی۔

"تم سب بکواس بند کرو۔" مسافع بن صفوان نے چیخ کر انہیں ڈانٹا تو وہ خاموش ہو گئے۔ اب تک مسلمان فوج کی آمد کی خبر قبیلے تک پہنچ چکی تھی۔ عورتیں اور بچے جو میدان میں جمع اپنے معبود سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے گھبرا کر گھروں کو لوٹنے لگے۔ ایسے میں بہت سا وقت اسی افراتفری کی نذر ہو گیا اور آنحضرت ﷺ مقام مریسیع تک پہنچ گئے۔ یہاں قیام کرتے ہی آپ ﷺ نے حضرت زید بن خطیب کو مریسیع کے سردار حارث بن ابی ضرار کے پاس بھیجا اور پیغام دیا۔

"اے سردار قبیلہ! تم خوب جانتے ہو کہ ہماری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں اور جس کسی سے بھی مقابلہ ہوا ہم نے دشمنی یا مخاصمت کی بنا پر کسی سے جنگ نہیں کی بلکہ ہم تمہیں خدا کے حکم سے نیکی اور عمل صالح کی دعوت دیتے ہیں۔ اسلام قبول کر کے ہماری جماعت میں شامل ہو جاؤ اپنی قوم کو اس کی ہدایت کرو تو ہم دوست ہیں میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور دراصل میرے یہاں تک آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ خدا کا حکم تم تک پہنچ جائے۔"

اگر حارث بن ابی ضرار عقل سے کام لیتا تو اس سے بہتر کوئی راستہ نہ تھا مگر یوں ایک دم سے آنحضرت ﷺ کی بات مان لینا اس کی توہین تھی۔ علاوہ ازیں اُسے اپنے دلیر داماد مسافع بن صفوان اور فوج پر کامل بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اسی وقت مسافع بن صفوان نے اسلام کی دعوت کا سن کر مسلمانوں کے قاصد کو نفرت اور حقارت سے دیکھا اور بولا۔

"محمد بن عبداللہ ﷺ کے غلام! میری بات بغور سن اور جا کر بتا دے کہ اگر ہمیں اسلام قبول کرنا ہوتا تو پھر دوسروں کی طرح یہ غلطی بہت پہلے کر چکے ہوتے مگر ہم عقل رکھتے ہیں اور تم لوگوں کی حقیقت کو سمجھتے ہیں لہٰذا غلط بات ہمیں منظور نہیں۔ اگر تم لوگ یہاں تک نہ آتے تو چند دن کے اندر اندر ہم خود یثرب پہنچ جاتے اس وقت بھی ہمارا مقصد تم سے جنگ کرنا ہوتا اور اب بھی ہمارا مقصد جنگ ہے لہٰذا اپنے من گھڑت دین کی دعوت دے کر وقت ضائع مت کرو اور جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس جواب نے ظاہر کر دیا کہ حارث بن ابی ضرار اور مسافع بن صفوان کو اسلام سے کوئی غرض نہیں ہے لہٰذا قاصد لوٹ گئے مگر ابھی وہ پہنچنے نہ پائے تھے کہ حارث بن ابی ضرار نے اعلانِ جنگ کیا اور مقابلے پر آ گیا۔ چونکہ اس وقت وہ انفرادی طور پر میدان میں نہ آیا تھا بلکہ پوری جماعت نے حرکت کی تھی اس لیے شخصی لڑائی کے بجائے فوراً ہی باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ ایک روایت کے مطابق مسلمان فوج صبح ہوتے ہوتے مریسیع کے مقام پر پہنچ گئی تھی لہٰذا اس جنگ کا آغاز صبح کے وقت ہوا اور پہلے ہی حملے میں مسلمان جوانوں نے حارث بن ابی ضرار کے پندرہ آدمیوں کو کھیت کر دیا۔ حارث بن ابی ضرار نے تعجب سے مسلمان فوجیوں کو دیکھا۔ یہ پندرہ آدمی اس کی فوج کے دلیر اور تجربے کار سپاہی سمجھے جاتے تھے۔ جنہوں نے آج تک کسی مقابلے میں شکست نہیں کھائی تھی مگر اب وہی مسلمانوں کے پہلے حملے کی نذر ہو گئے تھے۔ بات تعجب خیز ہی نہیں حوصلہ شکن بھی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جس نے قبیلے کی

تمام عزت اور دیوتاؤں سے کیے گئے تمام عہد و پیمان ذہن سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیے۔ اس وقت حارث بن ابی ضرار نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی' ایڑ لگائی اور انتہائی تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان سے فرار ہوگیا۔ کئی لوگ اُسے حیرت سے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اُس کے اس طرح میدان چھوڑنے پر کسی نے کہا۔

''سردار حارث بن ابی ضرار اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔'' کسی نے طنز کیا۔

''بھاگنا تھا تو جنگ شروع ہی کیوں کی تھی؟ صلح کر لیتا تو ہم بھی بچ جاتے۔''

''جنگ سے پہلے تک خود کو دلیر تصور کرتا تھا اب مسلمانوں سے ڈر گیا۔'' یہ جملہ کس نے کہا تھا یہ تو معلوم نہ ہوسکا مگر مغرور اور خود پرست مسافع بن صفوان کو بہت برا لگا۔ اُس نے چلا کر کہا۔

''ایک آدمی کے میدان چھوڑ دینے سے تم شکست نہیں کھا سکتے۔''

''مگر سردار کے جانے سے.....''

لیکن جملہ مکمل ہونے سے قبل کسی دانا نے مشورہ دیا۔

''اپنے لیے دوسرا سردار منتخب کر لو۔ وقت ضائع مت کرو بلکہ اگر ہو سکے تو اسلامی فوج تک یہ خبر پہنچنے ہی نہ دو کہ ہمارا سردار فرار ہوگیا ہے۔''

بات معقول تھی سب نے پسند کی اور طے پایا کہ مسافع بن صفوان کو مریسیع کے لوگ اپنا سردار منتخب کر لیں۔ اس وقت اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا جو لوگ مسافع بن صفوان کو ناپسند کرتے تھے وہ بھی خاموشی کو بہتر تصور کر رہے تھے۔ وقت عجیب تھا۔ اِدھر وہ لوگ تھے جن کا سردار مسلمانوں کے ایک ہی حملے سے گھبرا کر میدان چھوڑ گیا تھا۔ اب ان کے سامنے دوسرا شخص تھا جس کی مخالفت کرنا اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔ اُدھر اسلامی فوج تھی جس کے ایک حملے نے ان کے پندرہ دلیروں کو موت کی گود میں دھکیل دیا تھا اور اب وہ شدت سے ان کے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے مگر اس جانب سے آگے بڑھنے کی جرأت کسی کو نہ تھی ہر فرد دوسرے کو آگے دھکیل کر خود پیچھے ہو جانا چاہتا تھا۔ مسافع بن صفوان نے صورتِ حال کا اندازہ کیا قدرے توقف کے بعد بڑی شان اور نخوت سے ان سب کو مخاطب کیا اور بولا۔

''خزاعہ کے دلیرو! حارث بن ابی ضرار میدان سے بھاگ گیا ہے۔ اب تمہارا سردار میں ہوں اور تم جانتے ہو اس قبیلے میں مجھ جیسا دوسرا دلیر کوئی نہیں لہٰذا اب میں جو کچھ کہوں اس پر عمل کرو۔ مسلمانوں کے بارے میں میری ہدایت ہے کہ میدان میں جا کر تلوار چلانے سے زیادہ بہتر ہے کہ ان کے آگے بڑھتے ہی تم تیروں کی بوچھاڑ کر دو۔''

حکم سنتے ہی سب تعمیل کے لیے تیار ہوگئے۔ اس میں لڑائی جاری رہنے کے باوجود عافیت تھی لہٰذا ہر طرف سے تیر اندازی شروع کر دی گئی۔ یہ حملہ واقعی غیر متوقع تھا۔ مسلمان اپنا بچاؤ کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسافع بن صفوان خوشی سے بے قابو ہوگیا۔ اُس نے بڑے غرور سے اردگرد دیکھا اور بولا۔

''بہادرو! دیکھو مسلمان آگے بڑھنے سے گھبرا رہے ہیں۔'' یہ سن کر تیر انداز تیزی سے تیر برسانے لگے۔ کچھ آوازے کسنے لگے۔ کافی وقت تیر اندازی کی نذر ہوگیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد جب بنو خزاعہ خود کو فاتح سمجھ کر اور مسلمانوں کو اپنا بچاؤ کرتا دیکھ کر دیوانے ہو رہے تھے مسلمانوں نے ایک بار انہیں قدرے سست پا کر تیزی سے یکبارگی حملہ کیا تو تیروں کی باڑ ان کی تیز رفتاری نہ روک سکی۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور سخت تھا کہ ان کے قدم لڑکھڑا گئے اور یہی لمحہ تھا جب مسلمان ایک ہی یلغار میں ان پر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

غالب آ گئے۔ اس وقت افراتفری کا عالم تھا۔ مسافع بن صفوان بھی حملے کی شدت محسوس کر کے متعجب تھا۔ وہ غالب آتے آتے مغلوب ہو گیا تھا مگر اس کے آدمیوں کا اصرار تھا۔

''سردار! اب آپ آگے بڑھیں آپ ہمارے سردار ہیں۔'' ایسے میں مسافع بن صفوان کو یہ منصب ناگوار گزر رہا تھا چند گھنٹے قبل تک وہ سرداری پر مغرور تھا مگر اب یہی سرداری یہی حکمرانی اس کے لیے پریشانی کا باعث بن گئی۔ ابھی وہ محو فکر ہی تھا کہ مسلمانوں نے تیزی سے حملہ کیا اور ان کی اگلی صفیں درہم برہم کر دیں۔ یہ دیکھ کر مسافع بن صفوان تلوار ہاتھ میں لیے اپنی صف سے باہر نکلا۔ ساتھیوں نے پیچھے سے نعرہ لگایا کچھ نے اُسے حملے کے لیے اکسایا اور کچھ نے شور مچایا۔ اپنے سردار کو آگے بڑھتے دیکھ کر وہ سمجھ رہے تھے کہ شاید مسلمانوں کے تمام حملوں کا جواب وہ اپنے ایک ہی ہلے سے دے دے گا۔ مریسیع کے لوگوں کو بڑی توقعات تھیں وہ اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ڈھول تاشے بجا رہے تھے رجز گا رہے تھے۔ اب شخصی نہیں بلکہ باقاعدہ لڑائی جاری تھی۔ لہٰذا بہت سے دلیروں نے آگے بڑھ کر مسافع بن صفوان کا ساتھ دیا اور شور مچاتے گاتے آگے بڑھنے لگے۔ ان لوگوں کا اجتماع دیکھ کر مجاہدین کی توجہ اِدھر منبذول ہوئی اور سردار کو مدمقابل دیکھ کر کئی مجاہد اِدھر آ گئے۔ مسافع بن صفوان نے حملے میں پہل کی اور تلوار چلنے لگیں۔ اس وقت سورج نصف النہار پر پہنچ چکا تھا اور مریسیع کے میدان میں جگہ جگہ لڑائی ہو رہی تھی سبھی دلیر اپنی اپنی جگہ مصروف پیکار تھے۔ مگر مسافع بن صفوان جہاں لڑ رہا تھا آہستہ آہستہ دلیروں کا اجتماع وہاں بڑھتا جا رہا تھا۔ سب کا خیال تھا کہ جنگ کا فیصلہ یہیں ہونے والا ہے۔ ابھی ان کا سردار مسلمانوں کو زیر کر کے انہیں فتح کا مژدہ سنائے گا اور واقعی یہاں جنگ کا فیصلہ تو ہوا مگر فتح کا مژدہ نہیں بلکہ ایک دلدوز چیخ نے سب کو چونکا دیا۔

سب نے دیکھا مریسیع کا بہادر اور ناقابل تسخیر جوان سردار مسافع بن صفوان خون میں لت پت زمین پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ خزاعہ کے دلیروں نے یہ منظر بڑے دکھ سے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے بدحواسی کا عالم تھا۔ ہر فرد بھاگنے کی سوچ رہا تھا۔ ایک سردار فرار ہو گیا تھا دوسرا قتل' لڑائی بغیر سالار کے کیسے لڑی جاتی' لہٰذا جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگنے لگا۔ مسلمانوں نے کافی دور تک ان کا تعاقب کیا۔ جس نے ہتھیار ڈال دیے اُسے امان مل گئی۔ آخر کار مجاہدین تعاقب سے واپس ہوئے یوں اس اہم جنگ کا فیصلہ ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے واپسی کا حکم صادر فرمایا تو مسلمان مریسیع کے چھ سو قیدی اور مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں لے کر مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ ان قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار کی دختر اور مسافع بن صفوان کی بیوی جویریہ بنت حارث بھی شامل تھیں۔

☆.....☆.....☆

حارث بن ابی ضرار مسلمانوں کے حملے سے گھبرا کر میدان سے فرار ہوا تو اس نے عتیق کی گھاٹیوں میں جا کر دم لیا۔ یہاں دیر تک چھپا رہا جب شام ڈھلنے لگی تو اُسے جنگ اور اس کے نتیجے کے بارے میں تجسس ہوا۔ اس وقت اُسے یقین کامل تھا کہ اس کے دلیر داماد مسافع بن صفوان نے ضرور جنگ جیت لی ہو گی جب وہ پلٹ کر قبیلے جائے گا تو جنگ کے بادل چھٹ چکے ہوں گے۔ تب وہ دیوتاؤں کے قدموں میں قربانی دے کر اپنی سرداری سنبھال لے گا اور اپنی سب سے بڑی دولت دو سو سرخ اونٹ جو

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

صرف اس کی ملکیت تھے۔ اپنے داماد کو مسلمانوں کو شکست دینے پر بطور انعام دے گا۔ مگر سآم ہوتے ہی جونہی وہ گھاٹی سے باہر نکلا تو قدموں کی چاپ نے اُسے چونکا دیا۔ اس نے خود و چھپا کر آنے والوں کو دیکھا۔ یہ اسی کے قبیلے کے وہ مرد تھے جو غالباً بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہوئے تھے مگر میدان میں ہونے والے حادثات سے لاعلم نہ تھے۔ حارث بن ابی ضرار کو شرمندگی کا احساس ہوا' یہ سب جانتے تھے کہ وہ سردار ہونے کے باوجود میدان سے بھاگا ہے لہٰذا وہ خود کو ظاہر نہ کر سکا مگر اس کے کان ان کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔ چلتے چلتے ایک بولا۔

''سردار حارث بن ابی ضرار کو میدان سے بھاگنا نہیں چاہیے تھا۔ اسی بات نے ہماری ہمت ختم کر دی تھی۔''

''ہمت پست نہ ہوتی تو ایک دن کے مقابلے کے بعد یوں ہار نہ جاتے۔'' دوسرے نے دکھ سے کہا۔

یہ کہتے کہتے وہ دونوں گھاٹی سے گزرے تو حارث نے خود کو ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپا لیا۔ اس نے سناوہ کہہ رہے تھے۔

''ہزاروں مویشی اور سینکڑوں قیدی لے کر محمد بن عبداللہ ﷺ مدینے واپس چلا گیا۔''

اس وقت حارث بن ابی ضرار شکست کی خبر سن کر جیسے گر گیا۔ اس رات وہ دیر تک اپنی جگہ پڑا سسکتا رہا۔ کتنے برس وہ اس قبیلے کا ناقابل تسخیر سردار مانا جاتا تھا۔ مگر آج ایک بھگوڑا اور شکست خوردہ بزدل انسان تھا۔ اس کا دل چاہا اپنا سر کسی چٹان سے ٹکرا کر خود کو ختم کر لے مگر اس میں خودکشی کی بھی ہمت نہ تھی۔ رات گزری صبح ہوئی پھر دوپہر اور شام' وقت روپ بدل بدل کر گزرا مگر اس میں گھاٹی سے باہر نکلنے کی جرأت نہ تھی۔ اب اُسے مسلمانوں کا خوف نہیں اپنی قوم سے شرمندگی تھی۔ وہ اس سے ضرور دریافت کرتے۔

''سردار.....! آپ مدیان سے کیوں بھاگ گئے تھے؟'' اور حارث میں اس سوال کا جواب دینے کی ہمت نہ تھی۔ لہٰذا وہ منہ چھپائے پڑا رہا۔ کبھی سوچتا کسی طرح باہر نکلے اور معلوم کرے کہ کون کون خود کو جنگ کی صعوبت سے بچا سکا ہے۔ مگر ہر بار شرمندگی غالب آ جاتی اور وہ انہی گھاٹیوں میں چھپ جاتا۔ اسی کشمکش میں اگلا دن گزرا اور رات آ گئی۔ اُس نے سوچا شب کی تاریکی اُسے چھپا سکتی ہے اور ایسے میں وہ سب کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر اپنے قبیلے کا حال خود جا کر دیکھ سکتا ہے۔ اُس کی سوچ نے اُسے خاصی تقویت دی اور جونہی تاریکی نے تسلط جمایا وہ اپنا چہرہ چھپا کر گھاٹی سے باہر نکلا اور آہستہ آہستہ چل پڑا چلتے چلتے تھکن اور پیاس نے بے حال کیا تو وہ اس جانب مڑا جدھر پانی کا چشمہ تھا۔ وہ ہمیشہ اُسے نظر انداز کر کے گزر جاتا تھا مگر آج بات کچھ اور تھی۔ آج وہ سردار نہیں بس حارث تھا۔

وہ بھگوڑا جسے پیاس نے ستایا تھا۔ وہ اس چھوٹی سی جگہ پانی پینے کو رک گیا۔ یہاں دو گھوڑے کھڑے تھے۔ حارث کو محسوس ہوا جیسے ان دو گھوڑوں کے سوار یہاں پانی پینے کے لیے رک گئے ہیں اور واقعی اندھیرا ہو جانے کے باوجود اُسے محسوس ہوا کہ دو سائے پانی پی کر واپس لوٹ رہے ہیں۔ حارث ایک بار پھر چھپ گیا اور وہ دونوں اس سے لاعلم باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے۔ اندازِ گفتگو سے حارث کو یہ جاننے میں دیر نہ لگی کہ وہ دونوں مسلمان ہیں اور حالیہ جنگ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ ایک نے کہا۔

''میں جنگ میں شریک نہ تھا مگر مجھے بار بار یہی خیال رہا کہ حضور ﷺ بہ نفس نفیس اس جنگ میں شریک ہیں۔''

www.paksitanipoint.com

''ہاں.....'' دوسرے نے کہا۔

''جنگ نے طول نہیں کھینچا مگر خدا کے فضل سے کامیابی ہوئی اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ملا ہے۔ ہزاروں مویشی اور قیدی مدینے پہنچ گئے۔ اب ان سب کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ قیدیوں میں سے بہت سوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ہاں ابھی حارث بن ابی ضرار کی دختر جویریہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔''

''کیا سردار حارث کی بیٹی بھی قیدی بن گئی۔'' دوسرے نے سوال کیا۔

''ہاں.....'' مسافع بن صفوان قتل ہوگیا تو پھر سب اپنی اپنی جانیں بچا کر بھاگنے لگے۔ قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار کی دختر بھی مدینے لے جائی گئی۔''

یہ کہتے کہتے وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور روانہ ہوگئے۔ اس وقت حارث کا غم و غصے سے برا حال تھا۔ پیاس کا احساس مٹ چکا تھا تھکن کی پروا نہ تھی۔ بس ایک ہی دکھ تھا کہ جویریہ مسلمانوں کی قیدی بن گئی۔ اس یک ساتھ ہی مسلمانوں کی فتح کے تصور نے اُسے اور دیوانہ کردیا۔ اس وقت اسے مشرکین فاتحین کا خیال آیا جو فتح پانے کے بعد مفتوح علاقے کی ہر شے کو پامال کرکے انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتے تھے۔ حارث کو یاد آیا کہ وہ لوگ ہمیشہ سے فتح پانے کے بعد مفتوحین مردوں کو قتل کردیتے تھے اور عورتوں کو تسکین نفس کے لیے استعمال کرتے تھے اور آج مسلمانوں نے فتح پائی تھی اور اس کی چوبیس سالہ خوبصورت حسین و جمیل بیٹی جویریہ ان کی قیدی بن گئی تھی۔ یہ خیال بڑا ہی اذیت ناک تھا۔ وہ دیر تک اپنے بال نوچ نوچ کر روتا اور چلاتا رہا۔ اب اُسے کوئی دیکھتا' بھگوڑا اور بزدل کہتا مگر اُسے کوئی پروا نہ تھی ہاں وہ انہی الفاظ اور خطابات کا مستحق تھا۔ اُس نے روتے روتے سوچا۔

''حارث! او بے غیرت حارث! تُو سردار ہوکر بھی اپنی بیٹی کی حفاظت نہ کرسکا۔'' اس نے زور سے اپنا سر جھٹکا اور تیز تیز چلنے لگا۔ اس وقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ اور ٹھنڈی ہوا اس کے دماغ کو سکون بخش رہی تھی مگر وہ بدحواس سے انداز میں سوچ رہا تھا کہ مسلمان جویریہ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ ایسے میں اُسے یاد آیا کہ مغلوب ہوجانے والی عورت کے ساتھ وہ خود کیا سلوک کرتا تھا یہ خیال آتے ہی وہ مضطرب ہوگیا۔ کتنی ہی عورتوں کی بے بسی اُسے یاد آئی۔ آج اس مقام پر اُس کی اپنی بیٹی آگئی تھی' پھر عقل نے اُسے چپکے سے مشورہ دیا۔

''حارث بن ابی ضرار! تیری بیٹی کو مسلمان لونڈی بنا کر لے گئے ہیں تو اس کی قیمت دے کر اُسے آزاد کرالے۔'' قیمت کے تصور کے ستھ دوسو سرخ اونٹوں کے خیال نے اُسے خاصا مطمئن کردیا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ اونٹ دے کر جویریہ کو آزاد کرالے گا۔ پھر عقل رہنمائی کرتی رہی اور وہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ مریسیع کے مقام پر پہنچ گیا جہاں کاوہ سردار تھا۔

کچھ لوگوں نے اُسے دیکھا سوالات کیے مگر گول مول جواب دے کر وہ آگے بڑھتا رہا۔ کچھ نے سوال بھی نہ کیا اور وہ اطمینان سے بڑھتا گیا۔ وہی مکان تھے وہی بازار جگہ جگہ اسی طرح درخت ایستادہ تھے۔ حارث نے محسوس کیا جیسے مسلمانوں نے فتح کے بعد کسی شے کو برباد نہیں کیا۔ تھوڑی دیر کے لیے اُسے تعجب بھی ہوا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے میدان میں پہنچ گیا جہاں ابھی تک اس کے معبود ود کا مجسمہ نصب تھا۔ اُسے یاد آیا کہ وہ یہاں قربانی کرکے دعائیں کیا کرتا تھا۔ یہاں کا بچہ بچہ اس کا غلام اور وہ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سردار تھا یہ سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ ان خیالوں سے آزاد ہو کر اس نے ود کے مجسمے کو دیکھا۔

''اے ود! اے معبود! یہ سوال میں تجھ سے تو کرسکتا ہوں میں قوم کا وفادار نہ رہا مگر تیرا خیال تو مجھے ہر دم تھا۔ تو کیسا معبود ہے جو میری بیٹی کی حفاظت نہ کرسکا......'' یہ سوال کرتے کرتے اُس نے پتھر کے اس بت کو دیکھا جو ہمیشہ یونہی نظر آتا تھا۔ ہر قربانی ہر دعا کے جواب میں یونہی ساکت و جامد رہتا تھا۔ دیکھتے دیکھتے غم و غصے نے پھر غلبہ پایا اور حارث دیوانوں کی طرح چلانے لگا۔

''اے ود' اے معبود' مسلمان میری بیٹی کو لے گئے اور تو پتھر کا پتھر ہی رہا۔ کیا میں نے تیرے قدموں میں ہزاروں مویشی قربان نہ کیے تھے' ہزاروں بار تجھ سے دعا نہ مانگی تھی پھر مجھے کس خطا کی سزا دی؟''

وہ سوال کر رہا تھا مگر وہ آج بھی خاموشی اور پتھر کے سوا کچھ نہ تھا۔ تب وہ غصے اور نفرت سے دیوانہ ہو گیا۔ اُس نے پلٹ کر ایک پتھر اٹھایا اور اپنے معبود پر ضربیں لگانی شروع کر دیں۔

''پتھر کے بے حس معبود تو میری دعاؤں اور قربانیوں کے جواب میں میری عزت نہیں بچا سکتا تو نہ عبادت کے لائق ہے نہ قائم رہنے کے قابل۔'' یہ کہتے کہتے حارث نے ود کے مجسمے کے ٹکڑے کر دیے۔ پھر ان ٹکڑوں کو قدموں سے روندتا ہوا وہ پلٹ گیا۔ آج وہ اپنے برسوں کے معبود سے منکر ہو گیا تھا۔ ہر تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ تعلق توڑنے کے بعد وہ مطمئن تھا اور رات والا خیال اُسے اور بھی اطمینان دلا رہا تھا۔ چلتے چلتے اس نے سوچا کہ دو سو سرخ اونٹ لے کر وہ مدینے جائے گا اور اپنی بیٹی کی رہائی کا مطالبہ کرے گا پھر جتنے بھی اونٹوں کا مطالبہ کیا گیا وہ اونٹ فدیہ میں دے کر اپنی بیٹی کو آزاد کرا لے گا۔

عین اسی وقت جب سرخ اونٹوں کو عتیق کی گھاٹیوں میں جمع کر کے حارث بن ابی ضرار مدینے جانے کا فیصلہ کر رہا تھا' جویریہ بنت حارث اپنے آقا قیس بن ثابت سے کہہ رہی تھیں۔

''قیس بن ثابت میں تمہارے حصے میں آئی ہوں مگر تمہاری لونڈی بن کر نہیں رہوں گی۔''

قیس بن ثابت نے انہیں دیکھا۔ سردار کی بیٹی اور سردار کی بیوی لونڈی غلاموں کی تقسیم کے وقت ان کے حصے میں آئی تھیں مگر واقعی ان کے قابل نہ تھیں یہ سوچ کر وہ بولے۔

''آزادی چاہتی ہو تو مکاتیب کر لو۔''

مکاتیب کیا ہوتی ہے؟ میں نہیں جانتی۔'' جویریہ بنت حارث نے سوال کیا۔

''اسلام میں خدا تعالیٰ نے لونڈی کو اجازت دی ہے کہ اگر آقا راضی ہو تو لونڈی کچھ رقم دے کر آزادی حاصل کر لیتی ہے' اسے مکاتیب کہتے ہیں۔''

جویریہ بنت حارث کو یہ دستور بہت پسند آیا مگر اپنی رقم انیس اوقیہ سونا ان کے پاس نہ تھا لہٰذا وہ افسردہ سی ہو گئیں۔ خیال آیا اپنے ہی قیدی بھائیوں سے چندہ مانگ کر یہ رقم ادا کر دیں پھر انہوں نے باری باری سب سے درخواست کی مگر کوئی اپنے سردار کی بیٹی کو آزاد کرانے کے لیے تیار نہ تھا اور ان کا اپنا دل اس غلامی پر آمادہ نہ تھا۔ آخر نئے خیال نے حوصلہ دیا۔

''کیوں نہ مسئلہ مسلمانوں کے سردار کے روبرو پیش کر دیں۔'' پھر پردہ ذہن پر یہ خیال پھیلتا چلا گیا۔ انہوں نے سوچا۔

''جویریہ تیرا باپ اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا تیرا شوہر قتل ہو گیا' تیرا کوئی ساتھی چندہ دینے کو تیار نہیں اب اس صورت کے سوا کوئی اور صورت نہیں ہے۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اس فیصلے کے بعد انہوں نے قیس بن ثابت سے گزارش کی کہ اپنے سردار کے پاس لے چلیں یوں وہ حضورﷺ کے روبرو آئیں تو دل کے گوشے سے صدا بلند ہوئی۔

''جویریہ بنت حارث یہ شخص صادق اور امین ہے سچا ہے اور صحیح معنوں میں سردار ہے۔''

کسی نے کہا۔

''یارسول اللہ! یہ سردار قبیلہ حارث بن ابی ضرار کی دختر اور مسافع بن صفوان کی زوجہ جویریہ ہیں اور اب قیس بن ثابت کے حصے میں آئی ہیں مگر آزادی چاہتی ہیں لیکن آزادی کے لیے شرط پورا کرنا ان کے امکان سے باہر ہے۔''

آنحضرتﷺ نے یہ سب سنا پھر جویریہ بنت حارث نے یہی بات کی تو آپﷺ نے وہ رقم ادا کی اور انہیں آزادی دے دی لیکن اب جویریہ بنت حارث آزاد ہو کر بھی آزادی کی متمنی نہیں تھی۔ انہوں نے قیس بن ثابت سے آزادی لے لی تھی مگر حضور اکرمﷺ کے حسن اخلاق نے انہیں اپنا گرویدہ کر کے اس دین کا شیدائی بنا دیا تھا جسے ان کے قبیلے نے جنگ کر کے پامال کرنا چاہا تھا۔ یہاں تاریخ میں تین روایات ملتی ہیں۔ اول یہ کہ جویریہ بنت حارث نے آنحضرتﷺ سے نکاح کی خواہش کی۔

دوسری یہ کہ قیس بن ثابت نے حضورﷺ سے کہا۔

''یارسول اللہ جویریہ سردار کی دختر ہیں اور سردار ہی کے قابل ہیں۔''

اور تیسری یہ کہ حضورﷺ نے خود فرمایا۔

''کیا میں یہ رقم ادا کر کے تم سے نکاح کر لوں۔''

بہرحال اس وقت جویریہ بنت حارث کفر سے نکل کر اسلام کی طرف آئیں تو اُم المومنین کے بلند مرتبے تک پہنچ گئیں۔

اُدھر حارث بن ابی ضرار النجات سفر کرتا ہوا مدینے پہنچا تو آنحضرتﷺ کی خدمت میں پہنچ کر بولا۔

''محمد بن عبداللہﷺ میری بیٹی لونڈی نہیں بن سکتی اسے آزاد کر دو۔ میں تمہیں اس کی بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم جانتے ہو میں سردار ہوں اور میری بیٹی کی غلامی میری شان کے خلاف ہے۔''

آنحضرتﷺ نے تحمل سے سنا اور فرمایا۔

''حارث بن ابی ضرار پہلے وہ دو سو اونٹ تو عتیق کی گھاٹیوں سے لے آ جا جو تو وہاں چھپا آیا ہے۔''

یہ سن کر حارث کی کیفیت عجیب تھی جس وقت اُس نے اونٹ چھپائے تھے تو میلوں تک وہاں کوئی متنفس نہ تھا پھر حضورﷺ کو کیسے خبر ہو گئی۔'' اس نے کہا۔

''آپ سے کس نے کہا؟''

آنحضرتﷺ نے فرمایا۔

''مجھے اُس معبود حقیقی نے آگاہ کیا ہے جو انسانوں کے دلوں سے پتھر کے معبودوں کی عقیدت ختم کر کے صراطِ مستقیم پر لانے کی قوت رکھتا ہے۔''

یہ سنتے ہی حارث رو دیا۔ اُسے یاد آیا کہ اُس نے اپنے معبود کو اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے کر کے اطمینان محسوس کیا تھا۔ اس وقت وہ جھکا اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ! آپ صادق ہیں، سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود حقیقی وہی ہے جس کی طرف آپ رہنمائی فرماتے ہیں۔''

اس دن اُم المومنین حضرت جویریہؓ کے احترام میں تمام مسلمانوں نے اپنے اپنے لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا۔ یوں بنو مصطلق آزاد ہو گئے اور حارث بن ابی ضرار اپنی قسمت پر فخر کرتے ہوئے سرداروں جیسی شان سے لوٹ گیا۔

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

مسئلہ یہ ہے

خلقِ خدا کی بھلائی کے لیے مفید و معلوماتی سلسلہ

محترم قارئین! ''مسئلہ یہ ہے'' کا سلسلہ خلقِ خدا کی بھلائی اور رُوحانی معاملات میں اُن کی رہنمائی کے جذبے کے تحت ماہنامہ ''سچی کہانیاں'' کے اوّلین شمارے سے شاملِ اشاعت ہے۔ گزشتہ برسوں میں ان صفحات پر تحریر د تجویز کردہ وظائف اور دُعاؤں سے بلاشبہ لاکھوں افراد نے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اس مادّی دنیا میں آیاتِ قرآنی اور ان کی رُوحانی طاقت کے حیران کردینے والے معجزے دیکھے۔ جیسے جیسے لوگوں کو اِن وظائف سے فائدہ ہوتا رہا، اُسی تناسب سے ہر ماہ موصول ہونے والے خطوط کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، پھر صورتِ حال یہ ہوگئی کہ اگر ماہنامہ ''سچی کہانیاں'' میں خطوط کے جوابات دینے پر اکتفا کیا جاتا تو قارئین کو اپنے جوابات کے لیے کئی کئی ماہ انتظار کرنا پڑتا، کیوں کہ پرچے میں صفحات کی تعداد بہرحال محدود ہے۔ ان ہی حقائق کو دیکھتے ہوئے فوری نوعیت کے مسائل کے جوابات براہِ راست ارسال کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، لیکن اتنے زیادہ خطوط کو سنبھالنا، اُن کا ریکارڈ مرتب کرنا اور انہیں سپردِ ڈاک کرنا خاصا دقت طلب کام ہے جو مجھ ایسے آدمی کے لیے کسی طور ممکن نہیں۔ اِن صفحات کی ترتیب و تدوین اور براہِ راست جوابات کے لیے میرا معاوضہ پاکستان کی سلامتی، قومی یکجہتی کی دُعا اور مسلمین و مسلمات (خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ) کے لیے دُعائے خیر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دُعائے خیر سے بڑا معاوضہ اور قیمتی تحفہ کوئی کسی کو کیا دے سکتا ہے؟ قارئین کے خطوط کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ادارے کو باقاعدہ اسٹاف رکھنا پڑا ہے جو خطوط کا ریکارڈ مرتب کرنے اور انہیں سپردِ ڈاک کرنے کا ذمے دار ہے۔ اگر آپ اپنے مسئلے کا فوری جواب چاہتے ہیں تو ازراہِ کرم جوابی لفافے کے ساتھ =/500 روپے کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ ماہنامہ ''سچی کہانیاں'' کے نام ارسال کردیں۔ یہ رقم اُن افراد کی تنخواہ کی مد میں آپ کی امداد ہوگی جو اِس شعبے سے متعلق ہیں۔ منی آرڈر کی رسید اور ڈرافٹ بھیجنے کے علاوہ خط میں منی آرڈر کی رسید اور بینک ڈرافٹ نمبر ضرور تحریر کریں۔ صاحبِ استطاعت حضرات تو کُن منی =/500 روپے کو آخری حد نہ سمجھیں، وہ حسبِ استطاعت اِس رقم میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ یہ رقم اُن خواتین کے کام آئے گی جو ملک کے دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں اور جن کے لیے منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ بھیجنا ممکن نہیں ہے۔ خطوط بھیجنے سے پہلے درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

(1)...... مسئلے کے ساتھ اپنا اور اپنی والدہ کا نام ضرور تحریر کریں۔ اصل نام کی اشاعت مقصود نہ ہو تو خط فرضی نام سے شائع کیا جائے گا۔ فرضی ناموں سے جھوٹے خطوط نہ بھیجیں ورنہ فائدے کے بجائے نقصان کا احتمال ہے۔

(2)...... منی آرڈر، بینک ڈرافٹ ماہنامہ ''سچی کہانیاں'' کے نام ارسال کریں۔

(3)...... اپنا مسئلہ صاف اور واضح الفاظ میں کاغذ کے ایک طرف تحریر کریں۔

88-C II ۔خیابانِ جامی ۔ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی ۔فیز-7، کراچی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

دانتوں کی دوا

دانتوں کے جملہ امراض کے لیے اکثیر دوا ہر عمر اور ہر جنس کے افراد کے لیے دستیاب ہے' اپنا آرڈر سچی کہانیاں کے دفتر فون کر کے نوٹ کروائیں۔

□ زویا۔ کراچی۔

o محترم باباجی! السلام علیکم! باباجی! میری بیٹی جس کی عمر تقریباً 18 سال ہے' حافظِ قرآن ہے۔ گزشتہ دو سالوں سے اس کے سر میں مستقل درد رہتا ہے۔ کالج جانا مشکل ہو گیا ہے۔ پچھلے سال خون کی کمی کی وجہ سے دو بوتل خون بھی چڑھا۔ ویسے صحت مند اور پڑھائی میں اچھی ہے مگر درد جانے کا نام نہیں لیتا' اچانک اٹھتا ہے۔ آپ کوئی دُعا اور دوا بتا دیں تو عنایت ہوگی۔ میری بیٹی کی طبیعت پھر خراب ہے۔ مزید یہ کہ اس کے چہرے پر مہاسے بھی ہیں۔ کیا آپ کے پاس اس کی دوا ہوگی؟ پہلے اس کا رنگ سرخ و سفید تھا مگر اب دن بدن سانولا ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے آپ سے اپنے لیے دوا لینی ہے۔ میرے تقریباً 7 آپریشن ہو چکے ہیں' سب بچے آپریشن سے ہوئے اور پھر 2003ء میں میرے رسولی ہونے کی وجہ سے uterous کو نکال دیا گیا ہے۔ اب 3 مہینے سے میرے جسم میں صرف کمر اور پیٹ کا حصہ پھول رہا ہے۔ اگر پانی بھی پی لوں تو ایسا لگتا ہے جیسے دو تین مہینے کی پریگننسی ہو۔ ویسے ہاتھ' پیر وغیرہ صحیح ہیں اور میں نے بہت علاج کروایا ہے' کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میرا سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ جسم بالکل بے ڈھب ہو رہا ہے۔ آپ کوئی دوا بتا دیں تو مہربانی ہوگی۔ میری عمر 42 سال ہے۔ مجھے آپ جنوری میں جواب دے دیں تو مہربانی ہوگی کیونکہ میری بیٹی کا مسئلہ بہت پریشان کن ہے۔ اس کے امتحان بھی ہونے والے ہیں۔ شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا کرے۔

☆ بیٹی زویا! بچی کی آنکھیں ٹیسٹ کرواؤ۔ اس کے علاوہ اس کی خوراک میں میٹھا زیادہ کر دو جیسے صبح ضرور ایک پیالے میں دودھ اور جلیبی ضرور دو۔ رات کو ایک گلاس گرم دودھ۔ اس کے علاوہ ہر نماز کے بعد الحمد شریف اور چاروں قل پڑھ کر دم کرو۔ تم کوشش کرو کہ نہار منہ گرم پانی میں شہد گھول کر پیو۔ تیز قدموں سے ٹہلا کرو۔ یقیناً افاقہ ہوگا۔ مجھے حالات سے آگاہ رکھو۔

□ ش۔م۔ لاہور۔

اطلاعِ عام

قارئین بھائی' بہنوں سے گزارش ہے کہ مسئلہ بھیجنے کے لیے ہمارا نیا پتا نوٹ فرمالیں اور آئندہ اپنا مسئلہ دیے گئے۔ اس نئے ایڈریس پر روانہ کیجیے۔

نیا پتا: 88-C-II۔ فرسٹ فلور۔ خیابانِ جامی کمرشل۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی۔ فیز-7' کراچی

مسئلے سے متعلق معلومات کے لیے رابطہ کیجیے۔ 021-35893122-35893123

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

چہرے پر رونق نہیں ہے‘ کیل مہاسے‘ جھائیاں ان سب سے نجات حاصل کرنے کے لیے خالص جڑی بوٹیوں سے تیار دوا سچی کہانیاں کے دفتر سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

o بابا جی! السلام علیکم! میں امید رکھتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور آپ کی خیریت اللہ تعالیٰ سے نیک چاہتی ہوں۔ میں آج آپ کے پاس ایک مسئلہ لے کر آئی ہوں۔ میں ایک لڑکے سے پیار کرتی ہوں‘ وہ میرے بچپن کی محبت ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن میرے گھر والے اور میرا خاندان اس کو ایک نظر دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ وہ لوگ کئی بار رشتہ لے کر آئے ہیں لیکن میرے گھر والوں نے انکار کردیا۔ میرا اپنا خاندان ہی میرا دشمن ہوگیا ہے۔ میرے گھر والوں نے مجھ پر پابندی لگا دی ہے مگر میں اس کے بغیر ایک پل بھی نہیں جی سکتی۔ میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتی ہوں۔ میں نے کتابوں سے پڑھ کر بہت سے وظیفے بھی کیے ہیں لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی۔ آپ کوئی ایسا وظیفہ دیں‘ ایسی دعائیں کریں کہ ہم دونوں کی شادی ہوجائے۔ میں آپ کو ساری زندگی دعائیں دوں گی۔

☆ بیٹی......! اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے حق میں بہتر فیصلہ فرمائے۔ ایک لمحے کو ضرور یہ سوچنا کہ تمہارے بڑے اس شخص کے خلاف کیوں ہیں؟ بہر حال نماز کی پابندی رکھو اور ہر نماز کے بعد سورۃ البقرہ آیت 79‘ 700 بار پڑھو اور دعا کرو۔ مدت 2 ماہ ہے۔

□ تمنا کشف۔ فیصل آباد۔

o پیارے بابا جی! السلام علیکم! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ دیگر احوال یہ ہے کہ میرے سسر اور میرے دادا جان‘ خالہ زاد اور گہرے دوست تھے اور دوستی‘ رشتے داری میں بدل گئی۔ میری بڑی پھوپھی اور میرے سسر نے آپس میں رشتے طے کرلیے اور مگر کیونکہ میرے سسر گورکن تھے‘ اس لیے میری پھوپی نے رشتے توڑ لیے اور اس بنا پر میری پھوپی نے میرے دادا جان سے کہا کہ وہ بھی گورکن ہیں‘ اس لیے آپ بھی خدیجہ کا رشتہ توڑ لیں۔ انہوں نے کہا۔ ”مرد کی زبان ایک ہوتی ہے اس لیے میں رشتہ نہیں توڑوں گا۔“ ان رشتوں کی بنا پر 16 سال ناراضگی رہی اور پھر ناراضگی ختم ہوگئی اور میرے ابو نے پھوپی کی پوتی کا رشتہ مانگ لیا اور میرے شوہر نے کہا۔ ”اگر آپ نے ان کے گھر رشتہ جوڑا تو ہمارا اور آپ کا رشتہ ختم۔“ کیونکہ میرے شوہر نے پہلے ہی انکار کردیا تھا کہ وہاں رشتہ نہ کریں۔ خدا کے لیے بابا جی! کچھ ایسا تعویذ یا وظیفہ دیں کہ لڑکی والے خود ہی انکار کردیں اور وظیفہ جلالی اور آسان ہو۔ بابا جی! اللہ آپ کو صحت اور زندگی دے۔

☆ بیٹی تمنا! مندرجہ بالا آیت ہر نماز کے بعد 1100 بار پڑھو اور دعا کرو۔ مدت 41 دن ہے۔

□ روبی شاہ۔ پشاور۔

o محترم بابا جان! السلام علیکم! پہلی مرتبہ آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ بابا جان! آپ بہت اچھے انسان ہیں‘ آپ لوگوں کی بہت مدد کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔ (آمین!) بابا جان! میرا مسئلہ میرا شوہر ہے۔ میری شادی کو پندرہ سال ہوگئے ہیں۔ شادی سے پہلے ہی میرے شوہر ایک لڑکی کو پسند

بے اولاد جوڑوں کے لیے شرطیہ علاج‘ بانجھ پن یا کسی اور وجہ سے اگر اولاد نہ ہوتی ہو تو فوری رابطہ کریں۔ اور چند ماہ کے علاج کے بعد اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں میں کھلائیں۔

کرتے تھے۔ میرے ساتھ شادی ان کی رضامندی سے ہوئی تھی لیکن اس وقت سے اس لڑکی کو نہیں چھوڑا جبکہ اس کی بھی شادی ہوگئی تھی۔ اس کے دو بچے ہیں لیکن اس کے خاوند نے بھی اسے بدچلن کہہ کر طلاق دے دی ہے۔ بابا جان! وہ ہمارے گھر کے بالکل سامنے رہتی ہے۔ میرے خاوند کے ساتھ اب اس کے تعلقات اب اور بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔ میرے خاوند بہت اچھے انسان ہیں۔ سب رشتے دار بھی ان کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ بابا جی! گھر میں بھی وہ سب کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے پیش آتے۔ گھر کے ہر فرد کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز، روزے کے بھی پابند ہیں لیکن اس عورت کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ میں انہیں پیار سے بھی سمجھاتی ہوں تو کہتے ہیں۔ ''اس موضوع پر بات نہ کرو۔'' بابا جی! خدا جانتا ہے، میں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ مجھے اپنے شوہر سے بہت محبت ہے اور میں ان کی بہت عزت کرتی ہوں۔ عورت سب کچھ برداشت کرسکتی ہے لیکن دوسری عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ بابا جی! میں نے بہت وظائف بھی کیے لیکن میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ کے واسطے آپ میری مدد کریں اور کوئی اچھا سا وظیفہ مجھے بتائیں۔ ساری زندگی آپ کو دعائیں دوں گی۔ بابا جی! ذرا جلدی جواب دینا۔ میں بہت پریشان ہوں۔ برائے کرم میرا گھر خراب ہونے سے بچائیں۔ میرے ذہن میں پتا نہیں کیا کیا خیال آتے ہیں؟ بابا جی! میرے خط کا جواب ضرور دیجیے گا۔

☆ بیٹی روبی! تمہارا خط پڑھنے کے بعد میں تمہیں یہی نصیحت کروں گا کہ جلد از جلد مجھ سے تعویذ منگوالو اور اس کے لیے مجھے جوابی لفافے کے ہمراہ خط لکھو۔

☐ نازیہ۔ ملتان۔

☆ بیٹی نازیہ! مجھے جوابی لفافے کے ہمراہ خط لکھو۔ میں تعویذ تیار کروں گا۔ تمہارے گھر کے حالات یقیناً بہت خراب ہیں۔ جب تک تعویذ تیار ہوگا، تم بعد نمازِ عشاء ایک بار سورۃ جن ضرور پڑھو۔

☐ رضوانہ۔ سرگودھا۔

○ محترم بابا جی! السلامُ علیکم! بابا جی! آپ کے بتائے ہوئے وظائف اور دُعاؤں سے اللہ نے پہلے بھی میری مشکلات دور کی ہیں اور اب پھر حاضر ہو رہی ہوں۔ بابا جی! سال پہلے میرے اوپر بہت مشکل آزمائش آئی ہے۔ برائے کرم میری مدد کیجیے۔ مسئلہ یہ ہے بابا جی! کہ عرصہ نو سال سے ایک لڑکی میرے خاوند کے پیچھے پڑی ہے اور کسی طریقے سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ میری شادی کو 11 سال کا عرصہ ہوا ہے۔ شادی کے بعد شوہر کہنے لگے کہ میرا اس لڑکی سے افیئر تھا، اب نہیں ہے۔ خیر، پہلے دو سال تک میرے خاوند نے میرا بہت خیال رکھا، محبت کی مگر پھر ان کا رویہ بدلنے لگا، گھر میں آتے تو بالکل خاموش رہے۔ ایک سال تک میرے خاوند نے مجھ سے کوئی بات نہ کی مگر میں نے سوچا کہ ان دنوں ہمارے مالی

بالوں کا گرنا، خشکی، بے جان بال ان سب کے لیے جڑی بوٹیوں سے تیار 150 سو سال پرانا نسخہ..... اب آپ بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ رابطہ 35893121-35893122.....

وہ بچے اور بچیاں جو دبلے پن سے پریشان ہیں اور لوگوں کے ہتک آمیز جملوں کا نشانہ بنتے ہیں فوری طور پر رابطہ کریں 2 مہینے کے علاج سے اس مسئلے سے جان چھوٹ جائے گی۔

اندرونی اور بیرونی زخموں، آپریشن کے بعد ٹانکوں کا کچا رہ جانا یا کسی بھی قسم کی چوٹ کے لیے دوا دستیاب ہے۔ جن گھروں میں چھوٹے بچے ہیں وہاں اکثر کھیل کود کے دوران سر پر چوٹ لگ جاتی ہے ایسے میں یہ دوا سر میں خون جمنے نہیں دیتی، دوا حاصل کرنے کے لیے سچی کہانیاں کے دفتر فون کریں۔

حالات بھی اچھے نہیں اس لیے وہ چپ ہیں لیکن پھر میرے علم میں یہ بات آئی کہ میرے خاوند نے اس لڑکی سے اپنے دفتر میں خفیہ نکاح کیا ہے جب ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ میں بہت مجبور تھا۔ اس نے میری جھولی میں قرآنِ پاک رکھا اور خودکشی کی کوشش بھی کی تو مجبوراً مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ برائے کرم کوئی وظیفہ مجھے بتایئے کہ اس لڑکی کا دل میرے خاوند سے پھر جائے۔ موجودہ صورت میں زندگی میرے لیے گزارنا مشکل ہے۔ جب تک وہ ہماری زندگی میں ہے، ہم ایک دوسرے سے محبت اور اعتماد کا رشتہ نہیں رکھ سکتے۔ یہ آزمائش بہت بڑی ہے۔ دُعا کریں کہ اللہ میرے لیے آسان کر دے۔

☆ بیٹی رضوانہ! تمہارے شوہر کا رویہ نہایت غلط ہے۔ کوئی کسی کا پیچھا نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ شخص خود نہ چاہے۔ بہرحال تم بہت باہمت اور اچھی بچی ہو۔ صبر اور مستقل مزاجی سے حالات کا مقابلہ کرو۔ جس قدر ممکن ہو، یَـا اَرحـمُ الـراحـمین کا وِرد کیا کرو۔ ہر وقت باوضو رہو۔ مدت 41 دن ہے۔

□ زمان احمد۔ حیدرآباد۔

☆ بیٹے زمان! بچے بلاوجہ نہیں بگڑتے ہیں، گھر کا ماحول انہیں الٹی سیدھی حرکتوں پر مجبور کرتا ہے۔ اگر وہ کام کرنا چاہتا ہے تو کرنے دو مگر اس سے کہو کہ ساتھ ساتھ تعلیم بھی حاصل کرے۔ والدہ سے کہو کہ اس پر الحمد شریف اور چاروں قُل پڑھ کر دَم کر دیا کریں۔ بیٹے! تم نمازِ فجر کے بعد سورۃ محمدؐ آیت 7، 99 بار پڑھ کر اپنے اوپر دَم کرو اور زندگی میں فیصلے سوچ سمجھ کر کیا کرو۔ آگے بڑھنے کی لگن بہت اچھی بات ہے مگر حالات پر بھی نظر رکھا کرو۔ مجھے 2 ماہ بعد مطلع کرو۔

□ راحیلہ شمیم۔ سمندری۔

☆ بیٹی راحیلہ! خوش رہو۔ وِرد کی اجازت ہے۔ وظیفہ گھر کا کوئی فرد بھی کر سکتا ہے۔ وظیفہ بھی دُعا ہی ہے جو قرآن شریف میں موجود ہے۔ جس طرح اللہ کا نام لے کر ہر کام شروع کیا جاتا ہے تاکہ برکت ہو، اسی طرح کلام الٰہی پڑھنے سے مشکلات حل ہوتی ہیں۔ والدہ سے کہو کہ وہ نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کے بعد سورۃ روم آیات 10-9-8، 33-33 بار پڑھیں اور دُعا کریں۔ انشاء اللہ، جلد کرم ہوگا۔ مدت 90 دن ہے۔

□ دانیہ شیخ۔ ساہیوال۔

o محترم بابا جی! السلامُ علیکم! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں جس لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہوں، اس کی منگنی اس کی تایا کی بیٹی سے ہوگئی ہے جبکہ لڑکا اس شادی پر راضی نہیں۔ وہ بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ وہ اور اس کے گھر والے یہ منگنی نہیں توڑ سکتے کیونکہ اس لڑکے کی دو بہنیں اس لڑکی کے گھر شادی شدہ ہیں۔ بابا جی! خط کا جواب جلدی دیں۔ میں شدت سے انتظار کروں گی۔

☆ بیٹی دانیہ! ضروری نہیں ہے کہ انسان جو کچھ

بچیاں جن کی شادی میں رکاوٹ ہے اپنی والدہ کے نام کے ساتھ لکھیں کلام الٰہی سے شرطیہ علاج انشاء اللہ چند دنوں میں رکاوٹ دور ہوں گی اور من پسند شخص ملے گا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

چاہیے وہ اس کو حاصل ہو جائے یا اس کے حق میں بہتر ثابت ہو۔ تم نماز کی پابندی رکھو اور ہر نماز کے بعد 7 بار سورۃ الکوثر پڑھ کر دُعا کرو کہ رَبِّ العزت بہتر فیصلہ فرما۔ وظیفہ حالات میں تبدیلی ظاہر ہونے تک کرو۔

□ فردوس سعید۔ خان پور۔

o باباجی! السلامُ علیکم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحت منداور خوش رکھے۔ باباجی! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے شوہر پلمبر والا کام کرتے ہیں' وہ غصے کے بہت تیز ہیں جبکہ ہمارے مالی حالات بھی اچھے نہیں ہیں۔ کرائے کا گھر ہے۔ پلمبری تو ہوائی روزی ہے۔ میں سلائی کرتی ہوں۔ باباجی! غصہ تو ہر آدمی کرتا ہے لیکن میرے شوہر کے ساتھ الگ ہی مسئلہ ہے' وہ دیکھتے ہیں کہ ہر مہینے ہم پر قرضہ چڑھ جاتا ہے۔ ان کی ہوائی روزی ہے' کبھی ملتی ہے' کبھی نہیں لیکن پھر بھی میری سلائی کو برا کہتے ہیں۔ باباجی! کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے تو بہتر ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے خود محنت کرلے۔ سلائی کی صورت ایک ہنر میرے ہاتھ میں ہے' میں نے تین سال پہلے بھی سلائی چھوڑ دی تھی لیکن قرضہ بہت چڑھ گیا تھا۔ میرا گھر چلانے کے لیے میری بہن میری مدد کرتی تھی مگر مجھے بہت شرم آتی تھی۔ آپ یقین کریں' پچھلے سال عید پر بچوں کی کوئی چیز نہ خرید سکے۔ میرے شوہر نے گھر کے حالات دیکھتے ہوئے مجھے دوبارہ سلائی کی اجازت اپنی مرضی سے دے دی لیکن اب بھی جب وہ غصے میں آتے ہیں تو میری سلائی مشین اٹھا کے پھینک دیتے ہیں حالانکہ میں سلائی والا کام کرنے کے باوجود گھر صاف رکھتی ہوں' کھانا بھی وقت پر تیار رکھتی ہوں' شکایت کا کوئی موقع نہیں دیتی لیکن مجھے لگتا ہے کہ اُن کو یہ دیکھ کر شرمندگی ہوتی ہے کہ میری بیوی گھر چلانے کے لیے سلائی کرتی ہے۔ باباجی! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتایئے کہ میرے شوہر کا غصہ کم ہو جائے اور وہ یہ بات سمجھ لیں' میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں دونوں کو مل کر گھر چلانا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے ایسی کوئی دُعا بتایئے جس کے پڑھنے سے میرے شوہر کی آمدنی میں برکت اور اضافہ ہو جائے تاکہ میں سلائی چھوڑ دوں۔ میں اپنی خوشی سے تو انہیں ناراض نہیں کرتی۔ باباجی! آپ اپنی بیٹی کو دُعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھا کریں۔ میں یہ باتیں ماں باپ' بہن بھائی سے نہیں کرسکتی ہوں' آپ سے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا ہے۔ مجھے جواب رسالے ہی میں دیجیے گا۔

☆ بیٹی فردوس! خوش رہو۔ نماز کی پابندی کرو اور دُرود شریف بہت پڑھو۔ مندرجہ ذیل آیت ہر نماز کے بعد 700 بار پڑھو۔ مدت 2 ماہ ہے۔

(آیت)

□ مسز احمد۔ (ڈیفنس) کراچی۔

o باباجی! میں آپ کی خدمت میں پہلے بھی بہت دفعہ حاضر ہوئی ہوں۔ میں ''سچی کہانیاں'' میں آپ کا یہ کالم 1990ء سے پڑھ رہی ہوں۔ باباجی! میری شادی میرے خالہ زاد سے ہوئی ہے' جس دن سے میری شادی ہوئی ہے' پریشانیوں نے گھر کا رستہ دیکھ لیا۔ میرے دو بچے ہیں مگر میرے شوہر کا کوئی مستقل کام نہیں ہوتا۔ محنت بہت کرتے ہیں' ہر قسم کا کام کرتے ہیں' جو بھی کوئی بتائے مگر ہوتا ہوتا کام بگڑ جاتا ہے۔ کبھی گارمنٹ کا کرتے ہیں' کبھی کوئی اور مگر جب کام مکمل ہو جاتا ہے' پیسے ملنے ہوتے ہیں تو عین وقت پر بات بگڑ جاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی رکاوٹ ہے۔ اِن کے 3 بھائی اور ہیں' سب اچھا کماتے ہیں۔ ہمارے ہی حالات بہت

www.pakistanipoint.com

خراب ہیں۔ سب بھائی اور اُن کے بچے ہم سے اور ہمارے بچوں سے برا سلوک کرتے ہیں۔ بچے بھی اب تو سوالات کرتے ہیں۔ دن رات اللہ سے دُعا کرتی ہوں۔ میرے شوہر تو رو رو کر اللہ سے دُعا کرتے ہیں۔ اب تو پتا نہیں کیا ہوگیا' نماز بھی پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔ اللہ کے کرم سے گزشتہ دنوں میرے شوہر کی ایک جگہ نوکری لگی ہے مگر تنخواہ اتنی کم ہے کہ آدھے مہینے میں ہی ختم ہوجاتی ہے پھر بڑی مشکل سے دن نکلتے ہیں۔ پلیز' باباجی! آپ کوئی ایسا سریع الاثر وظیفہ بتا دیں کہ یا تو میرے شوہر باہر چلے جائیں یا یہاں رہ کر اتنا کما لیں کہ عزت کے ساتھ رہ سکیں اور قرض بھی ادا ہو جائے۔ بال بال قرض میں جکڑا ہوا ہے۔ میرے شوہر نوکری سے آ کر دوسرا کام کرتے ہیں مگر وہی کہ کوئی کام ہو کر نہیں ہوتا۔ آپ پلیز' بتائیں کہ کسی نے کچھ کروایا تو نہیں ہے؟ میرے شوہر بہت چڑچڑے ہوگئے ہیں' ہر وقت میرے اور بچوں پر غصہ کرتے ہیں۔ آپ جلد از جلد شمارے میں میرے مسئلے کا حل اور وظیفہ عنایت کریں۔ اللہ آپ کو اَجر دے گا۔ ہم نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا مگر سب ہمارا دل دکھاتے ہیں۔ ہمارے لیے خصوصی دُعا کریں۔ یہ بتائیں' کسی نے کچھ کروایا تو نہیں؟ کیونکہ میری شادی بڑی مخالفت کے بعد ہوئی تھی۔ جلد از جلد جواب دیں۔ آپ کی دُعاؤں کی طالب ہوں۔

☆ نمازِ عشاء کے بعد 300 بار پڑھو اور دُعا کرو۔ بیٹی! اللہ پر مکمل بھروسہ رکھو' وہ ہم سے زیادہ ہمیں چاہتا ہے۔

☐ نور بی بی۔ کھاریاں۔

○ محترم باباجی! آداب! آپ نے میرے پہلے خطوط کا بھی جواب نہیں دیا۔ میں ایک لڑکے کو بہت چاہتی ہوں' اس کے علاوہ میں کسی اور لڑکے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ آپ کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ اس کے گھر والے رشتہ لے کر آئیں اور میری شادی بھی اسی لڑکے سے ہو۔

☆ بیٹی نور! ان خطوط کے جواب ممکن نہیں ہوتے جن میں نام اور شہر تحریر نہیں ہوتے۔ نماز کی پابندی رکھو اور نمازِ عشاء کے بعد سورۃ الصافات آیات 11, 10, 9' 101 مرتبہ پڑھ کر حاجت بیان کرو۔ یہ وظیفہ نہایت پابندی کے ساتھ 14 دن تک کرو۔ وظیفہ مکمل ہونے کے بعد کچھ رقم ضرور خیرات کر دینا۔ خیال رہے' 14 دن تک کوئی نماز قضا نہ ہو ورنہ حاجت قبول نہ ہوگی۔

☐ آصفہ۔ جہلم۔

○ محترم باباجی! آپ ''سچی کہانیاں'' میں لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں۔ آپ جیسے نیک اور خداترس لوگوں سے دنیا آباد ہے۔ میری نند کا ایک مسئلہ ہے۔ اس کی شادی جون ۲۰۰۸ء میں ہوئی تھی۔ خاوند اس کا کینیڈا گیا ہوا ہے۔ ساس نے بیٹے کے جاتے ہی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ہر وقت لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ اس کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ جانے سے پہلے اس کے خاوند نے کہا تھا کہ وہاں بلوا لوں گا تو میری نند نہیں مانی کہ ساس اکیلی رہ جائے گی لیکن حالات اب اتنے خراب ہیں کہ میری نند چاہتی ہے کہ خاوند جلدی سے بلوا لے تاکہ زندگی میں کچھ سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہو۔ خدا کے لیے' آپ کوئی جلدی اثر کرنے والا وظیفہ بھیج دیں۔

☆ بیٹی آصفہ! اللہ تمہیں خوش اور آباد رکھے۔ نمازِ فجر اور عشاء کے بعد 21-21 بار سورۃ فاتحہ پڑھ کر حاجت بیان کرو۔ وظیفہ نہایت پابندی کے ساتھ ڈیڑھ ماہ تک کرو۔ اللہ کرم کرے گا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

آپ کی ڈائری

یہ ہے آپ کی پسند، آپ کا انتخاب

قارئین

فرمان الٰہی

اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد پھر گمراہی میں مبتلا کردے جب تک ان لوگوں کو صاف صاف نہ بتادے کہ انہیں کن چیزوں سے بچتے رہنا چاہیے۔ درحقیقت اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ بے شک وہ اللہ ہی ہے جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اسی کے اختیار میں زندگی اور موت ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ تو کوئی حامی ہے اور نہ مددگار ہے۔ (التوبہ:116-115)

سنہری باتیں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ جو شخص نماز فجر نہیں پڑھے گا اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی۔

☆ جو نماز ظہر ترک کرے گا اس کے قلب میں نور نہ ہوگا۔

☆ جو نماز عصر ترک کرے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی۔

☆ جو نماز مغرب سے غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہوگی۔

☆ جو عشاء کی نماز ادا نہ کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہوگا۔

مرسلہ: صبیحہ ناظم۔ کوہاٹ

اللہ یہاں ہے

ایک امیر شخص اللہ کی ہستی کا اتنا منکر ہوا کہ اس نے دیوان خانے میں موٹے موٹے حروف میں یہ فقرہ لکھوایا۔

GOD IS NO WHERE

یعنی ''اللہ کہیں نہیں ہے'' ایک دن وہ شخص بیمار ہوگیا تو اس کی عیادت کے لیے اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا بچے نے جب وہ فقرہ دیکھا تو بلند آواز کے ساتھ اس طرح پڑھا۔

GOD IS NOW HERE

یعنی ''اللہ یہاں ہے'' یہ سن کر امیر شخص چونکا اس نے سوچا جو فقرہ میں نے اللہ کا انکار کرنے کے لیے لکھا تھا اس فقرے سے اللہ نے ایک بچے کی زبان سے اپنے وجود کا احساس دلا دیا۔ الفاظ وہی رہے مگر پڑھنے سے مفہوم بدل گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔

مرسلہ: روزینہ فرحان۔ ڈسکہ

عمر

ایک شخص اپنی مہم کی داستان اپنے دوستوں کو سنا رہا تھا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"بڑا ہی نازک لمحہ تھا جب مجھے اور میری بیوی کو آدم خور قبائل نے روک لیا تھا۔ جب قبائلیوں کے سردار نے ہمیں دیکھا تو کہنے لگا۔"

"میں چالیس سال سے زیادہ عمر کے انسانوں کو نہیں کھاتا۔"

"یہ زندگی کا پہلا موقع تھا جب میری بیوی نے اپنی صحیح عمر بتائی تھی۔"

پرنس افضل شاہین۔ بہاولنگر

غزل

جب بھی دہرائے فسانے دل کے
جاگ اٹھے زخم پرانے دل کے
ہم سے ملنا ہے تو گھل مل کے ملو
بیت جائیں نہ زمانے دل کے
اُس سے مل کر بھی نہ ملنا اُس سے
یاد آتے ہیں بہانے دل کے
مسکراتی ہوئی آنکھوں والے
لوٹ لیتے ہیں خزانے دل کے
ہم نے کب اُس کو نہ چاہا محسن
ہم نے کب قول نہ مانے دل کے

شاعر: محسن نقوی' انتخاب غلام مرتضیٰ علوی

اپریل فول

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اس نے زندگی کے تمام شعبہ جات کے لیے اپنے ماننے والوں کو بہترین اور عمدہ اصول و قوانین پیش کیے ہیں۔ اخلاقی زندگی ہو یا سیاسی' معاشرتی ہو یا اجتماعی اور سماجی ہر قسم کی زندگی کے ہر گوشہ کے لیے اسلام کی جامع ہدایات موجود ہیں اور اسی مذہب میں ہماری نجات مضمر ہے مگر آج ہمارے معاشرے میں یہود و نصاریٰ اور یورپ کی تقلید غالب ہے اور ہم مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ یورپی تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت نے مسلمانوں کی زندگی کے مختلف شعبوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی میں انگریزی تہذیب کے بعض ایسے اثرات بھی داخل ہو گئے ہیں جن کی اصلیت و ماہیت پر مطلع ہونے کے بعد ان کو اختیار کرنا انسانیت کے قطعاً خلاف ہے۔ مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ان اثرات پر مضبوطی سے کاربند ہے۔ حالانکہ قوموں کا اپنی تہذیب و تمدن کو کھو دینا اور دوسروں کے طریقہ رہائش کو اختیار کر لینا ان کے زوال اور خاتمہ کا سبب ہوا کرتا ہے۔

مذہب اسلام کا اپنے متبعین سے مطالبہ ہے۔

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے راستے پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (القرآن)

یہود و نصاریٰ کی جو رسم ہمارے معاشرے میں رائج ہوتی جا رہی ہیں اسے 'اپریل فول' کا نام دیا جاتا ہے۔ اس رسم کے تحت یکم اپریل کو جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دینا ہے۔ مذاق کے نام پر بے وقوف بنانا اور اذیت دینا نا صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے۔ پھر جو شخص جتنی صفائی اور چابکدستی سے دوسرے کو جتنا بڑا دھوکہ دے۔ اس کو اتنا ہی ذہین قابل تعریف اور یکم اپریل کا صحیح فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔

یہ رسم اخلاقی' شرعی اور تاریخی ہر اعتبار سے خلافِ مروت' خلاف تہذیب اور انتہائی شرمناک ہے۔ نیز عقل و نقل کے بھی خلاف ہے۔ اس رسم کی ابتدا کیسے ہوئی اس بارے میں مورخین کے خیالات مختلف ہیں۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے قبل سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی وینس کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ماں نمبر

'**ماں**' دنیا کا سب سے پیارا رشتہ

'**ماں**' وہ لفظ جس پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں مگر پھر بھی اُس کی حرمت کا حق ادا نہ ہو

'**ماں**' محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر

'**ماں**' جنت کا راستہ

دنیا بنانے والے نے زمین پر ہی جنت اتار دی جس کو ہم سب ماں کہتے ہیں۔ تو آیئے **ماں** کی محبت کے بارے میں چند الفاظ لکھ کر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

مزاح نمبر

مزاح لکھنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے

اسی لیے مزاح نگار انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے اندر مشتاق احمد یوسفی یا انور مقصود جیتے ہیں تو قلم اٹھایئے اور ایک شاندار مزاحیہ کہانی تحریر کر دیجیے، بہترین کہانی لکھنے والے کو 5,000 کیش ہمراہ سرٹیفکیٹ دیا جائے گا۔

(بہترین کہانی کے فیصلے کا اختیار ادارے کے پاس ہوگا)

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھے۔ اس لیے خوشی میں اس دن کو جشن کے طور پر منایا کرتے تھے۔ اور خوشی کے اظہار کے لیے آپس میں ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے پھر رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے یہ رسم اپریل فول کی شکل اختیار کرتی چلی گئی۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس رسم کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ 21 مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنا شروع ہوجاتی ہیں ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ اس طرح کے مذاق کرکے ہمیں بے وقوف بنارہی ہے لہٰذا اس زمانے میں لوگوں نے بھی ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کردیا۔

ایک تیسری وجہ انیسویں صدی عیسوی کی معروف انسائیکلوپیڈیا 'لاروس' نے بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرلیا اور رومیوں کی عدالت میں پیش کای تو رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا ان کو پہلے یہودی سرداروں کی عدالت میں پیش کیا گیا پھر وہ انہیں پیلاطس کی عدالت میں فیصلے کے لیے لے گئے پھر پیلاطس نے ان کو ہیرودیس کی عدالت میں بھیج دیا اور بالآخر ہیرودیس نے دوبارہ فیصلہ کے لیے ان کو پیلاطس ہی کی عدالت میں بھیج دیا لوتھا کی انجیل میں اس واقعے کو نقل کیا گیا ہے۔

لاروس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا مقصد بھی ان کے ساتھ مذاق کرنا اور تکلیف پہنچانا تھا اور یہ واقعہ بھی یکم اپریل ہی کو پیش آیا۔ اس لیے اپریل فول کی رسم درحقیقت اسی شرمناک اور افسوسناک واقعے کی یاد گار ہے۔

یہ رسم قطعاً اس قابل نہیں کہ اس کو اپنایا جائے کیونکہ اس کا رشتہ یا تو کسی توہم پرستی سے جڑا ہوا ہے یا کسی گستاخانہ نظریے اور واقعے سے منسوب ہے۔ اس کے علاوہ یہ رسم اس لیے بھی قابل ترک ہے کہ یہ جھوٹ اور ناحق مذاق ہے۔ دھوکہ دینا اور دوسروں کو اذیت پہنچانا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ جو کوئی ایسا کرے گا کئی گناہوں کا مرتب ہوگا۔ (ضیائے مصطفیٰ)

ایم حسن نظامی۔ قبولہ شریف

حیوان ناطق

آہنی زرہ پوش اسٹیمر سمندر کی متلاطم چھاتی پر پڑا تھا۔ ستاروں کی ٹھنڈی شعاعیں پانی پر اپنا عکس ڈال رہی تھیں۔ سیاہ بدلیوں سے گنجان فلک جیسے ساحلی چٹانوں کی طرح لپکتا تھا اور بپھری موجیں بلند ہوکر ساحلی چٹانوں پر اس طرح اپنا سر پٹختی تھیں جیسے انہیں اپنی ضربوں سے اٹھا کر آسمان سے گلے ملنے پر مجبور کردیں گی۔ دن کے وقت نیلی وسعت کے سفید بادل جو خوابیدہ پھولوں کی طرح بے کنارا آسمان کے ہر چپے کو 'چمن زار جناں' بنا رہے تھے' اب رات کے وقت 'گھٹا بار' بلندی سے جھانکتے چاند کی سحر کار ضوفشانی سے کسی داغدار چادر کی طرح آسمان کے جسم سے چھنتے جارہے تھے۔ بادتند' کے جھکڑ جو کچھ دیر پہلے سمندر کے اندھیرے سینے میں سوتے ہوئے دھارے جگانے کا سبب بن رہے تھے۔ موج تسنیم بن گئے' ان گنت برسوں کے حوادث اپنے شکم میں لیے خاموشی سے بہتا سمندر ایک بار پھر احتجاجاً پرشور ہوا جب 'کوہ وقار' اسٹیمر کے نزدیک آجانے پر اپنی کمین گاہ میں چھپے بحری قذاق نکلے اور کسی چیتے کی طرح اسٹیمر پر چڑھ دوڑے۔ انہوں نے مالکوں کو بے دردی سے موت کی نیند سلانا شروع کردیا۔

موجوں نے پھر کروٹ بدلی اور ساحل کے خوابیدہ کنارے جاگ اٹھے۔ پر احتجاج سمندر کی

www.pakistanipoint.com

بپھری موجوں نے ساحلی چٹانوں کا رخ کیا اور ایک مہیب آواز کے ساتھ سر پٹک کر اپنی موت آپ مر گئیں۔

انسان وحشی رہا' سمندر پھر ساکت' شاید سوچ رہا ہو کہ......

"ہر موج کا یہی مقدر ہے اور ہر لہر کا یہی نصیب' انسان حیوان ہی ہے' کیا عجب ہے کہ ناطق ہے۔"

عالی مان آفاقی

کراچی کا موسم

صبح 6 بجے......سخت سردی
صبح 8 بجے......سردی
10 بجے......خنکی
12 بجے......گرمی
دوپہر 2 بجے......سخت گرمی
سہ پہر 4 بجے......تپش
شام 6 بجے......عجیب سا موسم
8 بجے......خنکی
10 بجے......ٹھنڈ
رات 12 بجے......سردی

لوگ پورے سال میں جو موسم دیکھتے ہیں ہم ایک دن میں دیکھ لیتے ہیں

زوبیہ۔کراچی

خطرناک غلطیاں

☆......اپنا راز کسی کو بتا کر اُس کو پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔

☆......گناہ اس نیت سے کرنا کہ چند مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا۔

☆......اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیے کا امیدوار ہونا۔

☆......انسان کے متعلق ظاہری شکل وصورت دیکھ کر رائے قائم کرنا۔

☆ اپنے والدین کی خدمت نہ کرنا اور اپنی اولاد سے خدمت کی توقع کرنا۔

☆ جو کام خود سے نہ ہو سکے سب کے لیے ناممکن سمجھنا۔

☆ بے کاری میں آئندہ کے لیے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش ہونا۔

☆ اپنے آپ کو سب سے عقلمند سمجھنا۔

نظام رسول۔فیصل آباد

بیگن کو ہوش آ گیا...

سبزی والا سبزی پر پانی چھڑک رہا تھا۔کافی دیر تک ایسا کرتا رہا۔

خریدار کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بولا۔

"بھائی صاحب! اگر بینگن کو ہوش آ گیا ہو تو ایک کلو تول دیں۔"

سعادت شیخ۔پشاور

معلومات

❁ دنیا میں سب سے زیادہ سونا برازیل میں پایا جاتا ہے۔

❁ دنیا میں سب سے زیادہ ہیرے برازیل میں پائے جاتے ہیں۔

❁ دنیا میں سب سے زیادہ جھونپڑیاں برازیل میں پائی جاتی ہیں۔

❁ دنیا میں سب سے زیادہ کپاس مصر میں پیدا ہوتی ہے۔

❁ دنیا میں سب سے زیادہ گنا کیوبا میں پیدا ہوتا ہے۔

❁ دنیا میں سب سے زیادہ چاندی میکسیکو میں پائی جاتی ہے۔

❁ دنیا میں سب سے زیادہ سگریٹ نوشی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

”سچی کہانیاں / دوشیزہ“ اب گھر بیٹھے حاصل کیجیے

ادارہ ’سچی کہانیاں‘ اپنے قارئین کی سہولت کے لیے دفتر میں ایک ڈیسک قائم کر رہا ہے۔ آپ کو اگر ’سچی کہانیاں‘ ملنے میں دشواری ہے تو بذریعہ فون یا میسیج ہمیں مطلع کریں آپ کہیں بھی رہتے ہیں ادارہ آپ کے گھر کے پتے پر بذریعہ وی پی ’سچی کہانیاں‘ ارسال کرے گا اس طرح آپ اور آپ کے پیارے ’سچی کہانیاں‘ کے درمیان جو دوریاں پیدا کر دی جاتی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی۔ ’سچی کہانیاں‘ اب گھر بیٹھے حاصل کیجیے۔

فوری رابطہ 021-35893121-22-23

موبائل نمبر 0309-0364564

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

امریکہ میں ہوتی ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ گندم روس میں پیدا ہوتی ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ ناریل انڈونیشیا میں پایا جاتا ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ مکئی امریکہ میں پیدا ہوتی ہے۔

مرسلہ: ظفر اقبال۔ کراچی

انار

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انار میں کم از کم ایک قطرہ جنت کے پانی کا ہوتا ہے۔

انار بے شمار بیماریوں کا علاج ہے یہ معدے اور جگر کی کمزوری کو دور کر کے خون میں اضافہ کرتا ہے اور جسم کو توانائی بخشتا ہے۔

یہ سردتر پھل ہے پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے۔ معدے کی خرابیوں کو دور کرتا ہے انار سے دل کو تقویت ملتی ہے۔ میٹھا انار حلق سینہ اور کھانسی کے لیے بہت مفید ہے۔

انار کا شربت قے ہچکی' ابکائی' کھٹی ڈکاریں اور یرقان جیسی بیماریوں میں بہت فائدہ دیتا ہے۔

انار کھانے سے بھوک خوب لگتی ہے۔ یہ غذا کو جلد ہضم کرتا ہے۔ اسے کثرت سے استعمال کیا جائے تو چہرے پر سرخی دوڑنے لگتی ہے انار خون کو صاف بھی کرتا ہے لیکن یہ کسی حد تک قبض بھی کرتا ہے۔

مرسلہ: یحییٰ نوید۔ سکھر

باعثِ ترقی

کمپنی کے منیجر نے نوعمر چپراسی لڑکے پر برہم ہوتے ہوئے کہا: ''ایک مہینے کے دوران تم نے آج تیسری مرتبہ جھوٹ بولا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہماری کمپنی میں جھوٹوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟''

''جی ہاں جناب۔'' لڑکے نے سر ہلایا۔

''جب وہ جھوٹ بولنے میں ماہر ہو جاتے ہیں تو انہیں سیلز مین بنا کر کاؤنٹر پر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔''

مرسلہ: دانش صنوبر۔ کمالیہ

مضبوطی

یکسوئی سے کام کر کے کمزور سے کمزور انسان بھی کچھ کر کے دکھلا سکتا ہے مگر منتشر طبع شخص مضبوط اور طاقتور ہونے کے باوجود بھی بہت سے اطراف سے اپنا دھیان ہٹانے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔

پانی کا ایک قطرہ کسی جگہ لگاتار ٹپکتا رہے تو آخر کار وہ ایک مضبوط چٹان میں بھی سوراخ کر دیتا ہے لیکن جلد باز لہریں زور و شور سے آتی ہیں اور چٹان سے گزر جاتی ہیں اور اُن کا نشان تک پیچھے نہیں رہتا۔

مرسلہ: شبانہ مبین۔ کوئٹہ

یادوں کے سہارے

ہر انسان کی زندگی میں ہزاروں لوگ آتے ہیں اور ہزاروں ساتھ چھوٹ جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ اتنے اچھے ہوتے ہیں کہ ان کے تھوڑے وقت کا ملن برسوں کی جدائی کو بھلا دیتا ہے ان کا مختصر سا ساتھ ایک لمبی یاد بن کر دل میں بس جاتا ہے ان کی گفتگو اور دلنواز باتیں اور یادیں ہمیشہ تڑپاتی ہیں۔ یہی لوگ اپنی یادوں کے اتنے گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں کہ دن ہو یا رات بہار ہو یا خزاں سخت گرم دوپہر میں ہوں یا یخ بستہ سرد راتیں انسان انہیں اپنے دل کے قریب پاتا ہے اور دل کے تنہاں گوشوں میں بسا ہوا محسوس کرتا ہے اگر یہ نہ بھولنے والے لوگ مخلص باوقار اور مرقع اخلاق ہوں تو زندگی بن جاتی ہے۔

مرسلہ: ثمینہ بی بی۔ چیچہ وطنی

سچی کہانیاں ملنے میں اگر دشواری ہے تو ان نمبرز پر رابطہ کیجیے

کراچی ایجنٹ	0300-2680248	
لاہور ایجنٹ	042-37249813	0300-4009578
راولپنڈی	051-5765665	0345-5058891
ملتان	061-4586533	0300-6301461
حیدرآباد	022-2780128	0321-3060477
پشاور	091-2212515	0344-9290185
فیصل آباد	0300-6698022	041-8503629
نواب شاہ	0244-362138	0344-3445464
الفتح نیوز ایجنسی، سکھر	0300-9313528	071-5613548

نمائندہ خصوصی

جاوید راہی	0300-9479844	اوکاڑہ
ارشد اقبال چوہان	0300-9657926	فیصل آباد/جڑانوالہ
عبدالغفار عابد	0300-4319264	چیچہ وطنی/ساہیوال
مور شاہد	0301-2868143	قمبر/شہداد کوٹ
مجید احمد جائی	0301-7472712	ملتان
چوہدری یاسر وکی	0303-3334464	دیپالپور

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

شعر و سخن

نظم

کتنے سادہ ہیں ہم کتنے ناداں بھی ہر سراب
ہر جھوٹ کو سچ سمجھتے ہیں ہر دھوکے میں آجاتے ہیں
جب آنکھ کھلی تو یہ راز بھی کھلا
یہاں محبت کھیل تماشا ہے
وفا کا کوئی مول نہیں
یہاں سب جذبے فقط وقتی ہیں
ہر ذات پہ ہے ایک خول چڑھا
تو پھر کیسا دل لگانا یہاں؟
کیوں ہر بات پر دل مرجھانا یہاں؟
گر دب ہے ساتھ ہمارے
تو کس بات پہ ہے دل اُداس ہمارا؟
سچ فقط بس ایک رب کی ذات ہے
جو ہے اس سے جڑا وہی بس سچ ہے
باقی سب سب سراب ہے
یہ شکر کرو کہ راز کھلا
یہ حمد کرو کہ ساتھ ملا
عیاں اگر دنیا کا راز ہوا ہے یہ محبت کا حق ادا ہوا ہے
منکشف تجھ پہ یہ رب کی ذات ہوئی ہے
جو رب سے تجھ کو ملا گئی ہے

شاعرہ: انابیہ رحمٰن۔ ڈیرہ غازی خان

غزل

میرے دل کی سرزمین کو سورج سے جدا کیجیے
گر یہی راحت ہے آپ کے لیے تو جایئے مزا کیجیے
خوفِ تنہائی تھا، ورنہ محبت تو کچھ بھی نہیں
جایئے میرے مہرباں اب حق جفا ادا کیجیے
لذتِ الفت کی چاہ کہاں ہم کو
فقط میرا جو خواب ہے اُسے تو میرا کیجیے
دل بنجر پر اک بوند گرا کر چل دیے
میرے بحر تھے جو وفاؤں کے وہ تو ادا کیجیے
سلسلے میں سبھی آرزو تک ہی ہیں موقف
آرزو کے آگے جستجو کے بعد منزل عطا کیجیے
حال روح اس قدر گھمبیر ہے نگین
کہے ہے مجھ خدارا اس جہاں سے قضا کیجیے

شاعرہ: نگین افضل وڑائچ۔ شادیوال، گجرات

غزل

ہم سے تو کسی کو بھی ستایا نہیں جاتا
اپنوں کو بلندی سے گرایا نہیں جاتا
چاہت کو کبھی اپنی رُلایا نہیں جاتا
الزام کبھی جھوٹا لگایا نہیں جاتا
ہم اپنی طبیعت سے ہیں مجبور یقیناً
چاہیں بھی تو احسان جتایا نہیں جاتا
اللہ کی مدد شامل احوال نہ ہو تو
بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا نہیں جاتا
یہ بات تو سچ تم نے کہی ہے مرے ہمدم
بس جائے جو دل میں وہ بھلایا نہیں جاتا
مشکل ہے بہت راہِ محبت بھی کٹھن ہے
اب مجھ سے ترا پیار نبھایا نہیں جاتا
چپ رہ کے شگفتہ نے اُسے ایسی سزا دی
ہر بار تو شور مچایا نہیں جاتا

شاعرہ: شگفتہ شفیق۔ کراچی

غزل

اس بے وفا سے کہنا ایک یار تھا تمہارا
تم زندگی تھی اس کی وہ پیار تھا تمہارا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تم خوابوں میں خیالوں میں رہتے تھے اس کے
تم جان تھے اس کی وہ دلدار تھا تمہارا
یاد کرو وہ پل وہ دن وہ راتیں
تم ابتدا تھے اس کی وہ آغاز تھا تمہارا
دو پل جدائی کے کٹتے نہ تھے جانتے تھے
تم سر تھے اس کی وہ ساز تھا تمہارا
دیکھ اے عادی اس کی محبت کا تکازہ
تم ہوگئے کسی او کے وہ آج بھی ہے تمہارا
شاعر: محمد نوید شہزاد۔ روڈہ تھل

غزل

ایک بار میری سمت محبت کی نظر کردے
پھر چاہے مجھے تو ملک بدر کردے
بن تیرے دکھائی نہ دے کچھ بھی مجھ کو
ایسا تو میری آنکھوں پہ گہرا اثر کردے
بہتر نہیں کوئی بھی عبادت اس سے
دل کی دنیا میں اک نئی سحر کردے
تجھے دیکھ کے میں چین سے سو نہ سکوں
کبھی ہاتھ رکھ کے رات میرے سینے پہ بسر کردے
آسیب کے سائے کا گمان ہے میرے گھر میں
شہر کے لوگوں کو میرے انتہائے عشق کی خبر کردے
شاعر: عثمان غنی۔ پشاور

غزل

لکھتا تھا کبھی وہ ہاتھ پہ مہندی سے میرا نام
حد تو یہ ہے کہ اب وہ نام بھی سننا گوارا نہیں کرتا
دیکھتی رہتی ہیں مجھے وہ پتھر آنکھیں
بھولے سے بھی کبھی اک اشارہ نہیں کرتا
مچل جاتا تھا کبھی وہ میری ایک آہ پر
وقتِ آخر ہے مگر وہ نظارہ نہیں کرتا
دل کے جلنے کی خوشبو تو ہر سو پھیل گئی
چہرہ ڈھانپ کے رکھتا ہے مجمل اشارا نہیں کرتا
کہنے لگا وہ میری قبر پر ایک دن آ کے
جھوٹی محبت میں یوں کوئی ہارا نہیں کرتا
شاعر: ڈاکٹر حمامین۔ قاپلپور

غزل

نظر میں اس کی ہے ہر کوئی حقیر
دیکھ نہیں سکتا وہ اپنی آنکھ کا شہتیر
توڑ دیا اُس نے رشتہ وفا مجھ سے
سمجھتا ہے وہ نادان مجھ کو اک فقیر
اک سانس تھی لٹا دی وہ بھی چاہ میں
بدل پھر بھی نہ پائی ہماری تقدیر
خاموش بیٹھا ہوں غم دل چھپائے ہوئے
کہ ہو نہ جائے خواہ مخواہ ہماری تشہیر
کوئی بھی نہ رہا ہم سفر زندگی میں ولسن
اب خدایا تُو ہی بتا کوئی تدبیر
شاعر: راکی ولسن ساگر۔ سیالکوٹ

غزل

جب ہوگئی تم سے میری دنیا تہہ و بالا
اب ایک جہاں زیر و زبر ہو تو مجھے کیا
جب خاک بھی باقی نہ رہی میرے قلب وجگر کی
تم میرے لیے اب خاک بسر ہو تو مجھے کیا
میرا دل ہے ویراں کبھی اُجالا بھی نہ ہوگا
تم میرے لیے اب شمس و قمر ہو تو مجھے کیا
زندگی کی ہر رات ہے میری شب فرقت
اب اس شب کی سحر ہو تو مجھے کیا
دعا ہے کہ بن میرے گزر جائے کسی
آصف یوں بھی کسی کی نہ گزر ہو تو مجھے کیا
شاعر: ڈاکٹر عبدالوحید آصف۔ قاپلپور

☆☆.....☆☆

Waqar Azeem
www.Pakistanipoint.com

سچی کہانیاں ملنے میں اگر دشواری ہے تو ان نمبرز پر رابطہ کیجیے

کراچی ایجنٹ	0300-2680248	
لاہور ایجنٹ	042-37249813	0300-4009578
راولپنڈی	051-5765665	0345-5058891
ملتان	061-4586533	0300-6301461
حیدرآباد	022-2780128	0321-3060477
پشاور	091-2212515	0344-9290185
فیصل آباد	0300-6698022	041-8503629
نواب شاہ	0244-362138	0344-3445464
الفتح نیوز ایجنسی، سکھر	0300-9313528	071-5613548

نمائندہ خصوصی

جاوید راہی	0300-9479844	اوکاڑہ
ارشد اقبال چوہان	0300-9657926	فیصل آباد/جڑانوالہ
عبدالغفار عابد	0300-4319264	چیچہ وطنی/ساہیوال
مور شاہد	0301-2868143	قمبر/شہداد کوٹ
مجید احمد جائی	0301-7472712	ملتان
چوہدری یاسر وکی	0303-3334464	دیپالپور

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پاکستانی شوبز

شوبز سے جڑی تہلکہ خیز خبریں.....

اور نئی ریلیز.....

حماد زیدی

PSL

2020ء کی سب سے اچھی خبر ہے کہ PSL مکمل طور پر پاکستان میں ہو رہا ہے یہ الگ بات ہے

کہ افتتاحی تقریب چاند پر ہوتی محسوس ہوئی کیونکہ اندھیرا اتنا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی تو نہ دیتا تھا تو پھر اسٹیج پر پرفارم کرنے والے کیا خاک نظر آتے لیکن کوئی بات نہیں اہمیت تو اس بات کی ہے کہ پاکستانی اب اپنے پسندیدہ ترین کھیل اور اپنی لیگ کے تمام میچز اپنے شہروں میں دیکھ سکیں گے اور ان کا حصہ بھی بن سکیں گے۔ ٹکٹ آن لائن بھی دستیاب ہیں' لہٰذا سوچیے مت تیار ہو جایئے اپنی پسندیدہ ٹیم اور کھلاڑی کا استقبال کرنے کے لیے۔

اُف یہ انگریزی

عمر اکمل کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کبھی بھی کچھ بھی کر سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے ابھی کچھ دن قبل اپنی اور عبدالرزاق کی تصویر کے نیچے کیپشن کے

ساتھ کیا۔

"Mother From Another Brother"

جلد ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا مگر لوگوں

www.pakistanipoint.com

نے اس کیپشن کے اسکرین شارٹ لے کر ان کا خوب مذاق اڑایا اور اب PSL کے شروع ہوتے ہی PCB نے ان کے ساتھ ہاتھ کر دیا۔ لہٰذا اس بار ہم عمر اکمل کو کوئٹہ گلیڈیٹرز کے لیے کھیلتے ہوئے نہیں دیکھ پائیں گے۔ مگر امید کرتے ہیں کہ اس قومی ہیرو کو بطور فلمی ہیرو ضرور دیکھیں گے۔

سبکی

راوی بتاتا ہے کہ ڈرامہ سیریل عہد وفا کی

آخری قسط بھی شاید سینما گھروں میں دکھائی جائے۔ 'میرے پاس تم ہو' کے بعد عہد وفا والے بھی کچھ ایسا ہی سوچ رہے ہیں۔ بھئی ہمارا تو مشورہ ہوگا ایسا صرف سوچیں عملی جامہ نہ پہنائیں ورنہ کافی سبکی ہوگی۔

ایک اور جیکسن

مائیکل جیکسن کے بھانجے جعفر جیکسن آج کل

پاکستان کے دورے پر ہیں۔ انہیں اسلام آباد اور لاہور بے انتہا اچھا لگا اور خاص طور سے کھانے تو بہت ہی پسند آئے۔ جعفر جیکسن نے کراچی کے مضافاتی علاقے کا دورہ کیا اور وہاں اسکول کے بچوں میں بیگ تقسیم کیے۔ وہ کہتے ہیں کہ بچوں کے چہرے پر موجود مسکراہٹ ان کے لیے اثاثہ ہے۔ جعفر جیکسن ابھرتے ہوئے گلوکار ہیں جو امریکہ کے شہر لاس اینجلس میں پیدا ہوئے اور لیجنڈری سنگر مائیکل جیکسن کے بھانجے ہیں۔ وہ جلد اپنا کانسرٹ کرنے پاکستان پھر آئیں گے۔

بے ہودگی کی اعلیٰ مثال

علی گل پیر اسلام آباد میں ہونے والے فیسٹیول

میں بدانتظامی پر پھٹ پڑے ان کا کہنا تھا کہ اس طرح کے ایونٹ دنیا بھر میں ہوتے ہیں مگر اس قدر بدتمیزی اور بے ہودگی کہیں نہیں ہوتی۔ فیسٹیول میں آنے والی خواتین کی جس طرح بے حرمتی کی گئی اس کی مثال نہیں ملتی۔ فیسٹیول میں آنے والی خواتین کو بے حد برے القابات سے نوازہ بھی گیا۔ جو کہ درست رویہ نہیں شخصی آزادی ہر ایک کا حق ہے اور اس طرح کے فیسٹیول پاکستان کا سوفٹ امیج دنیا کو دکھاتے ہیں جو ہمارے لیے ہی فائدہ مند ہے۔

خدارا.....!

اداکارہ زرنش خان سے ٹی وی دیکھنے والوں کی

التجا ہے کہ وہ دیگر کاموں کے ساتھ جن میں وہ کافی طاق مانی جاتی ہیں ذرا اداکاری پر بھی توجہ دے دیں۔ کیونکہ اب انہیں ڈرامے ملنے لگے ہیں (وجہ کوئی بھی ہو) اس لیے انہیں چاہیے کہ کوئی اکیڈمی جوائن کرلیں جہاں انہیں اداکاری کے اسرار و رموز بھی سکھائے جائیں۔

❑❑.....❁.....❑❑

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com